مقیاسِ حقیقت

بجواب

مقیاسِ حنفیت

مرتبہ

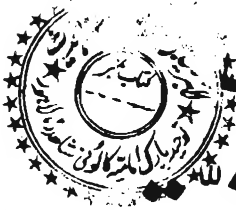
فقیر الی اللہ حکیم محمد اشرف

مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ

[illegible] کراچی

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝

مقاسِ حقیقت



بجواب

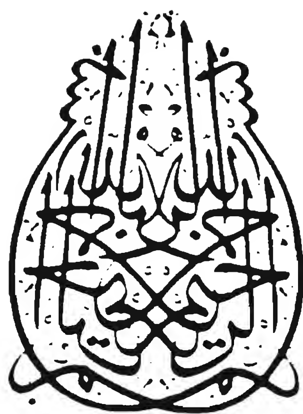
مقیاسِ حنفیت

مرتبہ

فقیر الی اللہ حکیم محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ اہلحدیث ٹرسٹ رجسٹرڈ

اہلحدیث چوک کورٹ روڈ، کراچی



فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب اللعلمین و الصلواۃ و السلام علی خاتنم النبین والقائد المرسلین وعلٰی الہ و اصحابہ و اتباعہ الی یوم الدین۔ اما بعد

واضح ہو کہ جھوٹ بولنا یا کسی پر غلط افترا صرف ان ادیان و مذاہب کے نزدیک ہی ممنوع اور جرم و گناہ نہیں جو خدا کی ہستی کا تصور و ثبوت پیش کرتے ہیں' بلکہ اس انسانیت سوز جرم و کردار یا بدعادت کو خدا کی ہستی سے انکار کرنے والے' فرعون مزاج' دہریہ بلکہ عہد حاضرہ کے دہریہ کیمونسٹ بھی بدترین جرم مانتے اور انسانیت کے خوشنما چہرہ پر انتہائی بدنما داغ جانتے ہیں۔ اسلام چونکہ بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح اورنجات اخروی کا مکمل ذمہ دار و صحیح علمبردار ہے' اس لیے قرآن حکیم نے اس کو بدترین عادت اور جرم عظیم کو موجب لعنت و پھٹکار قرار دیا ہے اور پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جھوٹ و افترا کو نفاق کی خاص الخاص علامت و نشانی اعلان فرماتے ہوئے بالکل کھلے الفاظ میں فرمایا کہ مومن سے دوسرے گناہ و جرائم کا ارتکاب تو ممکن ہے مگر جھوٹ و افترا محال و ناممکن ۔ مگر دیکھا یہ جا رہا ہے کہ مذکورہ زبردست تہدید اور اشد ترین وعید کے باوجود عہد حاضرہ کے مسلمانوں میں کچھ ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو علم کے مدعی اور مسلمانوں کی صلاح و فلاح کے دعویدار' فقہ (مذہب) حنفی کے صحیح مبلغ و ترجمان ہونے کا دم بھرتے ہیں' مگر ان کا ذریعہ معاش ہی جھوٹ و افترا ہے۔ صرف یہی بلکہ اس بدکرداری کو وہ زندگی کا نصب العین یا عمدہ ترین مشغلہ سمجھے ہوئے ہیں اور یہی ان کا قلبی مسرت اور روحانی اطمینان کی آخری اور سب سے بڑی متاع ہے اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ انہیں اپنے باطل و کردار یا بدعملی پر اس درجہ فخر و ناز ہے کہ انتہائی جرات و دلیری بلکہ متکبرانہ انداز سے بطور چیلنج اعلان کر رہے ہیں کہ جو شخص ہماری اس فنکاری و بہتان بازی کو غلط باطل ثابت کر دکھائے اسے ایک ہزار روپے نقد انعام اور صرف ایک حوالہ ثابت کرنے والے کو یک روپیہ انعام دیا جائے گا'

چنانچہ مولوی محمد عمر صاحب اچھروی مایہ ناز تصنیف "مقیاس حنفیت" اس امر کا نمونہ اور زندہ ثبوت ہے۔

مصنف نے اس میں اس درجہ تاریخی غلط بیانی، جعلسازی اور فریب کاری کے جوہر دکھائے ہیں کہ مسلمان تو رہے درکنار اگر کوئی غیر مسلم ذی شعور بھی دیکھ پائے تو حیران رہ جائے، مگر مصنف ہے کہ خاتمہ کتاب پر یوں چیلنج کر رہا ہے۔

"ایک ہزار روپیہ انعام اس شخص کو دیا جائے گا جو اس کتاب "مقیاس حنفیت" کا جواب نمبروار پیش کر کے شائع کر دے اور یک صد روپیہ ہر اس شخص کو دیا جائے گا جو کتاب "مقیاس حنفیت" کا ایک حوالہ غلط ثابت کر دے اور جتنے حوالے وہ ثابت کرے اتنے سو روپے انعام حاصل کرے۔" (طبع ثالث ص ۶۰۴)

دیوانوں کی بڑ

انعام کا اعلان تو محض دیوانوں کی بڑ ہے جو عقیدت مندوں کے لیے موت کا باعث تو ہو سکتی ہے مگر عقل و فہم والوں کے نزدیک تو بریلویہ کی طرف سے انعامی چیلنج کا ایفا ایسا ہی ہے جیسا عمیق سمندر کی گہرائیوں میں آگ کے شعلوں کا وہم و گماں۔

غرور توڑ اور باطل شکن جواب

اچھروی صاحب اور ان کے ہم عقیدہ، اہل توحید کی خاموشی سے چونکہ پھولے نہیں سماتے بلکہ کتاب دکھا دکھا کر جواب طلب کر رہے ہیں۔ بنابریں فقیرالی اللہ کو باطل شکن جواب کی ضرورت محسوس ہوئی۔

ہر چند کوشش تو یہی ہے کہ مضمون میں تلخی نہ ہو مگر مصنف "مقیاس حنفیت" کا لب و لہجہ چونکہ انتہائی تلخ اور حقارت آمیز ہے جس کا ادنیٰ نمونہ یہ ہے:

"اگر امت وہابیہ کو امت درندگان خنزیر وغیرہ سے تشبیہ دی جائے اور کہا جائے کہ امت ہونے میں فلاں مولوی صاحب اور خنزیر ہم مثل ہیں تو

امت وہابیہ کو ناراضگی تو نہ ہونی چاہیے۔" (مقیاس حنفیت طبع اول ص ۸۴)

لہٰذا جواب میں اگر قدرے تلخی ہو تو درگزر فرمایئے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

احقر العباد فقیر الی اللہ حکیم محمد عفا اللہ تعالیٰ عنہ'

نمونے کے جھوٹ

بیاباں کی بھی سختی دیکھ دوران سیاحت میں
میں لے آؤں گا واپس تجھ کو تیرے باغ راحت میں

اچھروی صاحب اور انکے ہم عقیدہ (بریلوی دوست) چونکہ بڑے پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو قادر و مختار مانتے' ان سے استغاثہ کرتے' ان کے نام کا ورد وظیفہ جپتے' بلکہ پیر صاحب کے نام سے منسوب سگ دربار غوثیہ یا قادری کہلوانے کو فخر جانتے اور گیارھویں وغیرہ کو دنیا و آخرت کی فلاح مانتے ہیں۔
بنابریں اچھروی صاحب کی غلط بیانی کی ابتدا ہی پیر صاحب پر بہتان سے کی جاتی ہے۔

۱۔ اچھروی صاحب "مقیاس حنفیت" طبع اول ص ۵ میں لکھتے ہیں :
سوال نمبر ۲ : "امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی تقلید کے مدعی کو وہابی کہنے کا آپ کے پاس کون سا مقیاس حنفیت ہے۔"
الجواب : حضرت پیران پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے حنفی کی دوقسمیں بیان کی ہیں حنفیہ مرجیہ اور حنفی اہل السنت والجماعت' جس سے ثابت ہوتا ہے کہ محض دعوے کافی نہیں بلکہ حنفیت اور اعتقاد اور اعمال احناف کے متوازی ہونے پر مبنی ہے۔ حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ کے بعد ایک تیسری حنفیت کا بھی ظہور ہوا جو وہابیت پر مشتمل ہے۔

جھوٹ

بولنے والے کو چونکہ اپنے جھوٹ کے افشاء ہونے کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ بنابریں وہ اسے صحیح ثابت کرنے کی غرض سے ہمیشہ طمع سازی میں معروف رہتاہے۔ چنانچہ

اس حقیقت کے مثل مصنف مقیاس حنفیت نے طبع ثالث میں مذکور سوال کا جواب دیتے ہوئے یوں پیش کی ہے۔

الجواب : حضرت پیران پیر صاحب رحمتہ اللہ لیہ نے حنفی کو وہ مقلمات پر علیحدہ علیحدہ بیان فرملیا ہے جس سے احناف کی دو اقسام ثابت ہوتی ہیں۔ "حنفیہ مرجیہ" اور "حنفی اہل السنت والجماعت" چونکہ آج کل احناف کی دو قسمیں موجود ہیں' جس سے ثابت ہوتا ہے کہ محض دعویٰ کافی نہیں بلکہ حنفیت اعتقاد اور اعمال احناف کے متوازی ہونے پر مبنی ہے۔ حضرت پیر پیراں رحمتہ اللہ علیہ کے بعد وہی مرجیہ حنفیہ وہابیت کے عقائد کو عمدہ سمجھ کر یکجان دو قالب بن گئے۔" (طبع ثالث ص ۲ انشا پریس لاہور)

ناظرین ایک ہی سوال کے دو مختلف جوابات بلفظ آپ کے سامنے ہیں یعنی طبع اول میں حنفیہ کی دو قسمیں (۱) حنفیہ مرجیہ اور (۲) حنفی اہل السنت اعلان کرنے کے بعد وہابی حنفیوں کو تیسری قسم قرار دیا ہے۔ مگر تیسری دفعہ جب کہ کتاب چھپی تو اس میں حنفیت کی صرف دو قسمیں قرار دے کر گلابی وہابی یا دیو بندی حنفیوں کو ہی دوسری قسم یعنی مرجیہ لکھ دیا جس سے ظاہر ہے کہ مصنف اپنی غلط بیانی سے پیدا شدہ بے قراری کے نتیجہ میں مختلف بیان و تحریر پر مجبور ہے۔ اب یہ آپ کی مرضی ہے کہ اچھروی صاحب کے اس کردار کو دھوکہ بازی نام دیجئے یا . . . .

یہ ٹھہرے ہیں اب دین کے پیشوا
لقب ان کا ہے وارث انبیاء

مصنف مقیاس حنفیت نے اپنی فنکاری کا ایک مظاہرہ یوں بھی فرمایا ہے کہ پیر پیرانؒ نے حنفی کی دو قسمیں فرمائی ہیں مگر حضرت پیر پیرانؒ کے قول کا کوئی ماخذ یا ان کی کسی تصنیف کا حوالہ نہیں دیا جو اس امر کی دلیل ہے کہ اچھروی صاحب نے ان پر بے سروپا جھوٹ افترا کیا ہے۔

بریلوی دوستو!

اچھروی صاحب کا ایک جھوٹ تو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کیا آپ کا فرض نہیں کہ اپنے واعپ و مناظر کے انعامی چیلنج کے مطابق یک ۱۰۰ صد روپیہ کا مطالبہ کریں اور اگر پس و پیش کریں تو مقیاس حنفیت میں بار بار دہرائی گئی گردان کے مطابق کم ازکم لعنت اللہ علی الکاذبین پڑھنے کا فیصلہ ہی کریں۔

خوش نوایان چمن کو غیب سے مژدہ ملا
صیاد اپنے دام میں خود مبتلا ہونے کو ہے

پیر پیرانؒ کا فیصلہ

"غنیتہ ا لطالبین" پیر صاحب کی وہ تصنیف ہے کہ ہندوستان میں جس کا بین السطور اردو ترجمہ پھر اصلی عربی اور بالمقابل اردو ترجمہ اور صرف اردو ترجمہ بارہا شائع ہو چکا ہے۔ اس کی قبولیت کا یہ عالم ہے کہ خود مصنف مقیاس حنفیت بھی اسے مستند تسلیم کرتے ہوئے کئی حوالے اپنے ثبوت میں نقل کر چکا ہے۔

اہل بدعت و گمراہ

شیخ عبدالقادر قدس اللہ سرہ' گمراہ فرقوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "تمام گمراہ ۷۲ فرقوں کی اصل ۹ فرقے ہیں" جن کے نام یوں گنوائے ہیں۔

(۱) الخوارج (۲) والشیعه (۳) والمعتزلته (۴) المرجیته (۵) المشبه (۶) والجهیته (۷) الضراریته (۸) النجاریته (۹) والکلابیته

(غنیه اسلامیه پریس لاہور)

مرجیہ کی شاخیں یا فرقے:

بڑے پیر صاحب فرماتے ہیں واما المرجیة ففرقها اثنا عشرة فرقة (ص ۲۰۴) مرجیہ کے بارہ فرقے ہیں اور ان کی فہرست یوں ذکر کی ہے (۱) جہمیہ (۲) صالحیہ (۳) شمریہ (۴) یونسیہ (۵) یونانیہ (۶) نجاریہ (۷) غیلانیہ

(۸) شیبه (۹) حنفیه (۱۰) محاذ یه (۱۱) مریسیه (۱۲) کرامیه۔

پہچان و تعارف:

مذکورہ بارہ فرقوں کی شناخت یا پہچان اور ان کے اماموں کے نام و عقائد کی تشریح و وضاحت فرماتے ہوئے حنفیہ کا تعارف یوں کروایا ہے واما حفیفة النعمان بن ثابت (غنیہ ص ۲۰۸) حنفیہ سے مراد وہ فرقہ یا گروہ ہے جو امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کے مقلد یا پیرو کار ہیں۔

بریلوی دوستو!

پیر صاحب کا فیصلہ کہ مقلدین امام ابو حنیفہ' مرجیہ فرقے کی شاخ ہیں' یا بالفاظ دیگر حنفی لوگ خود مرجیہ کے فرقوں میں سے ایک فرقہ ہیں۔ لیکن آپ کے مایہ ناز عالم ہیں کہ شیخ صاحب کے نام پر حنفیہ کی دو قسموں کا غلط انتساب کر رہے ہیں۔

کئے اس پیار میں بھی آپ نے لاکھوں ستم ہم پر
خدا ناخواستہ تم خشمگیں ہوتے تو کیا کرتے

جیلانی مذہب و عقیدہ:

اگر ناگوار نہ ہو تو اچھروی صاحب کی غلط بیانی ملاحظہ فرمانے کے بعد حضرت پیر صاحب کا مذہب و عقیدہ اور اہل سنت والجماعت کی تعریف و پہچان اور اہل بدعت کی اہم علامات بھی حضرت پیر صاحب کی قلم سے ملاحظہ فرماتے چلیے۔ پیر صاحب بالاتفاق حنبلی العقیدہ ہیں یعنی اہل حدیث کا جو عقیدہ ہے وہی بڑے پیر صاحب کا عقیدہ ہے چنانچہ حضرت پیر صاحب غنیۃ الطالبین میں رطب اللسان ہیں قال الامام ابو عبد الله احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی واماتنا الله مذهبه اصلا و فرعا وحشرنا فی زمرته (غنیۃ الطالبین مترجم ص ۳۹ے مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور) یہی قول ہے امام احمد بن حنبل کا' اللہ تعالیٰ اصول و فرع میں ہمارا خاتمہ ان ہی کے مذہب و عقیدہ پر کرے اور قیامت کے دن انہیں کے ساتھ حشر فرمائے۔

معیار ولایت:

معرفت الٰہی کا ذریعہ پیر صاحب کے نزدیک صرف عقیدہ حنبلی ہی ہے۔ چنانچہ آپ کے ایک عقیدت مند یا مشتاق ولایت نے سوال کیا کہ بغیر اختیار کیے عقیدہ حنبلی کوئی شخص ولایت کے مرتبہ سے فائز ہو سکتا ہے یا نہیں فقال ماکان ولا یکون (طبقات ابن رجب مطبوعہ مصر ص ۲۰۲) عقیدہ حنبلی اختیار کئے بغیر نہ تو کوئی آج تک ولی ہوا ہے اور نہ ہی قیامت تک ہو گا۔

اہل سنت کی تعریف:

زبانی کلامی تو ہر شخص ہی اہل السنت والجماعت کا مدعی ہے بنابریں بڑے پیر صاحب ؒ سے اہل سنت والجماعت کی تعریف بھی لگے ہاتھوں ملاحظہ فرماتے ہی چلیے۔ فرماتے ہیں۔ ناھل السنت طائفة واحدة (غنی ے الطالبین ص ۱۹۲) "پس اہل سنت تو صرف ایک ہی گروہ یا طائفہ ہے۔" مزید فرماتے ہیں کہ "اہل بدعت' اہل سنت کو برے برے ناموں کے ساتھ یاد کرنے کے عادی ہیں لہٰذا یاد رکھو کہ اہل سنت کا نام صرف ایک ہی ہے' بلفظ ما اسمھم الا اصحاب الحدیث واھل السنت علی ما بیننا (ص ۱۹۲) یعنی اہل حدیث یا اہل سنت' جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ مضمون اگرچہ طویل ہو رہا ہے مگر ضیافت طبع کے لئے بلفظ نقل کیا جاتا ہے وکل ذلک عبصیة وغیا ظالا ھل البدع کما لم یتفق بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم تسمیه کفار مکة ساحرا و شاعرا (ص ۱۸۲) اہل بدعت گمراہ فرقوں کا اہل سنت کو برے برے ناموں سے یاد کرنا یہ محض ان کا دکھ اور تعصب ہے۔ کیونکہ اہل السنت کا اصل و صحیح نام تو صرف اہل حدیث ہی ہے اور بدعتی فرقے جو برے برے ناموں سے یاد کرتے ہیں تو وہ سب اسی طرح ہیں جیسا کہ کفار مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر و شاعر ناموں سے یاد کرتے تھے (جیسا کہ عہد حاضر کی بدعتی اہل حدیث کو وہابی کہ کر اپنے اسلاف کی منحوس روش کو تازہ کر رہے ہیں۔

اہل بدعت کی پہچان:

ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں واعلم لان اھل البد بدعة علامات یعرفون بھا فعلامة اھل البدعة الرقیعة فی اھل الاثر (ص ۱۸۲) اے طالب حق سمجھ لے کہ بدعتیوں کی کچھ مخصوص نشانیاں ہیں جن سے وہ خودبخود پہچانے جاتے ہیں پس اہل بدعت کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ وہ اہل حدیث کی برائی و بدگوئی کرنے کے عادی ہیں۔

دوستو !

اگر آپ میں کچھ حق و صداقت کا جذبہ یا اسلام سے قدرے وابستگی اور پیر صاحب سے اے

تاریخی غلط بیانی:

ناظرین ! آپ نے اگر وہ فن کار نہ دیکھے ہوں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یحرفون الکلم عن مراضعه الایة اور یکتبون الکتب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند الله الایة میں فرمایا ہے تو مقیاس حنفیت سے نمونہ دیکھ لیجئے۔

یہ کتاب جب کہ بار اول چھپی تو ص ۱۵ کا حاشیہ ص ۱۱ میں لکھتے ہوئے' غیراللہ کا امداد کو پہنچنا۔ اور امداد کرنا ثابت کرتے ہوئے بحوالہ طبرانی صغیر ایک مصرعہ یوں نقل کیا ہے:

> "واد ع عباد الله یاتوا امدادا: اللہ کے بندوں کو مصیبت کے وقت پکارو وہ تمہاری امداد غائبانہ کریں گے۔ یہ شعر حضرت راجز نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا کیونکہ آپ نے اس کو غائبانہ مدد فرما کر قتل سے بچا لیا تھا۔

ناظرین:

خود ہی فرمائیے کہ عربی الفاظ کا جو ترجمہ مصنف مقیاس حنفیت نے کیا ہے یحرفون الکلم عن مواضعه الایة کی صحیح مثال ہے یا نہیں۔ یعنی حضرت راجزؓ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کر رہا ہے کہ حضور اللہ کے بندوں (صحابہؓ) کو بلائیے' وہ امداد کو آئیں۔ طبرانی صغیر کی روایت کردہ نظم معہ ترجمہ آئندہ سطور میں بمعہ صحیح واقعہ آرہی ہے۔

مزید جعلسازی:

ملمع سازی کرنے والے کو چونکہ اپنے مکر و فریب کے افشا ہونے کا اکثر خطرہ ہی رہتا ہے لہٰذا وہ ہمیشہ اپنی بریت کی فکر میں کوشاں رہتا ہے چنانچہ مقیاس حنفیت جب کہ تیسری بار چھپی تو مصنف نے اپنے سابقہ غلط و باطل کردار کو صحیح تر ثابت کرنے کے غرض سے حضرت راجزؓ کی غائبانہ مدد یا من گھڑت قصہ کو صحیح ثابت کرنے کے لیے طبرانی صغیر کو حدیث کے ابتدائی حصہ کو نقل کر کے ایک دوسرا مصرعہ جو طبرانی میں نہیں' نقل کر کے ترجمہ کرتے وقت مثل سابق تحریف سے کام لیا ہے۔ چنانچہ طبع ثالث (ص ۱۰۶۸) میں لکھا ہے۔ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہؓ کے پاس ان کی باری کی رات میں ٹھہرے تو آپؐ تہجد کے واسطے اٹھے۔ نماز کے واسطے وضو کرتے وقت اسی جگہ بیٹھے ہوئے میں نے سنا کہ آپ فرماتے ہیں "لبیک لبیک" یعنی میں تیرے پاس پہنچا' میں تیرے پاس پہنچا' میں تیرے پاس پہنچا تو امداد کیا گیا' تین دفعہ فرمایا اور وضو کرنے کے مقام میں تشریف فرما ہیں' کہیں سر کے بھی نہیں اور نہ غائب ہوئے' تو جب آپ اس جگہ سے علیحدہ ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایسے سنا ہے کہ آپؐ کسی انسان سے کلام فرماتے ہیں۔ کیا حضور کے پاس کوئی تھا؟ تو آپؐ نے فرمایا" ھذا راجز یستصرخنی یہ راجز فریاد کرتا ہے۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ عمرو بن سالم راجز کو قریش قتل کرنا چاہتے تھے' تو وہ مکہ سے نکلا اور مدینہ طیبہ کا راستہ اختیار کیا۔ جب اس کو مصیبت پڑتی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غائبانہ پکارتا اور آپ اس کی مدد فرماتے۔ چنانچہ ایک دفعہ راستہ میں زبردست

دشمن کے گھیرے میں آگیا اور اس عمرو بن سالم صحابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غائبانہ پکارا اور فریاد کی کہ حضورؐ مجھے بچائیے ورنہ دشمن قتل کر دے گا۔ تو آپ وقت حضرت میمونہؓ بنت حرث اپنی بیوی صاحبہ کے گھر وضو فرما رہے تھے تو وہیں مدینہ طیبہ میں بیٹھے ہوئے ہی لبیک فرما کر راجز کے پاس اپنی حاضری کا ثبوت دیا اور نصرت سے اس کی امداد فرما کر اس کو دشمن سے بچالیا اور آپ نے امداد کی' راجز رضی اللہ عنہ کو تسلی دی۔

چنانچہ راجز صحابی کے اس واقعہ سے استمداد اور آپ نے اپنی امداد غائبانہ کو اپنی زوجہ مطہرہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی بیان فرمایا اور جب عمر بن سالم راجز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غائبانہ امداد سے مدینہ طیبہ پہنچا تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق چند اشعار پڑھے۔ اس کا ایک شعر فقیر بھی عرض کرتا ہے جو سنہری قلم سے لکھنے کے قابل ہے:

فانصر رسول اللہ نصر اعتد اد

وادع عباد اللہ یا تو امد دا

"پس تو رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے مدد مانگ کیونکہ آپؐ کی مدد ہر وقت تیار ہے اور اللہ کے بندوں کو پکارو وہ تیری مدد کو پہنچیں گے۔" (مقیاس حنفیت طبع ثالث ص ۸ تا ۱۰)

نقد انعام:

بریلوی دوستو! اگر آپ کے قابل ترین مصنف "طبرانی صغیر" کی حدیث سے اپنا بیان کردہ مضمون کہ "کفار مکہ یا قریش صرف راجز ہی کو قتل کرنا چاہتے تھے' اور وہ قتل کے خوف سے مدینہ منورہ کی طرف بھاگا' اور راستہ میں جب قریش نے گھیر لیا' تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امداد کے لیے پکارا' اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کی غائبانہ مدد فرما کر اس کو قتل سے بچالیا اور پھر اپنی زوجہ مطہرہ کے دریافت پر راجز کو قتل سے بچانے اور امداد کرنے کا واقعہ کا ذکر فرمایا" تو ہم ان کو ایک ہزار نقد

انعام دیں گے۔

مجھ سا مشتاق نہ پاؤ گے جہاں میں
گرچہ ڈھونڈو چراغ رُخ زیبا لے کر

اصلیت واقعہ:

دوستو! اچھروی صاحب کی فن کاری کا پول معلوم کرنے کے لیے تاریخی واقعہ سنیئے۔

قبیلہ بنوبکر اور حضرت راجزؓ کے قبیلہ بنو خزاعہ (بنی کعب) کی قدیم الایام سے لڑائی چلی آرہی تھی۔ جب قریش مکہ نے حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں کے ساتھ دس سال کے لیے صلح کا معاہدہ کیا تو اس معاہدہ میں بنو بکر قریش کی جانب شریک معاہدہ ہوئے اور بنو خزاعہ مسلمانوں کی حلیف ٹھہرے۔ ابھی صلح حدیبیہ کو دو سال بھی نہ گذرے تھے کہ بنو بکر نے اپنی پرانی عداوت کی بنا پر قبیلہ بنو خزاعہ پر حملہ کا ارادہ کیا' اور قریش نے معاہدہ صلح کے خلاف ان کو ہر ممکن امداد کا یقین دلایا۔

بنوخزاعہ کو قریش اور بنوبکر کی سازش کا وہم و گمان بھی نہ ہوا کہ اچانک رات کے وقت پوری تیاری سے بنوبکر نے ان پر قاتلانہ حملہ کر دیا جس میں سرداران قریش بھی بھیس بدل کر شریک ہوئے۔

بنو خزاعہ کے افراد مظلومیت کی حالت میں مارے گئے حتیٰ کہ ان کے بعض افراد پناہ و امان حاصل کرنے کے لیے بیت اللہ شریف میں بھی جا چھپے مگر دشمن نے حرم میں بھی ان کو قتل کر دیا۔

قبیلہ بن خزاعہ چونکہ معاہدہ میں مسلمانوں کا حلیف تھا اس لیے اس قبیلہ کے چالیس شتر سوار قریش کی معاہدہ شکنی اور اپنی قوم کی درد انگیز داستان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنانے اور حسب وعدہ امداد لینے کی غرض سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے جن کا سالار قافلہ عمروؓ بن سالم تھا جو اپنی قوم کو ممتاز فرد ہونے کے ساتھ ہی نامور شاعر بھی تھا۔ جسے عرب لوگ راجز کے نام سے یاد کرتے تھے' یہ رات کے وقت مدینہ طیبہ

میں داخل ہوا۔ امیر قافلہ عمروؓ بن سالم خزاعی قبیلہ سے علیحدہ ہو کر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ حسن اتفاق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد کے لیے وضو فرما رہے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے راجز کی فریاد سنی تو اس کو مطمئن فرمانے کے لیے باآواز بلند "لبیک لبیک ثلاثا" نصرت نصرت ثلاثا" ہم امداد د کے لیے حاضر ہیں' امداد کے لیے حاضر ہیں امداد کے لیے حاضر ہیں" فرمایا:

پس جبکہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اچانک ہی یہ حیرت انگیز مکالمہ یا گفتگو سنی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:

"یا رسول الله سمعتک تقول فی متوضائک لبیک لبیک ثلاثا و نصرت نصرت ثلاثا کانٔ تکلم انسانا فهل کان معک احد قال هذا راجز بنی کعب یستصرخنی ویزعم ان قریشا اعانت علیهم بنی بکر (طبرانی صغیر ص ۲۰۱)

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو وضو کی جگہ یہ فرماتے سنا کہ ہم امداد کو حاضر ہیں' ہم امداد کو حاضر ہیں' ہم امداد کو حاضر ہیں۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے ہیں۔ فرمائیے! آپ کے پاس فریاد کرتا ہوا کون انسان تھا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "راجز ہے جو مجھ سے امداد طلب کر رہا ہے۔ کیونکہ قریش نے معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بنو بکر کے ہمراہ بن خزاعہ پر حملہ کر دیا ہے۔"

چنانچہ حدیث میں ان اشعار کی جوابی کارروائی کا ذکر یوں ہے:

ثم خرج رسول الله علیه وسلم نامر عائشة ان تجهزه ولا تعلم احد قالت فد خل علیها ابوبکر فقال یا بنیه ماهذا الجهاز فقالت والله ما ادری فقال والله ما هذا زمان بنی الاصفر فاین یرید رسول الله صلی الله علیه وسلم قالت والله لا علم لی قالت فاتمنا ثلاث صلی الصبح بالناس فسمعت الرجز

ینشدہ۔

یا رب انی ناشد محمدا الخ پوری نظم ذیل میں آرہی ہے۔

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہؓ کے گھر سے نکلے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ سامان جہاد درست کر کے باندھو مگر اس امر کی کسی کو خبر بھی نہ دینا۔ جب کہ صدیقہ سامان جہاد تیار کرنے میں معروف تھیں' ان کے والد ماجد حضرت ابوبکر ان کے گھر تشریف لے گئے۔ سامان جنگ کی تیاری دیکھ کر فرمایا' "بیٹی! یہ سامان جہاد کس جہاد کی تیاری کے لیے باندھ رہی ہو" صدیقہؓ نے عرض کیا (ابا جان) "مجھے تو کوئی علم نہیں" صدیقؓ فرمانے لگے۔ "یہ زمانہ بنو اصفر کے ساتھ جہاد کا بھی نہیں ہے تو پھر رسول اللہ علیہ وسلم اور کس طرف کی تیاری فرما رہے۔" صدیقہؓ نے عرض کیا "واللہ میں تو نہیں جانتی"

صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب تیسرا دن ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز سے فارغ ہوئے تو مجمع عام میں راجز نے یہ نظم پڑھی:

۱ - یا رب انی ناشد نبی محمدا
حلف ابینا وابیہ الا تلدا

اے رب تحقیق میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ پختہ معاہدہ یاد دلاتا ہوں جو کہ ہمارے اور انکے خاندان میں قدیم سے ہوا۔

۲ - انا ولد ناک و کنت ولدا
ثمة اسلمنا ولم ننتزع یدا

آپ ہمارے سامنے ہی پیدا اور جوان ہوئے ہیں۔
پھر جب سے اطاعت اختیار کی کبھی بھی اطاعت سے ہاتھ نہیں کھینچا

۳ - ان قریشا اخلفوک المرعدا
ونقضوا میثاقک المرکدا

تحقیق قریش نے آپؐ سے وعدہ خلافی کی ہے۔

اور پختہ و مضبوط معاہدہ کو توڑ پھینکا ہے۔

۴ - وزعموا ان لست تدعو احدا
فانصر ھداک اللہ نصرا ایدا

ان کا گمان یہ تھا کہ آپ ہماری امداد کے لیے کسی کو نہیں بلائیں گے
اللہ تعالیٰ آپ کا ہادی ہو' ہماری زبردست امداد فرمائیے

۵ - وادعو اعباد اللہ یاتو امددا
فیھم رسول اللہ قد تجددا

اور اللہ کے بندوں (صحابہ رضی اللہ عنہم) کو بلائیے وہ بھی امداد کو آئیں
ان میں اللہ کا رسول خود بھی شریک ہو۔

۶ - ان سیم خسفا وجھہ تربد

کیونکہ جب کوئی کمینہ آپؐ کو ذلیل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو آپ کا چہرہ چمک جاتا ہے۔

طبرانی صغیر:

کی پوری نظم یہی ہے' مگر تاریخ طبری میں کچھ مزید اشعار بھی مذکور ہیں۔ مصنف مقیاس حنفیت کے فریب کو آشکار اور حقیقت واقعہ کے اظہار کے صرف دو مصرعے ملاحظہ فرماتے چلئے۔

ھم بیتونا بالوتیر ھجدا وجعلوا فی کداء رصدا

ہم چشمہ و تیر کے پاس اپنے گھروں کو آرام سے سو رہے تھے کہ قریش اور بنوبکر نے ہمیں خشک گھاس کی طرح پامال کر ڈالا۔

ان اشعار کے جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع صحابہؓ کو جوش دلاتے ہوئے بنو خزاعہ کی امداد اور قریش کو معاہدہ شکنی کی سزا دینے کے لیے فرمایا:

"فقال لبیک لبیک ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا ثم خرج النبی صلے اللہ علیہ وسلم فلما کان بالروحاء نظر الی سحاب منتصب فقال ان

السّحاب هذا لنيتصب بنصر بني كعب" (طبرانی صغیر ص ۲۰۲)

ہم مدد کو حاضر ہیں۔ مدد کو حاضر ہیں، ہم مدد کو حاضر ہیں، بس پھر آپؐ معہ صحابہ رضی اللہ عنہم پوری تیاری کے ساتھ قریش پر حملہ آور ہونے کو مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے جب مقام "روحا" میں پہنچے تو بادل کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا یہ بادل بنی کعب (بن خزاعہ) کی امداد کے لیے آیا ہے اور چلتے چلتے آپ نے دعا فرمائی:

"اللهم اعم عليهم خبرنا حتى ناخذهم بغتة" اے اللہ تعالیٰ قریش کو ہمارے حملہ کی خبر نہ پہنچے تاکہ ہم ان پر اچانک حملہ کر سکیں۔

چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر اسلام مکہ معظمہ کے قریب پہنچ گیا اور قریش کو گمان تک بھی نہ ہوا۔ حتیٰ کہ رات کے وقت ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء سرداران قریش اتفاقاً شہر سے جو باہر نکلے تو انہیں جگہ بجگہ بکثرت آگ جلتی نظر آئی تو وہ حیرت زدہ ہوئے کہ یہ کیا معاملہ ہے؟

پس وہ فکر و حیرانی کے عالم میں تفتیش آگے بڑھے تو اچانک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سواروں نے ان کو گرفتار کر لیا اور حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابوسفیان مسلمان ہو گیا۔ چنانچہ صحیح البخاری کے الفاظ یہ ہیں "فاخذوهم فاتوا بهم رسول الله صلى عليه وسلم فاسلم ابوسفيان

(بخاری: کتاب المغازی فتح مکہ)

غرضیکہ:

راجزؓ کے اشعار (نظم) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امداد پر مبنی تھے۔ جسے فتح مکہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے مگر اچھروی صاحب ہیں کہ تاریخی واقعہ جھوٹ کہانی کی صورت میں ذکر کر رہے ہیں اور رسول اللہ علیہ وسلم پر افترا کر رہے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حضرت راجزؓ نے غیر اللہ سے استمداد حاصل کرنے کی غرض سے وادع عباد الله یاتو امددا پڑھا نہ صرف یہی بلکہ فانصر رسول الله نصر

اعتد ا کے ترجمہ میں مزید دھوکہ دیا۔

حالانکہ راجزؓ تو آپؐ سے اپنے قبیلہ کی تباہی اور قریش کی معاہدہ شکنی پر امداد طلب کرتا ہوا۔ عرض کر رہا ہے کہ اے اللہ کے رسول قریش کو معاہدہ شکنی کا مزہ چکھائیے۔ چنانچہ راجز کی فریاد کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش پر حملہ کر کے بنوخزاعہ کی امداد کا عملی ثبوت دیا۔

اختلاف روایت:

اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ بریلوی "فانصر رسول الله نصر اعتد ا" سے غائبانہ امداد کا استدلال کریں گے۔ بنابریں راجز کے اشعار کو نقل کرنے والے راویوں کی زبان سے فانصر ھداک اللہ نصرا ابدا" اور "فانصر رسول اللہ نصراعتد ا" مختلف الفاظ سے دو مصرعے روایت کروا دیئے تاکہ انکا فریب ظاہر ہوتا رہے۔

بریلوی دوستو!

اصل واقعہ آپ کے سامنے ہے۔ خدارا خود ہی انصافا" فرمائیے کہ حنفی مذہب کی تعلیم یہی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم پر افترا کا ریکارڈ قائم کیا جائے جیسا کہ اچھروی صاحب سرانجام دے رہے ہیں۔

قصے ہیں جا جا کے جھوٹے سناتے
مریدوں کو ہیں لوٹتے اور کھاتے

۳۔ شاہکار:

اگرچہ تاریخ میں ہزاروں فریبی و غلط بیانی کرنے والوں کے تذکرے موجود ہیں مگر اچھروی صاحب ہیں کہ تمام کا ریکارڈ مات کرتے ہوئے مقیاس حنفیت طبع اول ص ۲۵۱ اور طبع ثالث ص ۵۷۰ پر لکھتے ہیں:

- "بادشاہ کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ جو تمہیں ابن تیمیہ کے عقیدے کا مل جائے تو اس کا مال لوٹ لو اور اسے قتل کر دو۔ چنانچہ چند دن کے لیے

وہابیت روپوش ہو گئی۔"

یہ عبارت:

ثبوت ہی نہیں بلکہ اعلان ہے کہ وہابی مذہب ساتویں صدی ہجری سے بھی پہلے کا ہے کیونکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۶۶۱ھ میں پیدا اور ۷۶۸ھ میں فوت ہوئے اور اچھروی صاحب نے ان کو وہابیت کا علمبردار اور مجدد اعظم اعلان کرتے ہوئے لکھا ہے جب کہ وہابیت کا شہرہ ہوا تو بادشاہ نے وہابیوں کو لوٹ لینے اور قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا جس کی وجہ و سبب سے وہابیت چند دن کے لیے پھر روپوش ہو گئی" مگر طبع اول ص ۵۰ اور طبع ثالث ص ۱۹۱ میں خود ہی وہابی مذہب کے یوں بھی لکھ آئے ہیں:

"جیسا کہ ہمارے زمانے میں عبدالوہاب کے متبعین جو نجدے سے نکلے ہیں۔"

نہ صرف یہی بلکہ طبع اول ص ۲۵۲ اور طبع ثالث ص ۵۷۴ کی آخری سطور میں یوں بھی اعلان کر رہے ہیں:

"۱۱۴۳ھ میں عبدالوہاب قومی رضاکار بھرتی کر کے تمام نجد پر چھا گیا۔ چنانچہ تمام عرب پر مسلط ہو گیا۔"

بریلوی دوستو!

ایسی متضاد ہذیان کو دیوانگی کہا جائے یا جھوٹ و غلط بیانی کی آخری حد۔

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

آپ ہی ذرا اپنے جور و ستم کو دیکھو

۴۔ مزید بتائیے:

مقیاس حنفیت طبع اول ص ۲۵۲ اور طبع ثالث ص ۵۷۴ میں لکھا ہے:

"۱۱۵۰ھ میں محمد بن عبدالوہاب نجدی نے ابن تیمیہ اور ابن قیم کی ضائع شدہ کتابوں کی اشاعت شروع کر دی اور زور و شور سے اس مذہب کی مستقل بنیاد رکھ دی اور اپنے پر حنبلی مذہب کے نام کا پردہ ڈال کر تیمی مذہب کی

اشاعت شروع کر دی۔"

شیخ الاسلام:

محمد بن عبدالوہاب کی تاریخ پیدائش مخالف و موافق بلکہ عیسائی مورخین تک کے نزدیک بالاتفاق ۱۱۱۵ھ ہے مگر اچھروی صاحب ہیں کہ عقل و فہم سے روٹھ کر ان کی پیدائش سے پورے دس سال پیشتر ان کو مذہب ابن تیمیہ کا مبلغ و ناشر ثابت کر رہے ہیں نہ صرف یہی بلکہ اس سے چند سطور پہلے خود ابن تیمیہ کو وہابیت کا ترجمان و علمبردار بھی ثابت کر چکے ہیں۔

بریلوی دوستو!

خود ہی بتلایئے کہ ایسی بے تکی اور خلاف عقل و نقل باتیں اہل علم کا کام ہے یا عقل دشمن اور متعصب اس قسم کی لاف زنی کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔

تعصب ہے وہ بلا کہ خدا کسی کو نہ دے
دے موت اور یہ بد ادا کسی کو نہ دے

۵- علم و عقل سے عداوت:

مقیاس حنفیت طبع اول ص ۲۵۲ اور طبع ثالث ص ۵۷۴ میں لکھا ہے:

"(محمد بن عبدالوہاب نجدی) ۱۱۴۳ھ میں قومی رضاکار بھرتی کر کے پورے نجد پر چھا گیا۔ چنانچہ تمام عرب پر مسلط ہو گیا۔"

تاریخی شہادت:

مورخین کی متفقہ شہادت یہ ہے کہ شیخ محمد رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے والد شیخ عبدالوہاب کی وفات کے بعد ۱۱۵۳ھ میں جب دعوت توحید و سنت کا آغاز حریملا شہر سے کیا تو بدعتیوں نے بھی پوری مخالفت شروع کر دی جس کے نتیجہ میں آپ کو حریملا سے ہجرت کر کے عینیہ میں مقیم ہونا پڑا۔ جو آپ کا آبائی اور پیدائشی مقام

تھا۔ مگر یہاں بھی بالآخر اس درجہ مخالفت ہوئی کہ عینیہ بھی چھوڑنا پڑا بلکہ امیر عینیہ نے قتل کی سازش بھی کی مگر وہ ناکام ہو کر رہ گئی۔

بالآخر شیخ ۱۱۵۷ھ درعیہ میں تشریف لے گئے، جو کہ آل سعود کا مرکزی مقام تھا۔ آل سعود کے خوش قسمت و بلند بخت امیر محمد بن سعود نے شیخ سے توحید و سنت کی نشرواشاعت اور ہر ممکن حمایت کا عہد کیا۔

چنانچہ اس معاہدہ کی شہرت ہوئی تو اہل بدعت اور امرا و شیوخ قبائل نے اپنی ریاستوں کے لیے اس کو خطرہ محسوس کرتے ہوئے مخالفت شروع کر دی۔

اہل توحید جب ہر جگہ مصائب کا نشانہ بنائے گئے تو جوابی کارروائی اور مدافعت کی غرض سے شیخ نے بھی ۱۱۵۹ھ میں جنگ کا فتوٰی یا اجازت دے دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی ایام میں پورے نجد میں آل سعود کا پرچم لہرانے لگا۔

۱۱۷۹ھ میں ابن سعود کی وفات ہو گئی تو ان کے لائق فرزند عبدالعزیزؒ نے حکومت و امارات سنبھالی۔

۱۲۰۶ھ میں شیخ رحمتہ اللہ فردوس بریں میں پہنچ گئے تو ان کی وفات کے پورے بارہ سال بعد یعنی ۱۲۱۸ھ میں امیر عبد العزیز کا تمام عرب و حجاز پر قبضہ ہو گیا' مگر اچھروی صاحب ہیں کہ شیخ کی تحریک احیاء توحید و سنت سے پورے دس برس پہلے ہی شیخ کو پورے عرب پر قابض و حکمران ثابت کرنے پر مصر ہیں۔

اچھروی عقیدت مندو:

خدا لگتی کہیے کہ یہ تاریخی غلط بیانی علم و عقل سے بغاوت ہے یا نہیں ؟ (۲) اور کیا یہی کردار حقیقت کا صحیح مقیاس ہے ؟

یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوف یزداں ہے

۶۔ کذب بیانی کی مزید مثال:

اچھروی صاحب نے تاریخ غلط بیانی کا ریکارڈ مات کرتے ہوئے طبع اول ص ۲۵۲ طبع ثالث ص ۵۷۵ میں لکھا ہے:

اس طرف ہند میں شاہ ولی اللہ صاحب ہندی ۱۱۱۴ھ میں پیدا ہوئے اور محمد بن عبدالوہاب نجدی سے ۹ برس چھوٹے تھے۔"

ناظرین!

آپ ملاحظہ فرما چکے کہ شیخ صاحب کی تاریخ پیدائش بالاتفاق ۱۱۱۵ھ ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ شیخ صاحب حضرت شاہ صاحب سے ایک برس کم یا چھوٹے ہیں۔ مگر اچھروی صاحب ہیں کہ شاہ صاحب کو نوبرس چھوٹا ثابت کر رہے ہیں۔

۷۔ انوکھی کذب بیانی:

آپ نے جھوٹ کی مثالیں تو سنی ہوں گی مگر اس درجہ نرالی مثال شاید ہی سنی ہو جس کا عملی نمونہ مقیاس حنفیت میں پیش کیا گیا ہے چنانچہ اچھروی صاحب طبع اول ص ۲۵۳ اور طبع ثالث ص ۵۷۵، ۵۷۶ میں لکھتے ہیں:

"اچانک ارادہ حج آپ (شاہ ولی اللہ) کو حجاز لے گیا۔ وہاں محمد بن عبدالوہاب نے دیکھا کہ بڑا ذی اثر عالم ہے۔ شاہ صاحب سے بڑی محبت کا وطیرہ اختیار کیا اور اپنے عقائد سے شاہ صاحب کو ورغلانا شروع کیا۔ جب واپس پہنچے تو حالت دگرگوں ہو چکی تھی اور اپنے والد کا عطیہ ولایت بھی کھو چکے تھے۔"

بریلوی دوستو! آپ کا فرض ہے کہ شاہ ولی اللہ اور شیخ محمدؒ کی تاریخی ملاقات کا ثبوت اپنے واعظ و مصنف سے طلب کریں۔ اگر وہ دیکھا دیں تو آپ کو ایک ہزار روپیہ نقد انعام دے دیا جائے گا۔ ورنہ آپ کا فرض ہے کہ ان سے متنفر ہو کر اہل حدیث نہ سہی کم از کم دیو بندی حنفی ہی ہو جائیں۔

۸۔ جھوٹ میں تخفیف:

اچھروی صاحب مقیاس حنفیت طبع اول ص ۲۵۳ و طبع ثالث میں لکھتے ہیں کہ:

"دہلی میں ایک شور برپا ہو گیا۔ ولی اللہ وہابی ہو چکا ہے۔ کافر ہو گیا ہے"
تیسرے ایڈیشن میں کافر ہو گیا (کا لفظ چھوڑ دیا گیا ہے)

اچھروی عقیدت مندو:

اگر آپ کو اسلامی نظریہ کے مطابق جھوٹ سے نفرت ہے تو پھر آپ کا فرض ہے یا تو اچھروی صاحب سے یہ تاریخی ثبوت طلب کریں کہ ۱۱۴۳ھ میں جو شاہ صاحب کا حجاز سے واپسی کا زمانہ ہے۔ اس عہد میں ہندوستان کے اندر وہابیت کا مکمل شہرہ و چرچا تھا" اگر وہ ثبوت نہ دکھا سکیں تو کیا پھر آپ کا یہ فرض نہیں ہے کہ ان کو کذاب قرار دیں۔

نہ مانیں گے نصیحت تیری اے اشرفؔ وہ ہرگز
یہ ان کی بات مانیں گے جو گمراہی سکھاتے ہیں

۹۔ جھوٹ پر اضطراب:

طبع اول ص ۲۵۴ میں یوں لکھا ہے:

"شاہ صاحب کس مپرسی کی حالت میں اپنے دینی وطن نجد کو آبائی وطن پر مقدم سمجھتے ہوئے محمد بن عبدالوہاب کے پاس جا کر وہابیت کے مقتدر نمائندے کی حیثیت میں قیام پذیر ہوئے اور کل شی یرجع الی اصلہ کے مصداق بن کر وہاں کی حقیقت ہمیشہ کے واسطے وہیں جا ملی۔"

مگر تاریخ اور حضرت شاہ صاحب کے مرقد انور کے تاریخی کتبہ سے اچھروی صاحب کا دماغ قدرے درست ہوا اور کچھ ہوا اور کچھ ہوش آئی تو تیسرے ایڈیشن ص ۵۷۷ میں اپنے جھوٹ کی درستگی کرتے ہوئے یوں لکھ دیا:

"وہابیت کے مقتدر نمائندے کی حیثیت میں قیام پذیر ہوئے۔ چنانچہ آخری عمر میں پھر (دہلی) واپس لوٹے۔"

بریلوی دوستو!

اگر آپ اپنے محقق مصنف اچھروی صاحب سے ۱۲۴۳ھ کے بعد شاہ صاحب کا حجاز جانا ثابت کر دکھائیں تو ایک ہزار اور پھر نجد میں اقامت ثابت کر دیں تو مزید ایک ہزار پیش کر دیا جائے گا اور اگر آپ یہ نہ کروا سکیں تو کیا پھر آپ کا یہ فرض نہیں کہ ایسے کذاب کی آؤ بھگت "لعنت اللہ علی الکاذبین" کے نعروں سے کیا کریں۔

۱۰۔ دروغ گورا حافظہ نباشد:

مصنف مقیاس حنفیت ص ۲۵۴ طبع ثالث ص ۵۷۷ میں لکھتے ہیں:

"۱۱۹۳ھ میں اسمٰعیل پیدا ہوئے۔ علم دین حاصل کیا لیکن تحریر سے بالکل عاری تھے۔"

چند سطور آگے چل کر خود لکھا ہے:

" نجدی کی ترجمانی میں کتاب تقویۃ الایمان۔ صراط المستقیم اور تنویر العینین وہابیت کی تائید میں شائع کیں۔"

ناظرین!

غور فرمائیے کہ اگر حسب تصریح اچھروی صاحب حضرت شہید علیہالرحمتہ تحریر سے بالکل عاری تھے تو اہل بدعت اور قبر پرستوں کے باطل توہمات کے قلعوں پر اٹامک بم سے بھی زیادہ خطرناک بم تقویۃ الایمان کی صورت میں کیسے مرتب فرما گئے۔ جس سے عہد حاضرہ کی بریلویت اور خود مصنف مقیاس حنفیت تو کیا بلکہ رہتی دنیا تک کی پوری بریلویت خائف ولرزاں ہے۔

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

آپ ہی ذرا اپنے جور و ستم کو دیکھو
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

۱۔ سفید جھوٹ:

مقیاس حنفیت میں اچھروی صاحب نے طبع اول ص ۲۵۸ اور طبع ثالث ص ۵۸۲ میں لکھتے ہیں:

”حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آباد میں بہت کوشش کر چکے لیکن وہاں ملا ملتانی نے ان کو نہ اٹھنے دیا۔“

بریلوی دوستو!

ملتانی صاحب تو حضرت حافظ صاحب کی وفات کے بعد وزیر آباد میں اقامت پذیر ہوئے ہیں۔ پھر لطف کی بات یہ کہ کہ اچھروی صاحب رکن مذہب بریلوی یعنی ملتانی صاحب کے نام سے بھی اس درجہ بے خبر ہیں کہ ملتانی صاحب کو ملاں ملتانی لکھ رہے ہیں حالانکہ یہ نام بغرض توہین مولوی نور حسینؒ نے مشہور کیا۔ چنانچہ ملتانی ملاں نام کو اپنی توہین یقین کرتے ہوئے گالیاں دیا کرتے تھے۔

اچھروی صاحب:

اگر ملتانی صاحب کی تحریر سے ”ملاں“ کا لفظ ثابت کر دیں تو ان کو انعام دیا جائے گا۔

۲۔ بے سروپا جھوٹ:

مقیاس حنفیت طبع اول ص ۲۵۳ اور طبع ثالث ص ۵۷۶ میں ہے:

”شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے نئے مذہب وہابیت کی اشاعت کے واسطے اپنے خاندانی مذہب حنفی کے نام کو بدل کر محمدی نام رکھ لیا اور چونکہ مسلمان فرقہ وہابیہ سے باخبر ہو چکے تھے اس واسطے عوام و خواص ان کو بجائے محمدی کے وہابی ہی کہتے تھے کیونکہ سوا شاہ صاحب کے اور کوئی عالم وہابی نہ تھا۔“

نقد انعام:

اچھروی صاحب اگر تاریخی شواہد سے یہ ثابت کر دکھائیں کہ شاہ ولی اللہ کی زندگی

میں خود شاہ صاحب یا کوئی دوسرا آدمی ہندوستان میں وہابیت سے مطعون تھا تو ان کو انعام دیا جائے گا۔ اگر یہ ثابت نہ کر سکیں تو پھر بھی ان کے بریلوی عقیدت مندوں کو ان کے کذاب ہونے سے انکار ہی رہے گا؟

۱۳- مزید بے سروپا جھوٹ:

حضرت سید احمد صاحب شہید نور اللہ مرقدہ' ہندوستان کی وہ شخصیت ہیں کہ تاریخ میں ان کی مثالیں بہت کم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ذی شعور مسلمان اور مخالف اسلام عیسائی مورخین ان کا نام ادب و احترام سے لیتے اور ان کے کردار کو نمایاں سنہری الفاظ سے بیان کرتے ہوئے سیر نہیں ہوتے مگر مصنف مقیاس حنفیت ان کی توہین کرتے ہوئے لکھ رہا ہے:

"اسمٰعیل" صاحب نے اپنے ساتھ ایک بالکل ان پڑھ شخص سید احمد بریلوی کو وہابیت کا ممدو معاون بنا لیا۔" (طبع اول ص ۲۵۴ اور طبع ثالث ۵۷۷)

سید صاحب:

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ سے سید احمد رحمتہ اللہ علیہ کا صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں اور مشکوۃ شریف سبقاً" پڑھنے پر تاریخی شہادت موجود ہے۔ مزید برآں آپ کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے بیشتر فارسی مکتوبات شائع ہو چکے ہیں اور ہندوستان کی مشہور و معروف پرانی لائبریریوں بلکہ لندن کی لائبریری تک میں اصل قلمی مکتوب بھی محفوظ ہیں۔

نہ صرف یہی بلکہ آپ کی تصنیف "تنبیہہ الغافلین" نامی بھی موجود ہے جس سے آپ کا علم ظاہر ہے تو پھر روشن سورج کو اندھیری رات یعنی فارسی مکتوبات اور تصنیف کی موجودگی میں سید صاحب کو بالکل ان پڑھ لکھنے والا یا تو مجنون ہے یا پھر مصداق۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

کیا حج ہی وہابیت کی اصل بنیاد ہے:

سطور گذشتہ میں اچھروی کی قلم سے ذکر ہو چکا ہے کہ شاہ ولی اللہ حج کو گئے تو وہابی مذہب اختیار کر کے واپس ہندوستان لوٹے اور ان کے بعد پھر محسن الملک حضرت مولانا نواب محمد صدیق حسن خاں بھوپال اور بعد' پھر مولوی مملوک علی صاحب کے متعلق بھی یہی لکھا ہے کہ یہ لوگ حج کو گئے تو وہابی ہو کر ہندوستان واپس لوٹے چنانچہ تفصیل آرہی ہے۔

اگر حقیقت یہی ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ ہی وہابیت کا اصل مرکز ہے تو پھر اچھروی اور دوسرے بریلویوں کو اپنا کعبہ اور مدینہ کوئی الگ بنا لینا چاہیے بلکہ عہد حاضرہ میں تو بالکل ان کو اس طرف رخ ہی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہاں وہابیوں کی امامت اور حکومت ہے۔

۱۴۔ عقل و شعور سے تہی دستی:

صاحب عقل و شعور جو کہتے ہیں وہ غور و فکر سے اور جو لکھتے ہیں وہ تحقیق و تفتیش سے' مگر مصنف مقیاس حنفیت عقل و شعور سے جس درجہ تہی دست ہے بطور نمونہ صرف دو مثالیں ملاحظہ فرماتے چلیے۔

اچھروی صاحب نے ص ۱۵ طبع اول اور تیسر ایڈیشن ص ۱۹۱ میں تحریک وہابیت کا آغاز اور پھر حجاز سے اس کے خاتمہ کا اعلان بحوالہ شامی یوں کیا ہے:

(ا) جیسا کہ ہمارے زمانے میں عبدالوہاب کے متبعین جو نجد سے نکلے اور حرمین میں چھا گئے۔"

(ب) اللہ تعالیٰ نے ان کی حکومت کو توڑا اور ان کو برباد کر دیا اور مسلمانوں کے لشکر نے ۱۲۳۳ھ میں ان پر فتح پائی۔"

(ج) ۱۲۳۳ھ میں بادشاہ مصر عبد اللہ کو شکست دے کر عبد اللہ ابن مسعود کو قید کر کے مصر لے گیا اور حجاز پر قبضہ کیا۔" (طبع اول ص ۲۵۵ ضبع

ثالث ص ۵۷۸)

غرض یہ کہ:

اچھروی صاحب اعلان کر رہے ہیں کہ وہابی تحریک عرب میں مسلط تو ضرور ہوئی' مگر ۱۲۳۳ھ میں یہ اس درجہ ناکام کر دی گئی کہ پورے حجاز پر مصری حکومت کا کلی تسلط ہو گیا۔

نہ صرف اقتدار:

نجدی حکومت کا صرف اقتدار ہی ختم نہ ہوا بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ وہابیت کی تباہی کے بعد اگر موسم حج میں کسی حاجی پر وہابیت کا شبہ بھی ہوا تو فوراً جیل میں بند کر دیا اور اگر تحقیق سے یہ معلوم ہو کہ یہ وہابی نہیں تو چھوڑ دیا ورنہ قتل یا دردناک سزاؤں میں مبتلا کر دیا۔

باوجود ان حالات کے پھر بھی اچھروی صاحب سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں وہابیت کا اصل مرکز ہونا سنئیے۔ مقیاس حنفیت طبع اول ص ۶۵۷ اور طبع ثالث ص ۵۸۰ میں لکھتے ہیں:

> "۱۲۸۵ھ میں (نواب صدیق حسن خاں) حج کو تشریف لے گئے تو وہاں سے وہابیت کا سبق سیکھ کر آئے اور ہندوستان میں واپس آکر استاذ الوہابین بن گئے اور بھوپال میں تمام وہابی علماء کو اکٹھا کر کے فقہ وہابی کی تدوین کی جس کے پردہ سے نکل کر مذہب وہابیہ ایک مستقل شکل میں شروع ہو گیا۔"

تضاد بیانی:

(۱) اچھروی صاحب خود ہی تو یہ اعلان کر رہے ہیں کہ ۱۲۳۳ھ میں حجاز سے وہابیت کا کلیتہ خاتمہ ہو گیا۔

(۲) مگر خود ہی اس کے برعکس یہ بھی ثابت کر رہے ہیں ۱۲۸۵ھ میں حجاز کے اندر وہابیت کا درجہ زور و غلغلہ تھا کہ نواب صاحب رحمتہ اللہ علیہ وہاں سے وہابی ہو کر

واپس لوٹے۔

(۳) ایک طرف تو اچھروی صاحب یہ ثابت کر رہے ہیں کہ ہندوستان وہابی نواب صاحب کے شاگرد ہیں۔

(۴) مگر اس کے برعکس خود ہی یہ بھی اعلان کر رہے ہیں کہ نواب صاحب نے ہندوستان کے تمام وہابی علماء کو اکٹھا کر کے فقہ وہابی کی تدوین کی۔

بریلوی دوستو!

انصافاً کہو کہ اس درجہ بے تکی باتیں اہل علم و ذی ہوش انسانوں کو کلام ہے؟

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ظلم کیشی کو
ہزاروں ہو چکے ہیں گرچہ تم سے فتنہ گر پہلے

۱۵۔ مشاہدہ کے خلاف جھوٹ:

لکھتے ہیں:

"۱۲۲۹ھ میں امیر سعود وہابیہ نے روضہ اطہر بھی شہید کر دیا۔" (طبع اول ص۲۵۵ طبع ثالث ص ۵۷۸، مقیاس حنفیت)

ہر سال ہزارہا کی تعداد میں پاکستان سے حجاج حج کو جاتے اور مسجد نبوی کے ساتھ ہی روضہ اطہر کی زیارت کا شرف بھی حاصل کرتے ہیں، نہ صرف یہی بلکہ روضہ اطہر کے گرد خلیفہ نورالدین کی سیسہ یا سکہ کی دیوار تہ آب سے لے کر زمین سے کافی بلند اور پھر اس کے گرداگرد ملک اشرف کی پیتل کی مضبوط جالی بھی جوں کی توں دیکھتے ہیں۔

بقول اچھروی جب کہ روضہ ہی شہید کر دیا گیا تو پھر یہ دیوار جالی کیوں محفوظ ہیں حالانکہ یہ سب کچھ زمانہ حج میں اچھروی صاحب نے بہ چشم خود بھی دیکھا ہے۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اچھروی صاحب کو نہ تو اپنی آنکھوں پر اعتبار ہے اور نہ ہی باقی دنیا کے مشاہدہ کا یقین۔ ٭

۲۶- اور سنیئے:

طبع اول ص ۲۲۷ طبع ثالث ص ۵۶۹ میں لکھتے ہیں کہ:

"مکہ مکرمہ کی اکثر مساجد کو (وہابیوں نے) شہید کر دیا۔ مثلاً جبل ابو قیس پر ایک مسجد تھی جو حرم سے بیٹھے جنوب مشرق میں نظر آرہی ہے۔ اس مسجد کو شہید کر دیا۔"

بریلوی دوستو!

آپ کے محقق خود ہی لکھ رہے ہیں کہ حرم میں بیٹھے مسجد نظر آرہی ہے اور خود ہی مصداق "اپنے قول پر بول" یہ بھی لکھ دیا کہ وہ مسجد بھی شہید کر دی۔

خود ہی بتاؤ کہ اس تضاد بیانی کا نام جھوٹ ہے یا نہیں؟

ہمارا فرض ہے کہنا بتا دینا
تمہارا کام ہے مانو یا نہ مانو

مسجد ہلال:

جبل ابو قبیس پر موجود ہے کہ جو حرم میں بیٹھے دکھائی بھی دے رہی ہے جیسا کہ اچھروی صاحب نے خود بھی لکھا ہے البتہ ضرور ہے کہ صحن مسجد کا دروازہ حکومت نے مقفل کر رکھا ہے کیونکہ جاہل لوگ اس کی پرستش کرتے تھے۔ بنابریں حکومت نے صحن مسجد کے دروازہ کو مقفل کر دیا۔

دیو بندی ہندوؤں کے نمائندے اور دارالعلوم دیوبند ہندوؤں اور عیسائیوں کا ادارہ ہے:

دارالعلوم دیو بند کی دنیا میں بھی جو شہرت ہے وہ محتاج بیان نہیں اور علماء دیو بند کی علمی شہرت بھی جس درجہ ہے' اسے دہرانے کی ضرورت نہیں' مگر آپ یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ اچھروی صاحب سکھا شاہی سے دارالعلوم دیو بند کو ہندوؤں اور

عیسائیوں کا ادارہ اور دیو بندی علماء کو ہندوؤں اور عیسائیوں کا نمائندہ اور ایجنٹ قرار دے رہے ہیں۔

اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

"مملوک علی صاحب جو تمام دیو بند کے استاذ ہیں۔ ان کو حرمین شریفین کا شوق ہوا تو وہاں پہنچتے ہی وہابیت سے متاثر ہوگئے ------ درس میں عقائد وہابیہ کے کئی پرزے تیار کر لیے ----- مملوک علی صاحب دیو بندی مذہب کی مشین ہیں۔ باقی سب پرزے یا فرع ہیں۔ مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی رشید احمد صاحب یہ دونوں مولوی صاحب کے بڑے شاگردوں میں سے تھے۔" (طبع اول ص ۲۵۵ طبع ثالث ۵۷۸)

بریلوی دوستو!

اپنے مایہ ناز محقق کی تحقیق سنتے ہو کہ مولوی مملوک علی صاحب حج کو گئے تو وہابی ہوکر ہندوستان وارد ہوئے اور وہابیت کے کئی ایک کل پرزے تیار کر لیے جن میں سے مولانا محمد قاسم اور مولانا رشید احمد رحمتہ اللہ سب سے بڑے ہیں۔

اصل حقیقت سنئیے۔ دارالعلوم دیوبند کی ابتداء ۱۸۶۷ء سے ہوئی۔ پس بقول اچھروی صاحب مولوی مملوک علی صاحب کا زمانہ حج گویا ۱۲۸۶ھ سے ایک مدت پہلے ہے مگر خود ہی اچھروی صاحب یہ اعلان بھی کر چکے ہیں کہ ۱۲۳۳ھ میں حجاز سے وہابیت ختم ہی نہیں بلکہ بزور شمشیر خارج کر دی گئی۔

پس جبکہ مولوی صاحب کے زمانہ حج کے وقت حرمین شریفین میں کوئی وہابی نہیں تھا تو یہ کیسے وہابیت سے متاثر ہوئے اور کیونکہ وہابی بن کر آئے۔ فرمائیے! کیاایسی ہی کذب بیانی کا ------- نام ہی مقیاس حنفیت ہے؟

"جب کہ ہندوؤں کو ان (دیو بندیوں) کی ہندونوازی کا پورا اعتماد ہو گیا تو ہندوؤں نے سوچا کہ ہم اسلام اور بانی اسلام کے نقائص تحریر کرتے ہیں تو ہمارا نقص کہنا کامیاب نہ ہو سکے گا۔ تو البتہ انہیں دیوبندیوں سے ہی کام لیا

جائے تو ممکن ہے انہوں نے مولوی محمد قاسم صاحب سے مدرسہ قاسمیہ دارالعلوم کا اجرا کروا دیا۔

برطانیہ بھی بانی اسلام کا چونکہ پرانا دشمن تھا۔ اس نے بھی اس شاخ کو ترقی سے نوازا اور باقی اسلامی مدارس آہستہ آہستہ ان کی کسمپرسی کی حالت سے کمزور ہو گئے کیونکہ ان کی پشت پناہ انگریز اور ہندو متمول قومیں تھیں۔ وہ ترقی کر گیا حتیٰ کہ ریاستوں سے سے چندہ آنا شروع ہو گیا۔"

(مقیاس حنفیت طبع اول ص ۲۵۶ طبع ثالث ص۵۷۹ ۵۸۰)

بریلوی دوستو!

اگر قاسم العلوم واقعی عیسائیت اور ہندو ازم کی تبلیغ و اشاعت کا مرکز ہے تو پر ہندو پاکستان تو رہے درکنار لبنان' شام مصر' عراق' حجاز' کابل' ایران' ترکستان وغیرہ ممالک کے جو طلبا طلب علم کے لیے اس کی طرف کشاں کشاں چلے آ رہے ہیں' کیا وہ سب کے سب ہندو ازم اور عیسائیت کی تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں؟

کتب فقہ اور احادیث کی حواشی و شروح جو علماء دیوبند کی طرف سے شائع ہو رہے ہیں۔ کیا یہ سب ہندو اور عیسائی مذہب کی نشرو اشاعت ہی ہے؟

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں جو دیو بند کی شاخیں کھلی ہوئی ہیں۔ کیا وہ بھی ہندو اور عیسائی مذہب کی ترویج و ترقی ہی کا موجب ہیں؟

پس اگر اصل حقیقت یہ ہے تو پھر خود ہی فرماؤ کہ تمہاری حنفیت کیا ہے اور کہاں ہے۔

طاش قلیاں میں رکھا ہے اس نے ابرمردہ کو
ڈوب مر رو رو کے تو اے بہمن آب میں!

نبی صلی اللہ علیہ پر جھوٹ:

اچھروئی صاحب نے ازخود افسانہ بنا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر یوں مشہور

کیا ہے:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجدیوں کے حق میں دعا فرمائی بلکہ فرمایا کہ نجد سے فتنے اور زلزلے اٹھیں گے اور قرن شیطان طلوع ہو گا اور آپ رخ انور (یہ فرماتے وقت) مشرق کی جانب تھا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی کے اشارے سے (مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا الفتنهة ههنا الفتنة ههنا من حيث يطلع قرن الشيطان ترجمہ: فتنہ یہاں سے ہو گا جہاں سے قرن شیطان طلوع ہو گا۔ آپ کا اس وقت علم غیب کی اطلاع دینا اس وقت من و عن صحیح ثابت ہو رہا ہے۔" (طبع اول ص ۲۵۱ طبع ثالث ص ۵۷۳)

اس پہلے طبع اول ص ۱۷۹ طبع ثالث ص ۴۰۶ پر یوں بھی لکھا ہے:

"یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علم غیب کی قبل از وقت خبر کا اظہار کرنا کہ میں نجدیوں سے ڈرتا ہوں اور دوسری بات یہ بھی ثابت ہو گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نجدیوں سے ڈر تھا۔ اب تم خود انصاف کر لو کہ نجدی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے کیوں محروم ہیں۔"

نجدیوں کی پہچان:

اچھروی صاحب (طبع اول ص ۵۱ اور طبع ثالث ص ۱۹۱ میں لکھتے ہیں:

"جیساکہ ہمارے زمانے میں عبدالوہاب کے متبعین جو نجد سے نکلے اور حرمین شریفین پر چھاگئے ہیں۔"

مصنف مقیاس حنفیت:

کے مذکورہ بیان کا خلاصہ یہ کہ نجدی وہابی وہی گروہ یا قوم ہے جس سے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ڈرتے رہے اور امت کو بھی ڈراتے گئے کہ فتنے و فسادات کا مظہر یہی نجد ہے جس سے گروہ وہابیہ ظاہر ہوا۔

اچھروی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سرسر جھوٹ باندھا ہے اگر بن توبہ کئے چل بسے تو یقیناً اس جرم کی پاداش میں سیدھے اسی مقام میں جائیں گے جس کی بشارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دی ہے۔ من کذب علی متعمد افلیتبوامقعدہ من النار ترجمہ :میرے نام سے جھوٹ و غلط اعلان کرنے والے کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

بریلوی دوست !

اگر اپنے محقق سے احادیث سے نہ سہی اپنے حنفی مذہب کے نامور شارحین حدیث کی شروح صحیح بخاری یا مرقاۃ شرح مشکوۃ سے ہی یہ ثابت کرا دیں کہ حدیث میں وارده نجد سے مراد نجد وہابیہ ہی ہے تو ان کو ایک ہزار بطور انعام پیش کر دیا جائے گا۔

نہ مانیں گے نصیحت تیری اے اشرف وہ ہرگز
یہ ان کی بات مانیں گے جو گمراہی سکھاتے ہیں!

اصلیت:

یہ ہے کہ نجد فتنہ صرف وہی نجد ہے جو کوفہ و عراق کے نام سے شہرہ آفاق ہے۔ امت پر جس قدر بھی فتنے باہر سے آئے یا افراد امت سے ظاہر ہوئے' ان تمام کا سرچشمہ کوفہ و عراق ہی ہے۔ حتیٰ کہ پورے بہتر فرقوں کا ظہور و خروج کوفہ' بصرہ بغداد عراق ہی سے ہوا ہے۔

اس کے برعکس نجد وہابیہ وہ مبارک نجد ہے جو یمن و حجاز کا مشترکہ علاقہ ہے لہٰذا یمن و حجاز سے متعلق جو بشارتیں اور دعائیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائیں۔ نجد وہابیہ ان سب کا حقدار ہے۔

چنانچہ اس موضوع پر ہم اپنے رسالہ "کمل البیان فی شرح حدیث نجد قرن الشیطان" میں تفصیل بحث کر چکے ہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور

حنفی فقہا سے نجد وہابیہ کا قرب قیامت مرکز اسلام ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

جھوٹ و افتراء:

مثیاس حنفیت میں بکثرت ہیں جن کا ذکر اپنی اپنی جگہ ہوتا رہے گا۔

حنفی مذہب

یہ واضح ہے کہ حنفی مذہب صرف وہی ہے جو حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے قول و عمل سے ثابت ہے چنانچہ اصول فقہ حنفی کی مستند درسی کتابوں میں مقلد کی پوزیشن یوں بیان کی گئی ہے۔

اواماالمقلد فمستنده قول مجتهده (مسلم الثبوت)

مقلد کے لیے اپنے امام و مجتہد کا قول ہی شرعی حجت ہے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب:

نے مذکورہ اصولی مسئلہ کی تشریح جس وضاحت سے بیان کی ہے۔ بریلوی عقیدت مندوں کے لیے اسے بھی ذکر کر دینا ضروری ہے۔ فرماتے ہیں:

"اگرچہ کتب فقہ حنفیہ میں قول صاحبین پر بھی فتویٰ ہے مگر اصح واحوط واقدم قول سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ ہے اور فقیر کا معمول ہے کہ کسی مسئلہ میں بے خاص مجبوری کے قول امام سے عدول گوارا نہیں کرتا۔

تفصیل جلیل میرے رسالہ احلی الاعلام بان الفتوی نطلقا علے القول الامام میں ہے:

اذا قال الامام فصد قوه نسان القول ما قال الامام (ملفوظات مولوی احمد رضا خان صاحب جلد دوم ص ٢٤)

امام صاحب کے قول و عمل کو قبول و معمول کرو کیونکہ اصل حنفی مذہب وہی ہے جو قول امام سے ثابت ہے۔ ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی نہ شیبانی۔

غرض یہ کہ:

حنفی مذہب کا انحصار صرف امام صاحب کے قول پر ہے یعنی جو مسئلہ قول امام سے ثابت ہو وہ حنفی مذہب ہے اور جس مسئلہ کی دلیل و سند حضرت امام سے نہ ملے اسے حنفی مذہب پر بہتان ہے۔

لباس خضر میں یاں سینکڑوں راہزن بھی ملتے ہیں
اگر دنیا میں رہنا ہے تو کچھ پہچان پیدا کر

مقیاس حنفیت اچھروی صاحب:

نے اپنی کتاب کا نام تو "مقیاس حنفیت" یعنی حنفی مذہب معلوم کرنے کا تھرمامیٹر بلکہ طبع ثالث کے ٹائیٹل پر تصویر بھی تھرمامیٹر کی دے دی ہے مگر اس میں جس قدر بھی مسائل بیان کئے ہیں' ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں کہ جس کا ثبوت امام ابو حنیفہ ؒ کے قول و فعل سے مل سکے یا کم از کم حنفی مذہب کی مستند درسی کتب قدوری' ہدایہ' کنز الدقائق اور شرح وقایہ وغیرہ میں مذکور ہو بلکہ مقیاس حنفیت کے مندرجہ تمام مسائل صرف وہی ہیں جو قبر پرستی اور پیٹ پرست ملاؤں نے پیٹ پرست کے لیے ازخود ایجاد کر کے حنفی مذہب کے نام پر مشہور کر رکھے ہیں۔

چنانچہ مصنف مقیاس حنفیت نے اپنی شہرت اور قبر پرستوں پر بطور احسان ان من گھڑت مسائل کو ڈرامائی اور غلط تاویلات سے حنفی مذہب کے نام منسوب کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

نہ صرف یہی بلکہ عام مسلمانوں کو توحید و سنت سے دور رکھنے اور اہل حدیث کو بدنام کرنے کے لیے ان پر بہتان باندھے اور نکتہ چینی کی ہے مگر ہم اس پوری نکتہ چینی کو نظر انداز کرتے ہوئے "مقیاس حنفیت" کے بنیادی مسائل سے "مقیاس حقیقت" کی ابتداء کرتے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ

بنیادی مسئلہ:

پوری افسانہ طرازی کی بنیاد صرف ایک ہی مسئلہ ہے اور وہ ہے "بشریت انبیاء علیہم السلام سے انکار" بقیہ تمام مسائل یعنی علم غیب' حاضر و ناظر' استمداد اور اعانت ازانبیاء و صلحاء' عرس اور بزرگوں کی نذر نیاز اور گیارہویں وغیرہ' یہ سب اسی کی شاخیں ہیں۔

لہٰذا مصداق الم و فلاھم اچھروی صاحب کے بنیادی مسئلہ سے متعلق اسلامی عقیدہ سنئے تاکہ جب بنیاد وہی نہ رہی تو پوری عمارت انشاء اللہ العظیم دھڑام سے گر جائے گی۔ وباللہ التوفیق وھوا المستعان و علیہ التکلان

مقیاس حنفیت:

کے جمیع اعتراضات اور پورے دلائل اگر لفظ بلفظ نقل کیے اور پھر حرف بحرف ان کا جواب لکھا جائے تو طویل دفتر بن جائے گا جس کے لیے بہت زیادہ وقت درکار ہے۔

لہٰذا بجائے تضیع اوقات کے صرف اچھروی صاحب کے بشریت سے انکاری کے ثبوت اور بشریت پر کیے گئے اہم اعتراضات کا لب لباب مقیاس حنفیت طبع اول اور تیسرے ایڈیشن کے الفاظ میں نقل کر کے ان کا جواب قرآن کریم کی آیات بیّنات اور صحیح احادیث' خود امام ابو حنیفہؒ پھر حنفی مذہب کی مستند درسی کتب عقائد کے الفاظ ان کا صحیح منشاء و مفہوم' مجدد قائدین ملت بریلویہ اور صدر حزب الاحناف و جمعیت العلماء کل پاکستان سید ابو الحسنات صاحب خطیب مسجد وزیر خان کے قلم سے عرض ہے۔

اچھروی صاحب:

نے انبیاء علیہم السلام بالخصوص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرتے ہوئے جو دلائل دیئے ہیں' ان کا ماحصل مقیاس حنفیت کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائے۔

(۱) طبع اول ص ۷۸ اور طبع ثالث ص ۲۳۴ میں لکھتے ہیں:

"احناف کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہہ کر پکارنا کفر ہے کیونکہ یہ کلمہ بشر انبیاء علیہم السلام کو کو حقارتاً کفار کہا کرتے تھے۔"

(۲) طبع اول ص ۷۸ اور طبع ثالث ص ۲۳۵ بحروف جلی لکھا ہے:

"وہابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مثل بشر کہتا ہے اور حنفی آپ کو بے مثل نور کہتا ہے۔ تم سوچو کہ تم کون ہو۔"

(۳) طبع اول ص ۷۹ اور طبع ثالث ص ۲۳۶ میں قل انما انا بشر مثلکم کی تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(ا) "اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تواضع کے واسطے انما انا بشر مثلکم سکھلایا ہے۔"

(ب) "نبی جو اپنی زبان سے بطریق تواضع و انکساری ارشاد فرما دیں' ہم ان کو اپنی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تواضعانہ اور انکسارانہ اور غلامانہ الفاظ پیش کر سکتے ہیں۔" (ص ۷۹ طبع اول ص ۲۳۶ طبع ثالث)

"آدم علیہ السلام کا کئی برس تک یہ وظیفہ رہا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرین ○ آدم علیہ السلام نے اس دعا میں اپنی ذات کو ظلم و خسارہ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن اگر ہم آدم علیہ السلام کی ذات کی طرف ظلم و خسارہ منسوب کریں تو ایمان جاتا ہے۔

ایسے ہی یونس علیہ السلام نے لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین پڑھ کر اپنی طرف ظلم منسوب کیا اگر ہم ان کو ظالم کہہ دیں تو کفر ہے۔ لہٰذا انبیاء کرام نے جو الفاظ عجز و انکساری اپنی طرف استعمال فرمائے کسی امتی نے ان کا حال ان کو قرار نہ دیا۔ چنانچہ اگر ہم بھی انہیں الفاظ کو جو انہوں نے اپنی ذات پر استعمال کئے ہیں' منسوب کریں تو کفر ہے۔

(۴) علی ہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انما انا بشر مثلکم یا ھل کنت الا

بشرا رسولا کہنا اور انبیاء کا ان نحن الا بشر مثلکم اپنی ذات کے واسطے تواضعا جائز ہے لیکن ہم امتیوں کو انبیاء کی شان میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اپنی مثل بشر کہنا توہین انبیاء میں گرفتار ہونا اور سنت ابلیسی کا پیرو ر ہونا ہے۔" (طبع اول ص ۸۰ طبع ثالث ص ۲۳۸ آگے چل کر لکھتے ہیں:

"کفار اپنے زمانے کے انبیاء کو اپنے مثل بشر کہتے آئے ہیں۔"

(۴) تمام قرآن کریم میں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی امتی نے بھی اپنے نبی علیہ السلام کو بشر کا خطاب کیا ہو (طبع اول ص ۷۹ طبع ثالث ۲۳۸ طبع اول ص ۸۱ اور طبع ثالث ص ۲۴۴ پر تلبس کرتے ہوئے بطور نتیجہ لکھا ہے:

(۵) ان نو آیات کریمہ سے ثابت ہوا کہ انبیاء کو کسی امتی نے بشر سے خطاب نہیں کیا اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی صحابی نے بشر کا خطاب کیا۔ اس کا شاہد تمام قرآن مجید ہے ——— مومنوں میں سے انبیاء علیہم السلام کو بشر پکارنے والا ایک بھی ثابت نہیں ہوتا۔

(۶) ہاں ایک روایت ترمذی کی باوجود خبر احاد ہونے کے ضعیف بھی ہے۔ طبع اول ص ۸۶ اور طبع ثالث ص ۲۴۰ پر وہ حدیث بحوالہ مشکوۃ و شمائل ترمذی بالفاظ کان بشر من بشر صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشروں سے بشر تھے"

اس روایت کا جواب و ضعف بیان کرتے ہوئے لکھا:

"اس کی سند میں بہت ضعف ہے۔ اہل حدیث بننے کا دعویٰ کرنے والو! ایسی کچی باتیں احناف کے سامنے پھر زبان پر نہ لانا۔"

مصنف مقیاس حنفیت کے مغالطہ بازی سے کما حقہ' آشنا ہونے کے لیے یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آدم اور اس کی اولاد یا نسل انسان کو چار مختلف ناموں سے موسوم فرمایا ہے۔ آدم' بشر' انسان اور رجل' بطور مثال سنئے:

۱۔ آدم:

یہ نام چونکہ شہرہ آفاق ہے اس لیے پارہ اول سورہ بقرہ کے شروع وعلم ادم

الاسماء الایہ پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے۔

۲۔ انسان:

(ا) خلق الانسان ○ علمه البیان ○ (پ ۲۷۔ الرحمٰن) انسان کو پیدا کیا' بیان کرنا سکھایا۔

(ب) خلاق الانسان من صلصال کالفخار ○ (حوالہ مذکور) پیدا کیا انسان کو ٹھیکری کی مانند بجنے والی مٹی سے۔

(ج) خلق الانسان من علق ○ (پ ۳۰۔ سورہ علق) پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون کی پھٹکی سے۔

۳۔ بشر:

(ا) انی خالق بشرا من طین ○ (پ ۲۳۔ سورہ ص) میں پیدا کرنے والا بشر کو مٹی سے۔

(ب) هو الذی خلق من الماء بشرا ○ (پ ۱۹۔ سورہ فرقان) وہی جس نے پانی (نطفہ) سے بشر کو پیدا کیا۔

(ج) بل انتم بشر ممن خلق ○ (پ ۶۔ سورہ مائدہ) بلکہ تم بشر ہو' اس چیز سے کہ پیدا کیا۔

۴۔ رجل:

(ا) خلق منها زوجها و بث منهما رجالا کثیرا ○ (پ ۴۔ سورہ نساء) آدم سے اس کی بیوی کو پیدا کیا اور دونوں سے کثرت ولاتعداد رجال و مرد۔

(ب) الرجال قوامون علی النساء ○ (پ ۵۔ سورہ نساء) رجال (مردوں) کو عورتوں پر غلبہ ہے۔

(ج) ولو جعلنه ملکا لجعلنه رجلا (پ ۷۔ سورہ انعام اگر ہم کوئی فرشتہ بھی رسول بنا کر بھیجتے تو اسے بھی رجل (مرد) بنا کر ہی بھیجتے۔

مذکورہ آیات:

سے ظاہر ہے کہ رجل، بشر، انسان اور آدم بظاہر مختلف الفاظ ہیں مگر ان سب کا مفہوم صرف ایک ہی ہے۔ اس کو ذہن نشین رکھتے ہوئے سنئیے۔

متفقہ امر ہے کہ آدم علیہ السلام خود نبی بھی تھا اور پھر ان کے بعد نبوت کا سلسلہ بدستور ان کی اولاد یا نسل میں جاری رہا۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا۔

کفار کا عقیدہ ہے کہ بشر یا انسان نبی اور رسول نہیں ہو سکتا۔

انبیاء و رسل کی نبوت و رسالت کا انکار کرنے والے کفار نے اپنے اپنے عہد میں جس اہم دلیل اور سبب کی بنا پر انکا کیا وہ محض انبیاء و رسل کا انسان و بشر ہونا اور عوام الناس کی طرح ان کا کھانا پینا اور بازاروں وغیرہ میں چلنا اور پھرنا ہی ہے۔ قرآن نے کفار کے اس اصول اور عقیدہ کو جس وضاحت سے بیان فرمایا، نمونہ ملاحظہ فرمایئے:

(۱) وقالو ما لھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق لولا انزل الیہ ملک فیکون معہ نذیر (پ ۱۸ فرقان رکوع ۱)

ترجمہ: کفار بدکار کہنے لگے کیا یہ بھی رسول ہو سکتا ہے جو ہماری طرح کھاتا پیتا اور بازاروں وغیرہ میں ضروریات کے لیے پھرتا ہے کیوں نہیں اتارا گیا (اس کی تصدیق کے لیے) کوئی فرشتہ جو اس کے ہمراہ لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتا۔

(۲) ماھذا الا بشر مثلکم یا کل مما تاکلون و یشرب مما تشربون ○ ولئن اطعتم بشرا مثلکم انکم اذا لخسرون ○

(پ ۱۸ سورہ مومنون ع ۳)

ترجمہ: نہیں ہے یہ رسول مگر تمہارے جیسا ہی ایک بشر، جو کچھ تم کھاتے پیتے ہو وہی یہ بھی کھاتا اور پیتا ہے۔ پس اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک بشر کو نبی و رسول تسلیم کر

کے فرمانبرداری اختیار کی۔ تو تم انتہائی خسارے والے ہوئے۔

(۳) ان هو الا رجل ن افترى على الله كذ با وما نحن له بمومنين ○

(حوالہ مذکورہ)

ترجمہ: نہیں ہے یہ رسول مگر ایسا آدمی کہ اس نے افترا کیا ہے اللہ پر (نبوت کا دعوے دار ہو کر) اور ہم قطعاً اس پر ایمان نہیں لا سکتے۔

(۴) وما نرلك الا بشرا مثلنا وما نريك اتبعك الا الذ ين هم اراذ لنا بادى الراى وما نرى لكم علينا من فضل بل نظلنكم كذ بين ○

(پ ۱۲ سورہ ھود ع ۳)

ترجمہ: سرداران کفار قوم نوحؑ نے کہا اے نوحؑ ہم تجھے اپنے جیسا ایک بشر ہی تو دیکھ رہے ہیں اور تیری نبوت کا اقرار و تابعداری کرنے والے بھی ہماری قوم کے کمینے اور موٹی عقل کے انسان ہی ہیں اور ہم اپنے سے زیادہ کوئی بھی تیری فضیلت و مرتبہ نہیں دیکھ رہے۔ بلکہ ہم تو تمہیں سراسر جھوٹا ہی جانتے ہیں۔

(۵) فقالوا انومن لبشرين مثلنا و قومهمالنا عبد ون ○ (پ ۱۸ مومنون ع ۳)

ترجمہ: قوم فرعون کے سرداروں نے کہا' ہم موسیٰ اور ہارون) دو انسانوں پر جو کہ ہماری طرح ہی کے بشر (ضروریات زندگی کے محتاج) ہیں کیسے ایمان لائیں حالانکہ انکی قوم اور برادری ہماری غلام و اطاعت گذار ہے۔

(۶) قالت رسلهم انى الله شك فاطر السموت والارض يد عوكم ليغفرلكم من ذ نوبكم و يوخركم الى اجل مسمى قالوا ان انتم الا بشر مثلنا تر يد ون ان تصد وناعما كان يعبد اباء نا فاتونا بسلطن مبين ○ (پ ۱۳ سورہ ابراھیم - ع ۲)

ترجمہ: قوم کفار کو ان کے رسولوں نے کہا' کیا اللہ تعالیٰ کی ذات یا ہستی میں بھی تمہیں کچھ شک و شبہ ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ وہی تمہیں دعوت دیتا

ہے کہ آؤ میری طرف تاکہ تمہارے گناہ بخش دوں اور مقررہ وقت تک مہلت دوں۔ (اس دعوت انبیاء و رسل کے جواب میں) قوم کفار نے کہا (اے نبوت و رسالت کے مدعیو) نہیں ہو تم مگر خود ہماری طرح کے انسان یا بشر (دعوی نبوت) سے تمہارا ارادہ و منشا یہ ہے کہ تم ہمیں ان معبودوں کی پرستش سے روک دو، جن کی پوجا ہمارے بزرگ کرتے چلے آئے ہیں۔ پس (اگر تم اپنے دعوی نبوت میں سچے ہو) کوئی صریح دلیل ہمارے سامنے پیش کرو۔

(۷) وما منع الناس ان یومنوا اذ جاء ھم الھدی الا ان قالوا البعث اللّٰہ بشرا رسولا ○ (پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل - ع ۱۱)

ترجمہ: کفار مکہ کو ہدایت (قرآن و رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے صرف یہی امر مانع ہوا کہ وہ کہنے لگے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو ہی رسول بنا کر بھیج دیا ہے۔

(۸) ھل ھذا الا بشر مثلکم افتاتون السحرا وانتم تبصرون ○ (پ ۱۷ شروع)

ترجمہ: کفار مکہ نے خفیہ مشورہ کیا اور آپس میں کہا، نہیں ہے یہ (رسول) مگر ایک بشر جو خود تمہارے ہی جیسا ہے پھر کیا تم بچشم خود دیکھنے کے باوجود بھی یہ جادو قبول کر سکتے ہو۔

(۹) فقال الملا الذین کفروامن قومہ ما ھذا الا بشر مثلکم یرید ان یتفضل علیکم ولو شاء اللہ لا نزل ملئکۃ ○ (پ ۱۸ سورہ مومنون ع ۲)

ترجمہ: سرداران قوم کفار نے کہا، نہیں یہ (رسول) مگر خود تمہارے جیسا ایک بشر۔ اس کا ارادہ ہے کہ تمہارے اوپر فضیلت حاصل کرے (امیر یا سردار قوم بن جائے) اگر اللہ تعالیٰ کوئی رسول بھیجنا چاہتا تو کسی فرشتہ کو نازل کر دیتا۔

(۱۰) جب صلح علیہ السلام نے قوم کے روبرو اپنی نبوت پیش فرمائی تو قوم نے یوں جواب دیا:

انما انت من المسحرین ○ ما انت الا بشر مثلنا فات بایۃ ان کنت

من الصدقین ○

ترجمہ: سوا اس کے نہیں کہ تو ایک مسحور انسان (تجھ پر جادو کیا گیا) ہے نہیں ہے تو مگر ایک بشر' پس ہمارے سامنے اپنی نبوت کی کوئی دلیل پیش کر' اگر تو سچا ہے۔

(۱۱) حضرت شعیب علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے خطاب کیا کہ میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تو کفار نے جواباً کہا:

انما انت من المسحرین ○ وما انت الا بشر مثلنا وان نظنک لمن الکذبین ○ (پ ۱۸ سورہ الشعراء ع ۱۰)

ترجمہ: سوا اس کے نہیں کہ تجھ پر جادو کیا گیا ہے اور نہیں ہے تو مگر ہمارے جیسا ایک بشر اور ہمارا گمان یہ ہے کہ تو جھوٹا ہے (کیونکہ کبھی بشر بھی رسول ہو سکتا ہے)۔

(۱۲) کفار مکہ نے اپنے چوہدری ولید سے کہا:

"تو چونکہ بہت ملکوں میں پھر چکا ہے۔ لہٰذا ہمیں یہ بتاؤ کہ محمد جو کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔"

تو اس مردود نے جواب دیا کہ:

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جھوٹے ہیں اور یہ قرآن انسان یا بشر کا کلام ہے"

ان ھذا الا سحر یوثر ○ ان ھذا الا قول البشر ○ (پ ۲۹ سورہ مدثر ع ۱)

ترجمہ: نہیں ہے یہ مگر یہ جادو نقل کیا گیا اور نہیں ہے یہ قرآن مگر کلام بشر۔

تلک اثنا عشرۃ کاملۃ:

قرآن مجید میں اس مضمون کی آیات اگرچہ بکثرت ہیں لیکن ہم نے بطور نمونہ صرف ۱۲ آیات کو پیش کیا ہے۔

کفار انبیا علیہم السلام کو حقارت مذاق سے بشر نہیں کہتے تھے جیسا کہ مصنف مقیاس حنفیت نے عوام یا دین سے ناواقف اور جاہلوں کو دھوکہ دینے یا گمراہ کرنے کے غرض سے یوں لکھ دیا کہ:

"کلمہ بشر انبیاء علیہم السلام کو حقارتاً کفار کہا کرتے تھے۔"

بلکہ کفار کا بنیادی عقیدہ شیطانی تعلیم و انگیخت سے یہ تھا کہ بشر یا انسان کا نبی رسول ہونا ناممکن ہے۔

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

اسلام کا اصولی مسئلہ:

اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جو ابو البشر اور پہلے انسان یا رجل ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پہلے نبی بھی ہیں۔ ان کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ انکی اولاد میں بدستور جاری رہا۔ حتیٰ کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی و رسول ہوئے جن کی انتہاء ہمارے نبی الرحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوئی۔

چنانچہ شرح فقہ اکبر (جسے اچھروی بھی تسلیم کر چکا ہے) میں حدیث کے واضح الفاظ یوں نقل کئے گئے ہیں کہ:

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انبیاء کی گنتی و تعداد پوچھی گئی تو فرمایا:

"مائة الف اربعة و عشرون الفا والرسل منهم ثلث مائة و عشر اولهم ادم و اخرهم محمد صلى الله عليه وسلم ○

(شرح فقہ اکبر ص ۲۸ مطبوعہ کانپور)

ترجمہ: ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ہیں جن میں تین سو دس رسول ہیں۔ انکی ابتدا آدم (علیہ السلام) سے ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم ہیں علیہم الصلوٰة والسلام۔

یہی وجہ ہے کہ حضورؐ خاتم النبین کے نام سے موسوم ہیں۔ چنانچہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

"وختم بی الرسل وانا خاتم النبیین" (مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۵) غرضیکہ آدم علیہ السلام سے جو نبوت و رسالت کا سلسلہ شروع ہوا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔

صحیح مسلم اور جامع ترمذی:

کی احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان یوں بھی موجود ہے ان سید ولد ادم" میں اولاد آدم کا سردار یا افضل ترین انسان ہوں۔

صحیح بخاری:

کی حدیث کے درخشاں الفاظ کی ضیا باری بھی ملاحظہ فرماتے چلئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ:

"قال رسول الله صلی الله علیه وسلم بعثت من خیر قرون نبی ادم قرنا فقرنا حتٰی کنت من القرن الذی کنت منه"

ترجمہ: رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا' میں اولاد آدم کے بہترین قبائل اور خاندانوں سے ہوتا ہوا اس افضل ترین خاندان میں پہنچا ہوں جس میں میری پیدائش ہوئی۔

غرضیکہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم رحمتہ للعلمین' خاتم النبیین ہونے کے ساتھ ہی اولاد آدم کے فرد بشر' سردار اور افضل ترین انسان بھی ہیں۔

چنانچہ فقہ اکبر جو حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف مانی جاتی ہے اس کی شرح لکھتے ہوئے علامہ ملاعلیؒ حنفی نے اس حقیقت کو جس وضاحت سے آشکار کیا ہے وہ آ رہی ہے۔

انبیاء علیہم السلام بنی نوع انسان ہی سے ہیں

متفقہ امر ہے کہ نسل انسانی کا پہلا دور طوفان نوح (علیہ السلام) پر ختم ہو جاتا ہے اور عہد جدید یا دور ثانی کی ابتداء حضرت نوح علیہ السلام سے شروع ہوتی ہے یہی وجہ

ہے کہ نوح (علیہ السلام) آدم ثانی سے موسوم ہونے کے ساتھ ہی رسول بھی ہی ہیں۔ گویا موجودہ انسانی آبادی ان کی نسل ہی سے ہے۔

نبوت و رسالت کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں۔

(۱) ثم انشانا من بعدھم قرنا اخرین ○ فارسلنا فیھم رسولا منھم

(پ ۱۸ سورہ مومنون ع ۲)

ترجمہ :پھر قوم نوح کے بعد ہم نے ایک دوسری قوم پیدا کی اور ان ہی (اسی قوم و نسل) میں سے ان کا رسول بھیجا۔

(۲) الم یاتکم رسل منکم یقصون علیکم ایتی ○

(پ ۱۸- سورہ مومنون ع ۱۲)

ترجمہ : (کفار سے قیامت کے دن یہ سوال ہو گا) کیا تمہارے پاس خود تمہاری نسل وقوم سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہارے سامنے میری آیات بیان کرتے تھے؟

(۳) یبنی ادم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم ایتی ○

(پ ۸- اعراف ع ۴)

ترجمہ : اے اولاد آدم جب آئیں تمہارے پاس رسول خود تمہاری نسل میں سے' بیان کریں اوپر تمہارے میری آیات۔

(۴) اوعجبتم ان جاءکم ذکر من ربکم علی رجل منکم لینذرکم

ترجمہ : اے کافرو : کیا تعجب کرتے ہو تم اس پر کہ آئی ہدایت تمہارے پروردگار کی طرف سے خود تمہاری ہی قوم نسل کے ایک رجل (انسان یا بشر) پر تاکہ ڈرائے تم کو عذاب الٰہی سے۔

(۵) اکان للناس عجبا ان اوحینا الی رجل منھم ان انذر الناس

(پ ۱۱ - سورہ یونس ع ۱)

ترجمہ : کیا لوگوں (انسانوں) کو اس پر تعجب ہوا کہ ہم نے ان ہی (کی نسل) میں سے ایک رجل (بشر یا انسان) پر وحی کر دیا (رسول بنا دیا) کہ ڈراوے لوگوں کو۔

(۶) بل عجبوا ان جاء ھم منذر منھم (پ ۲۶ سورہ ق ع ۱)

ترجمہ: بلکہ تعجب ہوا ان کو اس پر کہ آیا انکے پاس رسول ان ہی (کی نسل) میں سے۔

تلک ستۃ کاملۃ:

اس مضمون کی آیات قرآن مجید میں بکثرت ہیں مگر مسلمانوں کے اطمینان کے لیے چھ آیات ہی کافی ہیں جو اعلان کر رہی ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام خود اپنی اپنی قوم و نسل کے فرد و بشر ہی ہیں۔

باوجود ان دلائل و اعلانات کے اگر پھر بھی کوئی انبیاء علیہم السلام آدم کا فرد و بشر یا انسان نہیں مانتا تو وہ یقیناً اسلامی عقیدہ کے خلاف ہے۔

نہیں جانتے یہ کہ جاتے کدھر ہیں
گئے بھول رستہ یا وہ راہ پر ہیں؟

انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوم وامت کے رشتہ دار ہیں

ذیل میں قرآن حکیم کی زبان سے انبیاء کا اپنی اپنی قوم و امت کا رشتہ دار و بھائی ہونا ملاحظہ فرمائیے:

(۱) اذ قال لھم اخوھم نوح الا تتقون ○ (پ ۱۹ - سورہ الشعرء ع ۶)

ترجمہ: جب قوم کفار کو ان کے بھائی نوحؑ نے کہا۔ تم کیوں نہیں ڈرتے۔

(۲) الی عاد اخاھم ھودا (پ ۱۹ اعراف - رکوع ۹)

ترجمہ: قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) کو رسول بھیجا۔

(۳) و الی ثمود اخاھم صالحا ○ (پ ۸ سورہ اعراف ع ۱۰)

ترجمہ: قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو رسول بھیجا۔

(۴) والی مدین اخاھم شعیبا ○ (پ ۸ سورہ اعراف - ع ۱۱)

ترجمہ: اہل مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو رسول بھیجا۔

(۵) اذ قال لهم اخوهم لوط الا تتقون ○ (پ ۱۹ سورہ اعراف - ع ۹)
ترجمہ: جب ان کے بھائی لوطؑ نے اپنی قوم سے کہا؛ تم کیوں نہیں ڈرتے۔

تلک خمسۃ کاملۃ:

یہ پانچ آیات اس امر کی شہادت و ثبوت میں کافی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اپنی اپنی امتوں کا بھائی اعلان فرمایا ہے۔

دور ہو جائے اگر کینہ تو دل آئینہ ہو
معرفت کے نور سے روشن تمہارا سینہ ہو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے امتیوں کو اپنا بھائی فرمانا

اب ذیل میں خود رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا اپنی امت کے افراد کو اپنا بھائی فرمانا ملاحظہ فرمایئے:

(۱) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان سے گذرے تو آپؐ نے "السلام علیکم وار قوم مومنین" فرماتے ہوئے کہا:

وددت ان قد راینا اخواننا

ترجمہ: ہم اپنے بھائیوں کو دیکھنے کی خواہش رکھتے ہیں

صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کلمہ سننے پر عرض کیا:

اولسنا اخونک یا رسول اللہ قال انتم اصحابی وخواننا الذین لم یاتوا الحدیث (صحیح مسلم - باب استحباب اطالۃ الغرۃ کتاب الطہارت)

ترجمہ: کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپؐ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا - آپ تو میرے صحابہ ہیں اور بھائی وہ ہیں جو ابھی نہیں آئے یعنی صحابہؓ کے بعد آنے والوں کو بھائی فرمایا (مسلمانوں! آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہونا مبارک ہو)

علامہ نوویؒ:

اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں" کہ صحابہؓ کا درجہ محبت میں چونکہ بہت زیادہ ہے اس لیے ان کو "انتم اصحابی" سے فائز کرتے ہوئے ان کے بعد آنے والے تا قیامت مومنین کو بھائی کے منصب جلیلہ کی بشارت سے سرفراز فرما دیا۔

نیز رطب اللسان ہیں انما المومنون اخوۃ الایتہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی بھائی بندی کو آشکارا فرمایا ہے (مبارک ہیں وہ جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برادری میسر ہے اور منحوس ہیں وہ جنہیں حضور (صلی علیہ وسلم) کی برادری پسند نہیں)

(۲) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصارومہاجرین رضی اللہ عنھم کی مجلس میں تشریف فرماتھے کہ ایک اونٹ آیا اور آپؐ کے سامنے اس نے سجدہ کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ تسجد لک البھائم والشجر ننحن احق ان نسجد لک فقال اعبدوا ربکم اکرموا اخاکم" الحدیث (مشکوۃ)

ترجمہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کو غیرذی شعور چارپائے اور درخت سجدہ کرتے ہیں تو ہم ان سے کہیں زیادہ حقدار ہیں کہ آپؐ کو سجدہ کریں۔ ارشاد فرمایا:

("سجدہ چونکہ مخ العبادات ہے) عبادت تو اپنے پروردگار ہی کی کرو' اور اپنے بھائی کی (ہماری) عزت' اطاعت و فرمابرداری کرو ـــــــــــــــــــ

صحابہؓ حضور کو اپنا بھائی جانتے تھے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ حضرت ابوبکرؓ سے عائشہ کار رشتہ طلب کیا تو صدیقؓ نے عرض کیا:

انما انا اخوک فقال انت اخی فی دین اللہ و کتابہ وھی لی حلال

(کشف الغمہ عن جمیع الا ائمۃ للشعرانی جلد ۲ ص ۷۰)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تو آپؐ کا بھائی ہوں۔ ارشاد فرمایا:

(اے صدیقؓ) تو یقیناً اللہ کے دین اور اس کی کتاب میں میرا بھائی ہے لیکن عائشہ میرے لیے حلال ہے۔

خلاصہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے افراد کو اپنا بھائی جانتے اور صحابہؓ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بھائی کہتے اور سمجھتے تھے۔

اہل ایمان یا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی برادری:

حقیقت ہے کہ انسانی برادریاں صرف دو ہی ہیں۔

(۱) اول اہل ایمان کی برادری ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انما المومنون اخوۃ الایتہ سے بیان فرمایا ہے اور اس برادری و بھائی بندی کے ممتاز ارکان انبیاء و رسل ہیں۔

(۲) دوسری برادری کفر کی ہے جس کے گورو فرعون و ابوجہل ہیں۔ پس جس نالائق کو اہل ایمان کی برادری میں شمولیت بری معلوم ہوتی ہے وہ اپنے انجام سوچ لے

؎ مجھ سے گیا، پالا ستم گر سے پڑا
مل گئی اے دل تجھے کفران نعمت کی سزا

دعا ہے:

کہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اخوت و برادری سے سرفراز فرماتے ہوئے حشر میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمرہ میں اٹھائے اور فردوس بریں میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کے پڑوس جوار میں جگہ بخشے۔ آمین

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی نوع انسان ہی سے ہیں!

اگرچہ یہ دہرانے کی ضرورت نہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی بنی نوع

انسان ہی کے ممتاز ترین فرد ہیں کیونکہ قرآن حکیم نے یہ اعلان کر کے کہ :

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل ○

(پ ۴ سورہ آل عمران ع ۱۵)

ترجمہ : نہیں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر اللہ تعالیٰ کے رسول جیسا کہ ان سے پہلے رسول گزر چکے۔

اور رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ بھی فرمایا :

ان قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیین ولا فخر (الحدیث مشکوۃ)

ترجمہ : ہم رسولوں کے قائد اور خاتم النبیین ہیں۔

فرما کر آشکار کر دیا کہ جب انبیاء نسل انسان سے ہیں تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) بحیثیت "انا سید البشر" کے افضل ترین انسان ہوئے۔ مگر فرقہ غالیہ کے شور و شغب کے ازالہ کے لیے قرآن مجید کی مزید آیات کا ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

(۱) جد الانبیاء حضرت خلیل علیہ السلام تعمیر بیت اللہ سے فارغ ہونے کے بعد دوگانہ شکر ادا کرتے ہوئے اللہ جل شانہ کے حضور دعا فرماتے ہیں :

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلو علیھم ایتک ○ (پ ۱ سورہ بقرہ ع ۱۵)

ترجمہ : اے رب ہمارے مبعوث فرما ان میں رسول ان ہی (کی نسل و قوم) میں سے ایسا جو پڑھے ان پر تیری آیات۔

حضورؐ فرماتے ہیں :

اس دعائے ابراہیمی کا نتیجہ صرف میں ہی ہوں۔ الفاظ حدیث یہ ہیں :

ساخبرکم باول امری دعوۃ ابراھیم و بشارہ عیسیٰ (مشکوۃ)

ترجمہ : میں ہی دعائے ابراہیم اور بشارت عیسیٰ کا نتیجہ ہوں۔

(۲) تحویل قبلہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں :

ولا تم نعمتی علیکم ولعلکم تھتدون ○ کما ارسلنا فیکم رسول منکم یتلو علیکم ایتنا ○ (پ ۲ سورہ بقرہ ع ۱۸)

ترجمہ : تاکہ ہم تمہارے اوپر اپنی نعمتیں پوری کریں اور تم ہدایت یاب ہو جاؤ۔ جیساکہ ہم نے تم پر یہ انعام کیا کہ تمہارے درمیان ایسا رسول مبعوث فرمایا جو خود تمہاری نسل میں سے ہی ہے۔ ہماری آیات تم پر پڑھتا ہے۔

غیر مبہم لفظوں میں پڑھیے

لقد من الله علی المومنین اذ بعث فیهم رسول من انفسهم ○

(پ ۴ سورہ آل عمران ع ۱۷)

ترجمہ البتہ تحقیق یہ خاص انعام کیا اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر کہ بھیجا ان میں ایک رسول خود ان کی جانوں یا نسل میں سے۔

(۴) لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم (خاتمہ سورہ توبہ)

ترجمہ : البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس ایسا رسول جو خاص تمہاری جانوں یا نسل میں سے ہے۔ تمہاری مشکل و مصیبت اس پر گراں گزرتی ہے۔

تلک ار.عتہ کاملتہ :

اہل ایمان کے اطمینان کے لیے یہ چار آیات کافی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بنو اسمٰعیل یا اولاد ابراہیم اور نسل انسان ہی کے فرد بشر ہیں۔

پس ان آیات بنیات کے بعد اگر کوئی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بشر و انسان ہونے یا آپؐ کو نسل انسان سے خارج کرنے پر ہی مصر رہے تو پھر اس بت کافر سے خدا سمجھے۔

ے کوئی چیز سمجھو نہ اپنی بری تم
رہو بات کو اپنی کرتے بڑی تم

انبیاء و رسل علیہم السلام رجل ہی ہیں!

قرآن عزیز سے ذکر ہو چکا ہے کہ آدم سے مراد انسان پھر بشر اور رجل بھی ہے۔
لہٰذا مندرجہ ذیل آیات سے انبیاء علیہم السلام کے رجل ہونے کا اعلان پڑھیے۔

(۱) اوعجبتم ان جاء کم ذکر من ربکم علی رجل منکم لینذرکم

(پ ۸ سورہ اعراف ع ۹)

ترجمہ: قوم نوح سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا' کیا تعجب کرتے ہو تم اس پر کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت و ہدایت کا پیغام تمہاری ہی قوم و نسل کے آدمی پر کیوں اتارا گیا؟

(۲) قوم عاد کو خطاب کرتے ہوئے مولا کریم فرماتے ہیں:

اوعجبتم ان جاء کم ذکر من ربکم علی رجل منکم لینذرکم

(پ ۸ سورہ اعراف ع ۹)

ترجمہ: کیا یہ امر تمہارے لیے تعجب خیز ہے کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت و ہدایت کا پیغام ایک تمہاری ہی قوم و نسل کے آدمی پر کیوں اتارا گیا؟

(۳) قریش مکہ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

اکان للناس عجبا ان اوحینا الی رجل منھم (پ ۱۱ سورہ یونس)

ترجمہ: کیا لوگ اس بات سے تعجب کرتے ہیں کہ ہم نے انہی کی قوم و نسل میں سے ایک رجل پر وحی نازل کر دیا۔

(۴) نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اطمینان و تسلی دلاتے ہوئے باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم من اھل القری ○

(پ ۱۳ آخر سورہ یوسف)

ترجمہ: اے میرے پیارے رسولؐ جس قدر بھی آپؐ سے پہلے ہم نے انسانی آبادیوں کی طرف رسول بھیجے۔ وہ سب کے سب رجل ہی ہیں۔

(۵) وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم ○ (پ ۱۴ سورہ نحل ع ۶)

ترجمہ: جتنے بھی آپؐ سے پہلے رسول ہیں، وہ سب رجل ہی تھے۔

(۶) وما ارسلنا قبلک الا رجالا نوحی الیھم فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون○ وما جعلنھم جسدا الا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین○ (پ ۱۷ سورہ انبیاء ع ۱)

ترجمہ: (اے میرے حبیب) آپؐ سے پہلے کے تمام رسول رجل ہی تھے ہم نے ان کی طرف وحی کیا ہے۔ پس دریافت کرو اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے اور وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور ان کی زندگی بھی دوامی نہیں تھی۔

(۷) ولقد ارسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لھم ازواجا وذریۃ○ (پ ۱۳ ع ۶)

ترجمہ: البتہ تحقیق جس قدر بھی آپؐ سے پہلے ہم نے رسول بھیجے۔ ان سب کی بیویاں اور اولاد بھی تھی۔

(۸) وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انھم لیاکلون الطعام و یمشون فی الا سواق ○ (پ ۱۸ سورہ فرقان ع ۲)

ترجمہ: آپؐ سے پہلے جس قدر بھی رسول ہم نے دنیا میں بھیجے وہ سب کے سب کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔

تلک ثمانیہ کاملہ:

اس مضمون کی آیات قرآن مجید میں بکثرت ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور خود نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) رجل یا بشر تھے مگر ہم آٹھ کی تعداد پر اس لیے اکتفا کرتے ہیں کہ اہل ایمان کو جس جنت کی بشارت ہے اس کے آٹھ ہی دروازے ہیں۔

پس جو چاہے قرآن مقدس کی تعلیم یا پیش کردہ عقیدہ و نظریہ کو قبول کرتا ہوا جنت کا راستہ اختیار کرے اور جو چاہے قرآن مجید کی تعلیم اور پیش کردہ عقیدہ کا انکار

کرتا ہوا راہ جہنم اختیار کرے۔

دیتا	تھا	کہتا	ہے	کام	ہمارا
مانو	نہ	مانو	ہے	کام	تمہارا

صحابہؓ حضورؐ کو رجل ہی جانتے تھے

قرآن مجید کی آیات بینات اگرچہ مسلمان کے لیے آخری ثبوت ہیں تاہم صحابہ رضی اللہ عنہم کا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رجل کہنے کا ثبوت ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ تاریخ گواہ ہے کہ قریش مکہ نے جب متفقہ فیصلہ سے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کا تہیہ کر لیا تو اللہ تعالٰی نے بذریعہ وحی آگاہ فرماتے ہوئے ہجرت کا حکم دے دیا۔

پس حضورؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب ابوبکر صدیقؓ کی معیت میں مکہ مکرمہ سے رات کو ہجرت کر کے نکل رہے تھے تو اس وقت قریش کا ایک فرد راستہ میں ملا۔ اس نے پوچھا کہ:

"تم کون ہو؟"

صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا نام بتایا۔ تو پھر اس نے سوال کیا:

"تیرے ساتھ دوسرا کون ہے؟"

اس کے جواب میں حضرت صدیقؓ نے فرمایا:

"رجل یھدینی (ایک رجل ہے جو مجھے راستہ کی رہبری کرتا ہے"

(صدیق رضی اللہ عنہ نے ایمانی کمال کا مظاہرہ فرماتے ہوئے قریش کو بھی مطمئن کر دیا اور یہ حقیقت بھی آشکار فرما دی کہ ہادی جن و انس ہیں جو مجھے نجات و جنت کا راستہ بتا رہے ہیں۔)

مزید سنئے:

مجلس صحابہ رضی اللہ عنہم کا متفقہ واقعہ بھی سنتے چلئے۔ خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"ہم (صحابہؓ) مسجد میں بیٹھے تھے اور نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ہم میں تشریف فرما تھے۔ پس اونٹ سوار آیا اور مسجد میں اونٹ بٹھا کر مجلس میں پہنچ کر پوچھنے لگا:

"ایکم محمد (آپ لوگوں میں "محمد کون ہیں")؟

ہم نے جواب دیا:

ھذا الرجل الابیض المتکی (ہم نے آپؐ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ ہیں جو سفید (گورے) رنگ کے رجل (مرد) تکیہ لگائے بیٹھے ہیں"

(صحیح البخاری - کتاب العلم

(باب القراۃ والعرض علے المحدث۔ پ ۱)

فرشتے بھی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رجل ہی جانتے اور کہتے ہیں

اگرچہ مذکورہ دونوں شہادتیں ہی کافی ہیں تاہم ضیافت طبع کے لیے مزید سنیے۔ خود نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ:

"منکر نکیر جب میت سے سوال کرتے ہیں تو ہمارے متعلق پوچھتے ہیں۔ ما علمک بھذا الرجل۔ تو اس رجل کے متعلق کیا علم رکھتا ہے؟

(پ ا۔ صحیح البخاری۔ کتاب العلم۔ باب من احباب الفتیا۔ باشارۃ الیدو الراس)

بخاری و مسلم:

کی دوسری حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

"ما کنت تقول فی ھذا الرجل محمد"

سنن ابی داوٗد:

کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

فیقولان ماھذا الرجل الذی بعث فیکم اغرضیکھم:

(۱) ۔اللہ تعالٰی نے انبیاء کو رجل فرمایا ہے۔

(۲) ۔صحابہ رضی اللہ عنہم حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رجل جانتے تھے۔

(۳) ۔فرشتے بھی آپؐ کو رجل مانتے ہوئے میت سے سوال کرتے وقت رجل کہہ کر ہی پوچھتے ہیں۔

لہٰذا مصنف مقیاس حنفیت کا یہ فریب کہ کسی صحابیؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر نہیں کہا' باطل ہو کر رہ گیا۔

کیونکہ جب صحابہؓ کا رجل کہنا ثابت ہے اور حسب تصریح قرآن مجید رجل سے مراد بشر ہے۔ تو صحابہ کا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بشر کہنا خود بخود ثابت ہو گیا۔ (مزید تفصیل آ رہی ہے)۔

وہ شاید قفس میں ہی عمریں گنوائیں
گئیں بھول صحرا کی جن کو صدائیں

اللہ تعالیٰ کا انبیاء علیہم السلام اور خود نبی ﷺ سے اپنی اپنی بشریت کا اعلان کروانا

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بامر الٰہی جب قریش مکہ کے سامنے اپنی رسالت و نبوت کا اعلان فرمایا تو قریش نے اپنے آبائی مذہب و عقیدہ (کفار کے اصول) کو بنا پر کہ بشر رسول نہیں ہو سکتا، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت سے انکار کیا۔

چنانچہ قرآن مجید نے ان کے انکار کا ذکر یوں کیا:

(۱) قالوا لولا انزل علیہ ملک

ترجمہ: کہنے لگے اگر یہ اپنے دعوئے رسالت میں سچا ہے تو پھر اس پر ہمارے سامنے فرشتہ کیوں نہیں اتارا جاتا۔

ان کے اس قول باطل کو رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لو جعلنہ ملکا لجعلنہ رجلا ○ (پ ۷ سورہ انعام ع ۱)

ترجمہ: اور اگر ہم کسی فرشتہ کو بھی رسول بنا کر بھیجتے تو اسے بھی مرد ہی کی صورت میں بھیجتے۔

(۲) ان کے غلط عقیدہ کا کہ بشر رسول نہیں ہو سکتا، رد کرتے ہوئے مولا کریم نے فرمایا ہے:

کہ ہر جنس یا نسل جس طرح اپنے افراد سے استفادہ کر سکتی ہے دوسری جنس یا نسل سے ناممکن ہے۔ پس زمین پر چونکہ نسل انسان آباد ہے اس لیے اس آبادی کی طرف انسانوں کا رسول ہونا ہی مفید ہو سکتا ہے اور اگر انسانوں کی بجائے زمین پر فرشتے آباد ہوتے تو ہم ان کی طرف فرشتہ رسول بنا کر بھیجتے۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

قل لو کان فی الارض ملئکۃ یمشرون مطمئنین لنزلنا علیھم من السماء ملکا رسولا ○ (پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل۔ع ۱۱)

ترجمہ: اے میرے رسول ان بے عقل کفار قریش سے کہہ دے کہ اگر زمین پر فرشتے آباد ہوتے تو ہم ان کو مطمئن کرنے کے لیے فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے۔ لیکن اس دنیا میں چونکہ نسل انسانی آباد ہے۔ اس لیے ان بیوقوفوں سے کہہ دو:

قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا ○ (پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل ع ۱۰)

ترجمہ: پاک ہے پروردگار میرا' میں تو ایک بشر ہوں جو کہ اس کا پیغام پہنچانے والا ہوں۔

(۳) کفار کے بنیادی عقیدے کا رد صرف نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے ہی اعلان نہیں کروایا گیا' بلکہ دوسرے رسولوں سے بھی اس کی پرزور تردید یوں کرائی گئی ہے:

قالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ ○ (پ ۱۳ سورہ ابراہیم ع ۲)

ترجمہ: کفار کو رسولوں نے جواب دیا کہ یہ ضرور ہے کہ ہم تمہاری مانند بشر ہیں مگر یہ نبوت و رسالت اللہ تعالیٰ کا خاص الخاص فضل ہے جو اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے کر دیتا ہے۔

(۴) کفار قریش کی ناحق شناسی اور احسان فراموشی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

وما قدروا اللہ حق قدرہ اذ قالوا ما انزل اللہ علی بشر من شئی قل من انزل الکتب الذی جاء بہ موسی نورا وھدی للناس ○

(پ ۷ سورہ انعام ع ۱۱)

ترجمہ: نالائقوں نے اللہ تعالیٰ کی کماحقہ' قدر نہ کی' جب کہ کہا انہوں نے اللہ نے کبھی کسی بشر پر کوئی کتاب نہیں اتاری۔ اے میرے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ان ناقدر شناس لوگوں سے کہہ دیجئے کہ کس نے اتاری پھر وہ کتاب جو موسیٰ (علیہ السلام)

لوگوں کے لیے نور و ہدایت کا سرچشمہ لائے۔

مطلب:

یہ کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا' اے میرے حبیب قریش سے یہ فرمایئے اور پوچھئے کہ جب موسیٰ علیہ السلام انسان یا بشر ہونے کے باوجود رسول ہو سکتے ہیں اور ان پر تورات ایسی نور و ہدایت سے بھرپور کتاب کا نازل ہونا بھی تسلیم کیا جا سکتا ہے تو میری بشریت' نبوت و رسالت کے کیونکہ منافی ہو سکتی ہے اور پھر مجھ پر قرآن کے نازل ہونے سے تم کیوں انکاری ہو۔

(۵) قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد فمن کان یرجو لقاء ربہ فیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا ○

(پ ۱۶ خاتمہ سورہ کہف)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اے میرے حبیب مشرکین مکہ سے کہہ دیجئے کہ یہ ضرور ہے کہ میں تمہارے جیسا بشر ہی ہوں مگر اس کے باوجود مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے کہ تمہیں یہ بتا دوں کہ تمہارا معبود حقیقی ایک ہی ہے۔

پس جو کوئی اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی امید رکھتا ہے۔ اسے چاہیے کہ اعمال صالحہ کا پابند ہو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

(۶) قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد فاستقیموا الیہ واستغفروہ ○ (پ ۲۴ سورہ حم سجدہ رکوع ۱)

ترجمہ: ارشاد ہوتا ہے میرے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کفار سے کہہ دیجئے کہ میں تمہارے جیسا بشر و انسان تو ضرور ہوں مگر اس کے باوجود مجھ پر وحی آتی ہے۔ (اللہ کا رسول بھی ہوں) اصلیت یہ ہے کہ تمہارا معبود حقیقی صرف ایک ہی ہے۔ پس تم اس کی فرمانبرداری کرو اور اس سے اپنی خطاؤں اور گناہ کی بخشش مانگو۔

(۷) وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افائن مت فھم الخلدون ○

(پ ۱۷ سورہ انبیاء ع ۳)

ترجمہ: اور ہم نے تجھ سے پہلے کسی بھی بشر کو دوامی زندگی نہیں بخشی۔ پس اگر تو مرگیا تو کیا تیرے مخالف ہمیشہ زندہ ہی رہیں گے۔ یعنی بشر کو دوامی زندگی قطعاً" نہیں پس اے میرے رسولؐ اگر تم مرگئے تو یہ بھی ضرور مریں گے۔ پھر تیری موت سے ان کا خوش ہونا ان کی بیوقوفی ہے۔

تلک سبعتہ کاملتہ:

اس مضمون کی مزید آیات بھی ہیں جو اس امر کی دلیل ہیں کہ اللہ تعالٰی نے اپنی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فرمایا کہ کفار سے کہہ دیجئے کہ:

(۱) میں بشر ہونے کے باوجود اللہ تعالٰی کا رسول ہوں۔

(۲) تمہارا یہ عقیدہ و نظریہ سراسر باطل ہے کہ بشر رسول نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بشر کی ہدایت کے لیے بشر کا رسول ہونا ہی فطری امر ہے۔

(۳) اگر انسان کی بجائے کوئی فرشتہ رسول ہوتا تو اس کی رسالت پر ایمان لانا امر ناممکن تھا۔ کیونکہ وہ انسانی حوائج و ضروریات سے بے نیاز ہوتا ہے اور انسان اپنی ضروریات بشریہ کو دلیل و حجت پیش کر کے انکار کر دیتا۔

تو اور جنس ہم اور جنس!
پھر تیری اطاعت کون کرے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی زبان مبارک سے اپنی بشریت کا اعلان فرمانا

قرآن مجید کے الفاظ سے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بامر الٰہی اپنی بشریت کا اعلان فرمانا ظاہر ہو چکا ہے۔ اس سے زیادہ ایک مسلمان کے لیے کسی مزید ثبوت کی اگرچہ ضرورت باقی نہیں رہتی۔ مگر فرقہ غالیہ چونکہ دلائل و ثبوت سے آنکھیں بند کرتا ہوا محض دیوانوں کی طرح یوں ہی رٹ لگانے کا خوگر ہے کہ:

"حدیث سے بشریت رسول کا ثبوت نہیں"

چنانچہ مقیاس حنفیت طبع اول ص ۸۱ سطر ۱۶ میں لکھا ہے:

ہاں ایک روایت ترمذی شریف کی بلاوجود خبر احاد ہونے کے ضعیف بھی ہے جس کا ضعف انشاء اللہ جلد ثابت کیا جائے گا۔

ص ۸۶ پر اس روایت کو ضعیف ثابت کرنے کی انتہائی کوشش کی بعد سطر نمبر ۲۲ میں بڑے فخرو تکبر سے لکھا ہے:

اہل حدیث بننے کا دعویٰ کرنے والو! ایسی کچی بات احناف کے سامنے پھر زبان پر نہ لانا۔

بنابریں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ازخود اپنی بشریت کا اعلان فرمانا بھی سنئے:

(۱) ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نماز پانچ رکعت پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ ازید الصلوٰۃ نماز کچھ زیادہ ہو گئی ہے؟)

آپؐ نے فرمایا' کیا بات ہوئی ؟ عرض کیا گیا آپ نے پانچ رکعت پڑھائی ہیں پس آپؐ نے بعد از سلام دو سجدے کیئے۔

وفی روایة قال انما انا بشر مثلکم انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی الحدیث ○ (مشکوٰۃ باب السہو)

ترجمہ: فرمایا تحقیق میں بھی تمہارے جیسا بشر ہوں۔ مجھ کو بھی سہو ہو جاتا ہے۔ پس جب کہ مجھے سہو ہو تو تم یاد دلا دیا کرو۔

(۲) ۔ حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام خم عذیر پر آپؐ نے خطبہ دیا۔ حمد و ثنا کے بعد وعظ فرمایا:

فقال الا ایها الناس فانما انا بشر یوشک ان یاتی رسول ربی فاجیب الحدیث (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۷۹)

ترجمہ: اے لوگو! خبردار ہو جاؤ۔ پس تحقیق میں بھی ایک بشر ہی ہوں۔ عنقریب موت کا فرشتہ آئے گا اور میں اس کا پیغام قبول کر لوں گا۔

(۳)۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب ہجرت فرماتے ہوئے مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو دیکھا کہ اہل مدینہ نر کھجور کے بور کو مادہ کھجوروں پر پیوند کرتے ہیں۔ آپؐ نے بطور مشورہ ان کو پیوند لگانے سے روک دیا۔

پس جب کھجوروں کا پھل اتارا گیا تو صحابہؓ نے شکایت کی چونکہ امسال پیوند نہیں کیا گیا۔ اس لیے پھل بہت کم اترا ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا:

فقال انما انا بشر اذا امرتکم بشئی من دینکم فخذوا بہ واذا امرتکم بشئے من رائی فانما انا بشر الحدیث (صحیح مسلم جلد دوم ص ۲۶۴)

ترجمہ: تحقیق میں بھی ایک بشر ہوں۔ پس جب امر دین میں کوئی حکم کروں تو اس کو قبول کرو اور جب کوئی مشورہ امر دنیا میں دوں تو اس کا تسلیم کرنا ضروری نہیں اس لیے کہ میں بھی بشر ہوں۔

فلک ٹوٹے زمین پھٹ جائے' موت آئے کہ دم نکلے
مگر ہرگز ہادی کی اطاعت سے قدم نکلے

صحابہ رضی اللہ عنہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنا

مصنف مقیاس حنفیت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کان بشرا من البشر (کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) بشروں سے بشر تھے) (ص ۸۶) یہ کہہ کر انکار وفرار کیا کہ:

"یہ روایت ضعیف ہے" ۔

لیجئے ہم اس کی تصدیق و تائید میں مفسر قرآن ابن عباسؓ کا وہ خطبہ عرض کئے دیتے ہیں جو انہوں نے اس وقت دیا جب کہ صحابہؓ میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات سے متعلق اختلاف ہوا۔ پس کھڑے ہو اور فرمایا:

ان رسول اللہ علیہ وسلم قد مات وانہ بشروانہ یامن کما یامن البشر اے قوم فاد فنرا صاحبکم ---- اے قوم نادفنرا صاحبکم ----- اے قوم نادفنوا صاحبکم۔

(مسند دار می باب وفات النبی ص ۲۳ مطبوعہ نظامی کانپور)

ترجمہ : تحقیق نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک بشر ہی تھے جو فوت ہو چکے۔ پس اے مسلمانوں اپنے صاحب کو دفن کرو ———— دفن کرو ——— دفن کرو۔

صحیح بخاری و مسلم:

کی احادیث پھر ابن عباس کا مجلس عام میں خطبہ کہ :

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نسل انسانی کے فرد بشر ہی ہیں

سے مصنف مقیاس حنفیت کا دجل و فریب ھباء منثورا ہو کر رہ گیا۔

حباب بحر کو دیکھو کہ کیسے سر اٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

اہلسنت کا عقیدہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سید البشر ہیں

اگرچہ ایک مسلمان کے لیے قرآن مجید اور احادیث کی نصوص ہی کافی ہیں مگر بریلوی دوست چونکہ اپنے آپ کو امام ابو حنیفہ ؒ کا مقلد مشہور کئے ہوئے ہیں۔ لہٰذا حضرت الامام کا فرمان فقہا اکبر سے نقل کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جو حضرت الامام کی تصنیف کے نام سے مشہور ہے۔

چنانچہ حنفی مذہب کے مشاہیر علامہ بزودی ؒ اور علی قاری ؒ وغیرہ نے فقہ اکبر کو حضرت امام کی تصنیف سمجھ کر اس کی شروح لکھی ہیں

خود اچھروی صاحب نے بھی فقہ اکبر کو مستند تسلیم کرتے ہوئے شرح فقہ اکبر کے اقتباسات ثبوت مدعا کے لیے نقل کئے ہیں۔ اگرچہ وہ سراسر فریب ہی ہے۔ لہٰذا اتمام حجت کے لیے فقہ اکبر اور علی قاری کی شرح کے واضح الفاظ عرض کئے جاتے ہیں:

ومحمد علیه الصلوة والسلام حبیبه وعبده و رسوله و نبیه وصفیه وتقیه ولم یعبد الصنم ولم یشرک بالله طرفة عین ولم یرتکب صغیرة ولا کبیرة قط افضل الناس بعد رسول الله صلی علیه وسلم ابوبکر صدیق ثم عمر بن الخطاب الفاروق ثم عثمان ذ والنورین ثم علی بن ابی طالب رضوان الله علیهم اجمعین

(فقہ اکبر مترجم ص ۸ مطبوعہ گلزار سٹیم پریس لاہور)

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے دوست، بندے، نبی، برگزیدہ اور پاک و مطہر ہوئے ہیں۔ ایک لحظہ بھر بھی آپ نے بتوں کی پرستش نہیں کی اور نہ ہی آپ ؐ نے کسی صغیرہ و کبیرہ گناہ کا کبھی ارتکاب کیا آپ ؐ افضل ترین انسان ہیں اور آپ کے بعد

ابوبکر صدیق، پھر فاروق و ذوالنورین اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

۱۔ حضرت امام کے اس قول کی تشریح ملا علی قاریؒ کی قلم سے ملاحظہ فرمایئے:

وافضل الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم اى بعد وجوده لانه خاتم النبين---- والحاصل ان افضل الناس بعد الانبياء عليهم السلام ابوبكر صديق------ افضل الاولياء من الاولين والاخرين وقدحكى الاجماع على ذلك ولا عبرة لمخالفة الروفض

(شرح فقہ اکبر ص ۷۳ مطبوعہ محمدی کانپور)

۲۔ محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم اى محمد بن عبد الله ابن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصى بن كلاب بن مرة بن كعب ابن لوئى بن غالب بن فهر بن كنانه بن فريمة بن مدركه بن الياس ابن نذار بن معد بن عدنان هذا القدر من نسبه عليه الصلوٰة والسلام لم يختلف فيه احد من العلماء الاعلام۔

(شرح فقہ اکبر ص۷۱-۷۲)

۳۔ عبدہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اى المختص به لانه الفرد الاكمل عند اطلاقه (ص ۷۲) اور اس کے ذیل حدیث:

لا تطرونى كما اطرى عيسىٰ و قولوا عبد الله و رسوله وقدم العبودية فتقدمها وجود على الرسالة والدلالة على عدم استنكافة من ذلك المقام بل الاشارة الى انه عليه الصلوٰة والسلام مفتخر بذلك المرام۔ (ص ۷۲ شرح فقہ اکبر)

لا تدعنى الابيا عبدها فانه اشرف اسمائها

۴۔ انسان کے مراتب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

ان الانسان امایکون ناقصا کالعوام من الجھلاء اوکاملا غیر قادر
علی التکمیل کالا ولیاء اوکاملا مکملا کالا نبیاء علیھم السلام
فاذا ثبت ھذا فتقول عند مقام محمد صلی اللہ علیہ سلام

(ص ۱۴۳ شرح فقہ اکبر)

(۵) ۔ انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام سے سہو نسیان کی تشریح فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کے سہو کو زلتہ کہا جاتا ہے اور زلتہ کی توضیح یوں کی جاتی ہے :

واما تصرف ھمتھم عن السیئات وجذ بھم الی الطاعات جبرا من
اللہ تعالٰے بعدان اورع فی طباعھم ما فی طباع البشر

(ص ۷۱۔ شرح فقہ اکبر)

پھرانا سید ولد ادم الحدیث نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

علی کونہ من ادم بل من اولادادم (ص ۱۴۱شرح فقہ اکبر)

فیہ ان من اولاد ہ من ھو افضل منہ کابراھیم فیکون نبینا افضل
منہ بلا نزاع مع انہ قدیر او بولد ادم الجنس الانسانی کماوردیا ابن
ادم انک مادعوتنی و وجود تنی (الحدیث القدسی ۔ شرح فقہ اکبر ص ۱۴۱)

چونکہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) خاتم النبیین ہیں۔ اس لیے آپؐ کے وجود مسعود کے بعد تمام آدمیوں (انسانوں) سے افضل ابوبکرؓ ہیں اور اس پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اولین اور آخرین میں سے افضل الاولیاء ہیں شیعہ اگرچہ اس کے مخالف ہیں۔ مگر ان کا کچھ اعتبار نہیں۔

۲ ۔ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) عبداللہ کے بیٹے اور عبداللہ عبد المطلب سے، آپؐ کا یہ سلسلہ نسب عدنان تک بالاتفاق صحیح ہے۔

عبدہ کی تشریح کرتے ہوئے قاری صاحب لکھتے ہیں :

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے خاص الخاص بندے ہیں کیونکہ آپؐ فرد کامل ہیں۔

اور پھر حدیث کہ :

میری شان میں اس طرح مبالغہ نہ کرنا جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کی شان میں کیا لہٰذا مجھے اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہی سمجھنا۔

اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے بندہ ہونے کو رسالت پر اس لیے مقدم فرمایا کہ آپؐ کا وجود پہلے اور رسالت بعد میں ہے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ آپ اپنے بندہ ہونے کو اپنی توہین نہیں سمجھتے بلکہ اس میں یہ اشارہ کر دیا کہ :

"بندہ ہونا میرے لیے انتہائی فخر ہے" جیسا کہ شاعر نے کہا ہے :

مجھے تو اس کا بندہ کہہ کر ہی پکارو کیونکہ بندہ ہونا انتہائی شرف کا نام ہے۔

اور پھر حنفی مذہب کی مسلمہ کتاب "عقائد نسفی" کے حوالہ سے انسان کے مراتب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :

انسان تین قسم کے ہیں۔ (۱) عوام جہلا۔ ناقص انسان ہیں۔ (۲) اولیاء اللہ۔ (۳) انبیاء اور یہ انتہائی کامل انسان ہیں۔ پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ انبیاء کامل و اکمل انسان ہیں تو پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے بھی کامل ترین انسان ہوئے۔ (ص ۱۴۳)

مرقاۃ میں ملا علی قاری حدیث المومن اکرم علی اللہ بعض الملئکۃ الحدیث کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

ان عوام البشر خیر من عوام الملئکۃ وخواصھم من خواص الملئکۃ ---- المراد بخواص المومنین الانبیاء والرسل۔

ترجمہ : عوام بشر (مومن) عوام فرشتوں اور خواص بشر خاص فرشتوں سے افضل ہیں اور خاص المومنین سے مراد انبیاء و رسل ہیں۔

ان سید ولد ادم کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) پوری اولاد آدم سے افضل ہیں اور اولاد آدم سے نسل انسانی مراد ہے۔ یعنی آپ پوری کی پوری نسل انسان سے

افضل واکمل انسان ہیں۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد الٰہی ہے۔
اے آدم کے بیٹے ----- (شرح فقہ اکبر ص ۱۴۱)

فقہا حنفیہ کا متفقہ عقیدہ:

حضرت الامام کا قول اور حضرت علی قاریؒ رکن مذہب حنفی کی واضح شرح ملاحظہ فرمانے کے بعد متاخرین فقہا حنفیہ کا متفقہ فیصلہ شرح عقاید نسفی ایسی مسلمہ و مستند درسی کتاب سے پڑھیئے:

والرسول انسان بعثہ اللہ تعالٰی الی الخلق لتبلیغ الاحکام۔

(شرح عقائد نسفی مطبوعہ قیومی کانپور ص ۱۱)

ترجمہ: ہم اپنی قلم سے نہیں بلکہ بریلوی مذہب کے موجودہ قائد یعنی صدر حزب الاحناف و صدر جمعیت العلماء کل پاکستان سید ابوالحنات محمد احمد صاحب خطیب مسجد وزیر خاں کے شائع شدہ رسالہ "العقائد" سے عرض کرتے ہیں:

نبی وہ بشر ہے جو خدا کی طرف سے آئے اور احکام الٰہی اس پر بذریعہ وحی آتے ہوں۔ جس قدر انبیاء گذرے سب بشر ہی تھے۔

(العقائد ص ۱۵ - ۱۶ شائع کردہ حزب الاحناف)

امام بو حنیفہؒ کے خلاف ہیں سب عمل ان کے
مگر جب پوچھیئے اپنے کو حنفی یہ بتاتے ہیں

مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ:

اگرچہ حضرت امام اور فقہاء حنفیہ کے قول کی موجودگی میں حنفی کہلانے والے دوستوں کے لیے کسی مزید دلیل و فتویٰ کی ضرورت نہیں تاہم متحدہ ہندوستان کے مبلغ اسلام اور نامور عارف باللہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا واضح عقیدہ خود ان کے مکتوبات سے ملاحظہ فرمائیے۔ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بشریت کا اعلان فرماتے ہوئے مجدد صاحب رحمتہ علیہ فرماتے ہیں:

اے برادر محمد رسول اللہؐ بان علوشان بشر بود (مکتوبات جلد ۱ ص ۷۳)

اے میرے بھائی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) باوجود علوشان کے بشر ہی ہیں۔

۲- مزید وضاحت سے سنئے:

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ حبیب خود راباو کد درجہ امرے فرمائد یہ اظہار بشریت کما قال اللہ تعالیٰ۔

انما انا بشر مثلکم یوحی الی

لفظ مثلکم از برائے تاکید بشریت است (مکتوبات حضرت مجدد جلد ۱ ص ۲۰۹)

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے انتہائی تاکید کے ساتھ فرمایا کہ اپنی بشریت کا اعلان کر دیجئے۔ جیساکہ قول اللہ جل و قل انما انا بشر مثلکم یرحی الی سے ظاہر ہے کہ لفظ مثلکم برائے تاکید اظہار بشریت ہے۔

تہی دستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ مے آزد مکندر را

شافعی مذہب کا متفقہ فیصلہ:

کتاب و سنت کی نصوص' صحابہ رضی اللہ عنہم کی تصریحات' حضرت امام ابو حنیفہ اور فقہائے حنفیہ کے قول فیصل سے بشریت انبیاء کا عقیدہ آپ ملاحظہ فرما چکے۔ اب شافعی مذہب کا عقیدہ حضرت امام نووی محرر مذہب شافعیہ کی قلم سے پڑھیئے

وھذا الحدیث تفضیلا صلی اللہ علیہ وسلم علی الخلق لکھم لا ن مذ ھب اھل السنۃ ان الاد میین افضل من الملئکۃ وھو صلی اللہ علیہ وسلم افضل الاد میین بھذا الحدیث وغیرہ ھم

(صحیح مسلم مطبوعہ نور محمد دہلی جلد ۲ ص ۲۴۵)

ترجمہ: یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام مخلوقات سے افضل و اعلیٰ تر ہیں۔ کیونکہ اہل سنت والجماعت کے جمیع مذاہب کا متفقہ عقیدہ یہ ہے کہ:

مسلمان (انسان) فرشتوں سے افضل ہیں اور نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام نسل انسانی سے افضل ترین انسان ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث اور دوسری احادیث سے ظاہر ہے۔

مقیاس حنفیت پر مغرور ہونے والو:

اچھروی صاحب کے جھوٹ و افتراء اور ان کے ساتھ ہی مسئلہ "بشریت انبیاء" قرآن و حدیث کی نصوص، حضرت امام ابو حنیفہؒ اور فقہاء حنفیہؒ کی واضح تصریحات، حضرت مجدد الف ثانیؒ حتیٰ کہ شافعی مذہب کے عقیدہ نووی شرح صحیح مسلم ایسی مسلم شرح سے آپ ملاحظہ فرما چکے۔ لہٰذا مودبانہ گزارش ہے کہ انصافاً فرمایئے کہ:

"اچھری صاحب حنفی ہیں یا کفار کے نمائندے"

اے چشم اشک بار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو



غلط بیانی کے نمونے

مغالطہ بازی اور فریب ایسا فعل ہے کہ خود شیطان مردود جو اس کا موجد و محرک ہے۔ وہ بھی اس کے ارتکاب پر شرمندہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی پشیمانی کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

كمثل الشيطن اذ قال للانسان اكفر فلما كفر قال انى برى منك انى اخاف الله رب العلمين ○ (پ ۲۸ سورہ حشر ع ۲)

ترجمہ: شیطان جب انسان کو ورغلا کر گناہ کروا لیتا ہے تو خود شرمندہ ہو کر اپنی بریت کا اظہار کرتا ہوا کہتا ہے کہ میں تیرے اس فعل سے بیزار ہوں کیونکہ مجھے رب العلمین سے ڈر لگتا ہے۔

مگر ہمارے مخاطب اس درجہ نڈر ہیں کہ انہیں مغالطہ بازی سے جو لطف و سرور حاصل ہے وہ دوسری کسی شے میں انہیں میسر ہی نہیں۔

۱۔ پیراں پیر پر بہتان:

بریلویت اگرچہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو قادر و مختار اور حاجت روا و فریادرس مانتی' ان کو نذر و نیاز دیتی اور ان کے نام کے ورد و وظائف پڑھتی ہے۔ مگر اچھوی صاحب کی ان پر نظر عنایت ملاحظہ فرماویں۔

(۱) اہل علم سے یہ مخفی نہیں کہ حضرت پیرؒ صاحب کا مذہب و مسلک صرف وہی ہے جسے اہل حدیث کہا جاتا ہے اور تمام محدثین رحمہم اللہ اسی مذہب و عقیدہ کے حامل و علمبردار ہیں۔

(۲) یہ بھی محتاج تعارف نہیں کہ پیر صاحبؒ نے تمام فرقوں کی تفصیل پیش کرتے ہوئے ان کے مقتدایان اور ان کے اعمال و عقائد کو پوری ذمہ داری سے نقل کیا ہے

اور آخری فیصلہ یہی دیا ہے کہ فرقہ ناجیہ جسے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے :

"ما انا علیہ واصحابی"

سے اعلان فرمایا اور ائمہ ھدیٰ نے اہلسنت والجماعت سے تعبیر کیا وہ صرف ایک ہی گروہ یا جماعت ہے جو اہل حدیث کے نام سے شہرہ آفاق ہے۔

پیر صاحب روافض کے غلوکار فرقوں کی تفصیل اور ان کے اماموں کے نام ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

"یہ چودہ فرقے ہیں جن میں سے ایک فرقہ محمدیہ نام سے بھی موسوم ہے"

اچھروی صاحب کو چونکہ اہل حدیث کے نام ہی سے چڑ ہے۔ اس لیے ہر آن ان کو بدنام کرنے کی فکر دامن گیر رہتی ہے اور اہل حدیث چونکہ بوجہ خالص اتباع کتاب و سنت حنفی شافعی کے بالمقابل اپنے کو "محمدی" کہلواتے ہیں۔ بنابریں مصداق :

اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی

اچھروی صاحب نے "محمدی" نام و نسبت سے عامتہ المسلمین کو دھوکہ دینے کی غرض سے یوں گپ ہانکی ہے :

"اسی واسطے آپ (اہل حدیث) کو حضرت پیران پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے روافض کی ایک جماعت سے شمار کیا ہے۔"

ملاحظہ ہو غنیتہ الطالبین ص ۲۱۷ :

"اما الروفضة فتضرقت اربع عشر فرقة اقطیعه و الکسانیة الکبیریة والغیریة والمحمدیة الخ اور محمدی تم خود لکھواتے ہو"

(مقیاس حنفیت طبع اول ص ۲۴۸ طبع ثالث ص ۵۷۰)

مکرر لکھا ہے :

"حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ جن کی غنیتہ الطالبین کو پڑھ کر محظوظ ہوتے ہو۔ وہ تم کو' جو محمدی ہونے کے دعوے دار ہو۔ فرقہ ناجیہ سے خارج کر رہے ہیں۔

چونکہ آپؒ کو محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متبعین محمدی کہلانے والوں کا غیبی علم تھا۔ اس واسطے انہوں نے پہلے ہی فرقہ ناجیہ سے خارج کر دیا ہے۔

وہابیوں کا محمدی کہلانا اس بنا پر نہیں کہ اپنے آپ کو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ بلکہ وہ محمد بن عبد الوہاب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جیسا کہ قادیانی اپنے آپ کو غلام احمد قادیانی کی طرف منسوب کرتے ہوئے "احمدی" کہلاتے ہیں۔ جو ناواقف کو دھوکا دینا ہے ایسے ہی تمہارا بھی محمدی کہلانا عوام الناس کو دھوکا دینا ہے۔"

(طبع اول ص ۲۴۹ - ۲۴۸ طبع ثالث ص ۵۷۰)

اچھروی صاحب:

کی مذکورہ ہذیان کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت شاہ جیلاں رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان سے رافضیوں کے پانچویں فرقہ "محمدیہ" کی وجہ تسمیہ اور عقیدہ وغیرہ ملاحظہ فرمائیے:

والخامسة المحمدية و قد زعمت ان القائم محمد بن عبد اللّٰه بن الحسن ابن الحسين وانه اوصی الی ابی منصور دون بنی هاشم كما اوصی موسی علیہ السلام الی یرشع بن نون د ون ولد ہ و فلد ھارون"

ترجمہ: اور پانچواں فرقہ رافضیوں کا محمدیہ ہے اور تحقیق انہوں نے گمان کیا ہے کہ امام قائم محمد بن عبد اللہ بن حسن بن حسین ہے اور اس نے وصیت کی ہے امامت کی ابی منصور کے حق؛ سوائے بنی ہاشم کے۔ جیساکہ وصیت کی موسیٰ علیہ السلام نے یوشع بن نون کے لیے سوائے اپنی اور ہارون کی اولاد کے۔ (غنیہ ص ۲۰۳)

حضرت پیر صاحبؒ:

تو رافضیوں کے فرقہ محمدیہ کے امام و مقتدا کا نام محمد بن عبداللہ اعلان فرماتے

ہوئے ان کا عقیدہ یہ بیان کر رہے ہیں کہ :

"محمد بن عبد اللہ قائم (برحق) ہیں اور اس نے اپنے بعد اپنی امامت و خلافت کا منصب بنی ہاشم کے برخلاف ابی منصور کو ویسے ہی بخش دیا۔
جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اور ہارون علیہ السلام کی اولاد کو چھوڑ کر حضرت یوشع بن نون کو عنایت کر دیا۔"

مگر اچھروی صاحب ہیں کہ پیران پیر ذر بہتان باندھ کر اور عامتہ المسلمین کو فریب دے کر اہل حدیث اور متبعین محمد بن عبد الوہاب نجدی کو رافضیوں کا فرقہ محمدیہ اعلان کر رہے ہیں۔ لعنة اللہ علی الکذبین

نالہ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر
اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی

کیا خان صاحب احمد رضا اور ان کے والد بھی رافضی ہیں ؟

اگر بقول اچھروی قاعدہ کلیہ اور اصول یہی ہے کہ جو بھی "محمدی" نام و نسبت سے موسوم و مشہور ہے' وہ رافضی ہی ہے۔ تو پھر ان کو یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہ ہو گا کہ پوری بریلویت ہر حیثیت سے رافضی ہے کیونکہ خان صاحب بصد خوشی و فخر اپنے کو "محمدی" لکھتے ہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ اپنے والد کو بھی "محمدی" اعلان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

(۱) ۔ "ابو محمد عبد المصطفیٰ احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی (انہار النوار من یم صلوۃ الابرار ص ۳۔ مصنفہ خان صاحب ۔ شائع کردہ مرکزی حزب الحناف ۱۳۰۵ھ)

(۲) ۔ خان صاحب اپنے والد کا محمدی ہونا لکھتے ہوئے فرماتے ہیں :

"سیدی و والدی حضرت مولانا مولوی نقی علی خان صاحب محمدی' سنی حنفی' قادری' برکاتی' بریلوی' (انہار النوار ص ۲۱ مطبوعہ ۱۳۰۵ھ)

۲- دماغی عارضہ کی عام علامت:

جنون و مالیخولیا کے مریض چونکہ عقل و خرد کی نعمت سے محروم ہوتے ہیں۔ بنابریں ان کو خیر و شر اور نفع و نقصان میں تمیز نہیں ہوتی۔ اس کو ذہن نشین رکھتے ہوئے اچھروی صاحب کے فہم و شعور کا جائزہ لیجئے۔

یہ راز و معمہ نہیں کہ رافضی و خارجی ایسے ہی متضاد و مختلف عقیدہ فرقے جیسا کہ آگ اور پانی۔

یعنی رافضی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں اس درجہ غلو کرتے ہیں کہ ان کو جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو کجا خود رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بھی افضل و برتر سمجھنے سے نہیں چوکتے۔

اس کے برعکس خارجی حضرات، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خارج از اسلام اور واجب القتل جانتے ہوئے ان تمام مسلمانوں کو بھی مرتد مانتے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق مان کر ان کی فضیلت کے قائل ہیں۔

مگر اچھروی صاحب ہیں کہ رافضی اور خارجی دونوں کو ایک ہی مذہب و مسلک کے حامل اور باہم شیر و شکر جانتے ہیں۔

چنانچہ ایک طرف تو بحوالہ "غنیۃ الطالبین" وہابیوں کو رافضیوں کا فرقہ "محمدیہ" بتلا رہے ہیں اور پھر اس کے ساتھ ہی وہابیوں کو بحوالہ شامی خارجی مشہور کر رہے ہیں۔

تعصب ہے وہ بری بلا کہ خدا کسی کو نہ دے
دے موت اور یہ بد ادا کسی کو نہ دے

تفصیل سے پڑھیے:

"وہابیوں کے متعلق فقہاء حنفیہ کرام کو فتویٰ ہے کہ وہابیوں کو خارجیوں میں شمار کیا گیا ہے۔"

ثبوت مدعا میں درالمختار شامی جلد ۳ ص ۴۲۷ کی عربی عبارت نقل کرتے ہوئے اس کا ترجمہ یوں لکھا ہے:

"تو نے جان لیا کہ خارجیوں کے مسمیٰ میں یہ غیر مشروط ہے بلکہ وہ ان خارجیوں کا بیان جنہوں نے حضرت علیؓ پر چڑھائی کی اور تبرے کیے اور نہیں تو ان میں ان کا اعتقاد و کفر کافی ہے۔

جیساکہ ہمارے زمانے میں عبد الوہاب کے متبعین جو نجد سے نکلے اور حرمین پر چھا گئے اور وہ اپنے آپ کو حنفی المذہب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔"

(طبع اول ص ۵۱ طبع ثالث ص ۱۹۱)

(۳) - امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ پر افتراء:

بریلوی دوست چونکہ سگ دربار غوثیہ منسوب ہوتے ہوئے اپنے آپ کو امام ابو حنیفہ رحمتہ علیہ کے نام سے منسوب کر کے حنفی بھی کہلاتے ہیں۔

لہٰذا اچھروی کا پیر صاحب" پر کذب و افتراء ملاحظہ فرمانے کے بعد حضرت امام پر افتراء کا نمونہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیے۔

قبل اس کے کہ افتراء بلفظہ نقل کیا جائے' امام عالی مقام کے مذہب و مسلک کی وضاحت کے لیے امام صاحب کی تصنیف و تالیف وغیرہ کا ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

امام صاحبؒ کی خود نوشت تصنیف:

تاریخ کا آخری فیصلہ ہے کہ دوسرے ائمہ مذاہب کی تصنیفات تو دنیا میں موجود ہیں مگر امام عالی مقام کی اپنی قلم سے لکھی ہوئی۔ کوئی چھوٹی یا بڑی تصنیف اس زمین و آسمان کے درمیان موجود نہیں۔

آپ کے تذکرہ نویسوں نے یہ ضرور لکھا ہے کہ:

"حضرت امام نے اپنے مخصوص تلامذہ کی ایک مجلس مرتب فرما کہ کم و بیش

بیس سال کے عرصہ میں ایک بہت بڑا مجموعہ فقہ اپنی نگرانی میں مرتب کروایا'
لیکن عقیدت مندان امام نے اپنی حسن عقیدت کی بنا پر احتراماً اسے اس
درجہ محفوظ کیا کہ وہ ہمیشہ کے لیے انسانی نظروں سے اوجھل ہو کر رہ گیا۔"
جہاں عقیدت و محبت کے انداز یہ ہوں۔ پھر وہاں مذہب و مسلک کا جو حال ہو گا وہ
محتاج بیان نہیں۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

حضرت امام کے مذہب کا انحصار:

حضرت امام کے مذہب کا انحصار صرف شاگردان امام کی زبانی کلامی روایات ہیں۔
چنانچہ سب سے اہم سرچشمہ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ کی تصنیفات ہیں۔
جن کا مختصر خلاصہ متاخرین فقہاء احناف نے قدوری' ہدایہ کنز و شرح وقایہ کی
صورت میں مرتب کیا ہے۔ پس لے دے کے امام صاحب کے مذہب کا مدار انہیں
کتب پر ہے اور بطور مذہب امام پڑھی پڑھائی جاتی ہیں اور درسی کتب کے نام پر
شہرہ آفاق ہیں۔

امام صاحبؒ کے شاگردان عظام کی تصانیف یا فقہ حنفی کی خاص درسی کتب بلکہ امام
صاحب کے تذکروں اور تاریخ و رجال کی تمام کتب سے آج تک یہ قطعاً" ثابت نہیں
ہو سکا کہ قصیدہ "النعمان" نامی کوئی قصیدہ امام صاحب کی خودنوشت تصنیف ہے۔
یا امام صاحب نے یہ قصیدہ مرتب فرمایا اور اپنے تلامذہ کے سامنے پیش کیا' خود اس
قصیدہ کے اشعار کو پڑھا ——————— یا تلامذہ کو پڑھنے کی ترغیب دی' یا تلامذہ نے
سن کر یہ قصیدہ حفظ کیا اور بطور یادگار امام اپنے بعد آنے والوں کو تعلیم فرمایا۔
لیکن اچھروی صاحب ہیں کہ چودھویں صدی کے آخری ربع میں یہ دعویٰ کر
رہے ہیں کہ قصیدۃ "النعمان" امام صاحب کی ذاتی تصنیف ہے۔
چنانچہ طبع اول ص ۲۱۳ طبع ثالث ص ۲۸۵ پر چند اشعار نقل کرتے ہوئے
دیوبندی احناف کو للکارا ہے کہ اگر حنفی ہو تو حضرت امام صاحب کا یہ عقیدہ قبول کرو۔

اچھروی صاحب کے اصل الفاظ آ رہے ہیں۔

بیس ابو حنیفہ :

اچھروی کے مغالطہ کو آشکار کرنے کی غرض سے یہ ذکر کر دینا بھی ضروری سمجھا گیا کہ امام صاحب کے نام رکنیت کی شہرت کی وجہ سے کئی ایک گمراہ فرقوں کے پیشواؤں نے مسلمانوں کو فریب دینے کی غرض سے اپنی کنیت اور نام ابو حنیفہ النعمان تجویز کیا۔

چنانچہ تاریخ و رجال کی کتب سے ظاہر ہے کہ امام صاحبؒ کے علاوہ ابو حنیفہ نام کے انیس دوسرے انسان بھی گزرے ہیں۔ جو سب کے سب گمراہ فرقوں کے پیشوا ہیں اور اکثر رافضی ہیں۔

بخوف طوالت ان گمراہ فرقوں کے ائمہ کی فہرست نظر انداز کرتے ہوئے بطور تصدیق صرف دو رافضی ابو حنیفہ نامی گمراہوں کا ذکر بریلویت کے ممتاز رکن بلکہ اپنے عہد کے امام بریلویہ اور موجودہ دور کے قائد و صدر سید ابوالحسنات کے والد بزرگوار سید دیدار علی شاہ کی قلم سے عرض کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

بریلویہ کے امام عصرہ اپنی مایہ ناز تصنیف "ہدیت الغوی بارشادات علی" میں لکھتے ہیں :

(۱) - "ابو جعفر خزاعی نے جو امام ابو حنیفہ کے نام سے "قرآن مجید" کے نام سے قرآن کے متعلق قرات موضوعہ کی اور زیادتی کے ساتھ مخالف قرآن موجودہ ایک کتاب جمع کر دی ہے۔" (ہدایت الغوی بارشادات علی ص ۱۹)

(۲) - "بلا شک یہ ابو حنیفہ بھی ابو حنیفہ النعمان بن منصور رافضی ہے۔ نہ امام ابو حنیفہ النعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ (بحوالہ مذکور)

اصلیت واقعہ

یہ ہے کہ فقہاء احناف نے بغیر تحقیق اسی مشابہت کی بنا پر کئی ایسے فحش و باطل

اقوال اپنی کتب میں گمراہ ابو حنیفہ انسانوں سے نقل کر دیئے جن کا حضرت امام صاحب سے کوئی سروکار نہیں۔

چنانچہ مصنف "ہدایۃ الغوی" نے بطور نمونہ ان حیا سوز مسائل کا ذکر بھی کیا ہے کہ اسی مشابہت کی وجہ سے فقہاء نے نقل کئے ہیں۔ طالب تفصیل کو اصل رسالہ ملاحظہ فرمانا چاہیے۔

اس تاریخی حقیقت سے ظاہر ہے کہ اچھروی صاحب نے جس "قصیدۃ النعمان" کے اشعار اپنی تائید کے لیے نقل کئے ہیں وہ امام علی مقام کے قطعاً" نہیں بلکہ کسی گمراہ ابوحنیفہ کے ہیں' جن کو اچھروی صاحب نے سکھا شاہی سے حضرت امام کے نام کرتے ہوئے اپنی عاقبت بگاڑی اور قیامت تک کی آنے والی نسلوں کا جو اس گمراہ ہوں گی بوجھ بھی اپنے ذمہ لیا ہے۔

اچھروی صاحب کے پیش کردہ اشعار یہ ہیں:

واذا سمعت نعنک قولا طیبا　　　واذا نظرت فما اری الاک

(قصیدۃ النعمان مولفہ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ ص ۱۴)

ترجمہ: جب میں کوئی بات سنتا ہوں' یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو آپ کی ہی طرف سے کلام پاک سنائی دیتی ہے جب میں دیکھتا ہوں ہر سو۔ تو سوا آپؐ کے مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔

"اے حنفی بننے کا دعویٰ کرنے والو! یہ ہے امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ اور فرمان۔ اب فرمائیے کہ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کو بھی مشرک کہو گے؟

اس عقیدہ کو سننے کے بعد اگر تم نے امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے سانچے میں اپنے عقیدے کو نہ ڈھالا تو تم حنفیت کے جھوٹے مدعی ہو' یا امام رحمتہ اللہ علیہ کی اتباع کر کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حاضر و ناظر ہونا تسلیم کر لو۔"

(طبع اول ص ۱۱۳ طبع ثالث ص ۲۸۵)

یا مالکی کن شافعی فی فاقتی　　　انی فقیر فی الوری لغناک

يا كرم الثقلين ياكنز الورى جد لی بجودک وارضنی برضاک
انا طامع بالجود عنک ولم يكن لابی حنيفة وی الانام سواک

(قصیدۃ النعمان ص ۲۳ مولفہ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ)

(ص ۲۴۳) اے میرے مالک (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے) میرے فاقہ میں سفارش فرمائیے۔ میں تمام مخلوقات میں آپؐ کے غنا کا محتاج ہوں۔ اے جن و انسان کے بزرگ ترین' اے مخلوقات کے خزانے اپنی سخاوت سے کچھ مجھے بھی عطا فرمائیے۔ میں آپ کی سخاوت کا طمع کرنے والا ہوں اور سوا آپؐ کے تمام مخلوقات میں ابو حنیفہ کا کوئی حامی نہیں۔

حنفی کہلانے والو:

یہ ہے امام ابو حنیفہ کا مذہب۔ اب تم اپنی حنفیت کا امام حنیفہ کے عقیدے کی کسوٹی پر پرکھو کہ واقعی تم حنفی ہو یا نہیں اور "استمداد من عباد اللہ" کا انکار کر کے حنفی کہلانے کے حقدار ہو یا وہابی۔

(طبع اول ص طبع ۲۴۳ ثالث ص ۲۸۹)

بریلوی دوستو !

اگر آپ میں کچھ دینی شعور اور نجات کی خواہش بھی ہے تو کیا پھر آپ کا یہ اولین فرض نہیں ہے کہ پہلی فرصت میں ہی اچھروی صاحب کا دامن پکڑ کر پرزور مطالبہ کریں کہ:

(۱) ۔ "قصیدۃ النعمان" حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی خود نوشت تحریر تاریخی طور پر ثابت کرو۔

(۲) ۔ ورنہ کم از کم امام محمد یا امام ابو یوسف کی مولفات سے اس کا ثبوت دکھلاؤ کہ حضرت امام رحمتہ اللہ' یہ قصیدہ پڑھا کرتے تھے اور ہم نے امام صاحب کی زبان فیض ترجمان سے سننے کے بعد ان اشعار کو حفظ کیا اور عمر

بھر تبرکا پڑھتے رہے ہیں اور حنفی مذہب کے متبعین کو بھی بطور وظیفہ پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں۔

(۳) ۔ اگر یہ بھی نہ دکھا سکیں تو پھر فقہ کی درسی کتب ہی سے ان کا ثبوت طلب کرو۔

اگر دکھادیں تو پھر بحیثیت حنفی مقلد یہ اشعار پڑھیے اوریہی عقیدہ رکھیے اور اگر اچھروی صاحب قصیدۃ النعمان حضرت امام کی تصنیف ثابت کرنے سے قاصر رہیں تو پھر آپ کا یہ فرض نہیں کہ :

"قصیدہ کے ہر حرف کے شمار و تعداد کے برابر لعنت و پھٹکار کی صلوٰۃ پڑھیں"

جس سوجھی ہو ملت کے مقاصد ہی سے غداری
ہمیں لازم ہے اس کے لاشہ ناپاک سے زاری

حضرت امام کا مقام توحید

یہ ضرور ہے کہ فروع میں حضرت امام دوسرے ائمہ ہدیٰ رحمہم اللہ سے مختلف ہیں مگر مسئلہ توحید میں اس قدر مضبوط ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نبی فرشتہ یا صالح سے صالح تر فوت شدہ انسان سے براہ راست اعانت طلب کرنا تو کجا ملائکہ المقربین انبیاء و صلحاء کی وساطت سے حاجات سے طلب کرنے کو بھی ناجائز مانتے ہیں۔

چنانچہ حنفی مذہب کی مستند عقیدہ کی کتاب میں حضرت امام اور ان کے تلامذہ کا فیصلہ اس بارہ میں یوں ہے :

قال ابو حنیفة وصاحباه رضی الله عنهم یکره ان یقول الداعی اسالک بحق فلان اوبحق انبیائک ورسلک وبحق بیت الحرام والمشعر الحرام ونحو ذالک حتی کره ابو حنیفة و محمد ان یقول الرجل اللهم انی اسالک بمقعد العزمن عرشک

(شرح الطحاویة فی العقیدة السلفیة مطبوعه مصر ص ۱۷۱)

ترجمہ: حضرت امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردان عظام رضی اللہ عنہم مکروہ جانتے ہیں' اس قسم کی دعا کو کہ دعا کرنے والا اس طرح دعا کرے کہ:

"اے اللہ میں تجھے بحق فلاں بزرگ یا بحق انبیاء و رسل یا بحق بیت اللہ شریف وغیرہ کے دعا کرتا ہوں کہ میری فلاں حاجت روا یا حل کر دے۔"

حتیٰ کہ امام ابو حنیفہ اور محمد تو ایسی دعا کو مکروہ جانتے ہیں کہ دعا کرنے والا یوں دعا کرے کہ:

"اے اللہ میں تجھ سے تیرے عرش معلّٰی پر جلوہ افروز ہونے کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں۔"

غرائب فی تحقیق المذاہب

میں حضرت امام صاحبؒ کی زندگی کا ایک واقعہ یوں ہے:

(رای المام) ابو حنیفة من یاتی القبور لاهل الصلاح فیسلم ریخاطب ویتکلم ویقول یا هل القبور وهل لکم من خبر وهل عندکم من اثر انی اتیتکم وناد یتکم من شهور فلیس سوالی منکم الا الدعا فهل دریتم ام غفلتم

فسمع ابوحنیفة یقول یخاطبه بهم فقال هل اجابوا لک قال لا فقال لا سحقالک وتربیت بد اک کیف تکلم اجساد الا یستطیعون جوابا ولا یملکون شیئا ولا یسمعون صواتاوقراء:

"وما انت بمسمع من فی القبور ○

ترجمہ: امام ابو حنیفہؒ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ قبور بزرگان پر سلام مسنون کہنے کے بعد ان سے خطاب کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ اے میرے بزرگو کیا آپ کو خبرو پتہ نہیں کہ میں کئی ماہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے صرف یہی سوال کرتا ہوں کہ آپ ——— اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا فرمائیے کیا آپ نے میری درخواست کو سمجھا نہیں؟ یا آپ لاپرواہی فرما رہے ہیں؟

پس امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے جب اسکا یہ کلام سنا تو اس مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"کیا ان بزرگوں نے تیری کلام سنی اور تجھے کچھ جواب دیا؟"

اس نے کہا:

"نہیں" اس پر حضرت امام نے ناراض و خفا ہو کر فرمایا:

"تجھے دوری و پھٹکار ہو اور تو ذلیل و خوار ہو۔ عقل کے اندھے تو ایسے جسموں سے کلام کرتا ہے کہ نہ ہی تو ان کو تیرے جواب دینے کی طاقت ہے اور نہ ہی تو ان کو تیرے نفع و نقصان کا کچھ اختیار ہے حتیٰ کہ وہ تیری بات کو سن بھی نہیں سکتے۔

کیا تو نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں پڑھی یا سنی:

وما انت بمسمع من فی القبور○

ترجمہ: تو اس شخص کو اپنی آواز سنا ہی نہیں سکتا، جو قبر میں ہے۔

ناظرین!

حضرت امام کا عقیدہ آپ کے سامنے ہے کہ حضرت امام خصوصی مقربین بارگاہ الٰہی کے واسطہ اور وسیلہ سے بھی دربار الٰہی کے واسطہ اور وسیلہ سے بھی دربار الٰہی میں سوال کرنے سے جب انکاری ہیں اور اہل قبور کے سماع اور جواب کو دھتکار رہے ہیں۔

پس جو شخص ایسے حنیف اور خدارس پر خدا تعالیٰ کے سوا مقربین بارگاہ الٰہی سے اعانت کرنے کا الزام عائد کرے۔ کیا دنیا میں لعنت اور آخرت میں سوا جہنم کے کوئی دوسری سزا بھی اس کے لیے ہو سکتی ہے۔

امام ابو حنیفہ کے خلاف ہیں سب عمل ان کے
مگر جب پوچھئے اپنے کو حنفی یہ بتاتے ہیں

(۴)۔ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جھوٹ:

عام انسانوں پر جھوٹ جب جرم ہے تو تاجدار مدینہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جھوٹ کی سزا سوائے جہنم کے اور کیا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں:

"ان کذ با علی لیس ککذ ب علی احد فمن کذ ب علی متعمد ا فلیتبوا مقعدہ من النار

(صحیح مسلم باب تغلیظ ا لکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: مجھ پر جھوٹ بولنے کا جرم عام انسانوں پر جھوٹ کے برابر نہیں بلکہ مجھ پر جھوٹ و افتراء کرنے کی سزا ابدی جہنم ہے۔

مگر اچھروی صاحب کو جھوٹ او ر مغالطہ بازی کے سوا چونکہ راحت و لذت حاصل ہی نہیں۔ اس لیے وہ کسی بھی وعید کی پرواہ نہیں کرتے۔

فریب در فریب:

بریلویت کو خوش رکھنے کی غرض سے اچھروی صاحب نے خاتمہ کتاب پر یوں اعلان کر رکھا ہے کہ:

"ایک حوالہ غلط ثابت کرنے والے کو یک صد روپیہ انعام اور جس قدر حوالے غلط ہوں' اتنے سو انعام"

مگر جب کہ مغالطہ و فریب مقصود ہوتا ہے۔ یوں ہی گپ ہانک دیتے ہیں۔ حضرت پیر صاحب کی طرف غلط نسبت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"پیر صاحب نے لکھا ہے کہ حنفیہ کی دو قسمیں ہیں۔ حنفی مرجیہ اور حنفی اہل سنت مگر حوالہ ندارد۔"

ذیل میں ایسی ہی دوسری مثال ملاحظہ فرمائیے۔ "اولہ نور ملاحظہ ہو" کی سرخی سے لکھتے ہیں:

"دلیل اول: اللہ تعالیٰ نے جب پیدائش کی ابتدا فرمائی تو سب سے پہلے اپنے

محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نور پاک سے شروع کی چنانچہ اول ما خلق اللہ نوری حدیث شاہد ہے۔"

(مقیاس حنفیت طبع اول ص ۷۸ طبع ثالث ص ۲۳۵)

دعویٰ تو اچھروی صاحب کا یہ ہے کہ "اول ما خلق اللہ نوری" کا فقرہ جملہ حدیث ہے۔ مگر نہ ہی تو اس کی سند ذکر کی اور نہ ہی راوی کا نام بتایا بلکہ کسی چھوٹی یا بڑی کتاب حدیث تو کیا کسی نتھو خیرا کی تصنیف کا حوالہ بھی نہیں دیا۔

جس سے ثابت ہو گیا کہ اچھروی صاحب نے جو الفاظ حدیث کے نام سے نقل کئے یا لکھے ہیں' یہ محض انکا دھوکہ ہے۔ کسی کتاب حدیث میں باسند مروی نہیں۔

نقد انعام یا لعنت و پھٹکار:

اچھروی صاحب اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لیے مذکورہ الفاظ مرفوع صحیح حدیث سے دکھا دیں تو انعام پائیں ورنہ بریلوی دوستوں کا فرض ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جھوٹ افتراء کرنے والے کذاب پر انفرادی و اجتماعی طور' ہمیشہ و ہر حال لعنت و پھٹکار پڑھنے کا فیصلہ کریں۔

غلط حوالہ دیکھئے:

اچھروی صاحب کو جھوٹ کے سوا لذت و سرور حاصل ہی نہیں۔ لہٰذا ان سے تو کچھ کہنا ہی فضول ہے۔ البتہ بریلوی دوستوں سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ آپ حضرات جو فکر ان کو اپنا واعظ و منصف مانتے ہیں لہٰذا غلط حوالہ دیکھئے۔

اچھروی صاحب طبع ثالث ص ۲۳۵ میں مزید اضافہ کرتے ہوئے شرح شفا لعلی قاری ۱/۵۰۵ کے حوالہ سے ایک حدیث بالفاظ ذیل لائے ہیں:

وشاهده حديث عبد الرزاق عن جابر يا رسول اللّٰه اول شئی خلقه اللّٰه تعالٰی قبل الاشياء قال يا جابر ان اللّٰه تعالٰی خلق قبل الاشياء نور نبيک من نوره"

یہ روایت شرح شفا علی قاری کے مذکور صفحہ و جلد میں قطعاً نہیں' بلکہ قاری صاحب نے موضوعات کبیر میں اس حدیث کو موضوع ثابت کیا ہے۔ تفصیل آرہی ہے۔

دوستو! اگر اچھروی صاحب انکاری ہوں اور آپ کو ان کے کذاب ہونے کا یقین ہوجائے تو پھر آپ کا یہ فرض تو ہے کہ کذاب تسلیم کر کے جلسہ عام میں اعلان کریں۔

(۵) - مزید بہتان:

اچھری صاحب بحوالہ صحیح مسلم لکھتے ہیں کہ:

"رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خاص صحابی' قاری قرآن اپنے غلام کو مارتے ہیں اور غلام اللہ تعالیٰ سے بہتیری پناہ مانگتا ہے۔ لیکن عبد اللہ بن مسعود اس کو چھوڑتے نہیں۔ جب غلام نے اسے آڑے وقت میں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قاضی الحاجات سمجھ کر غائبانہ پناہ طلب کی تو آپ نے اپنے تصرف نبوت سے عبداللہ بن مسعود کو مارنے سے ہٹایا۔
چنانچہ عبد اللہ بن مسعود غلام کو چھوڑتے ہیں اور شرک نہیں کہتے۔ ثابت ہوا کہ انبیاء سے پناہ لینی جائز ہے۔"

(طبع اول ص ۳۴ طبع ثالث ص ۱۵۵)

اچھروی صاحب نے مذکورہ سطور کو "یتخبطه الشیطان من المس" کا صحیح مصداق ثابت ہونے کا یقین تین طرح پر دلایا ہے۔

(ا) - حدیث کے روای ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔

ب - عبد اللہ بن مسعودؓ حافظ و قاری نہیں۔

مگر شرک و بدعت کی شامت سے اچھروی صاحب عقل و شعور سے محروم ہے اس لیے یہ نہیں سمجھ سکے کہ راوی کون بزرگ ہیں۔ کسی معاصر کے توجہ دلانے پر اگر کچھ ہوش بھی آئی تو طبع ثالث میں نام تو اصل راوی کا لکھ دیا۔ مگر تعارف پھر بھی نہیں بدل سکا۔

(۲) ۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ افتراء کیا ہے کہ آپ قاضی الحاجات ہیں اور غائبانہ پکارنے والوں کی امداد و اعانت تصرف نبوت سے فرمایا کرتے تھے۔

(۳) ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ افتراء کیا کہ یہ حضرات رضی اللہ عنہم انبیاء سے غائبانہ استعانت کو شرک نہیں بلکہ جائز مانتے تھے۔

ان امور کی صحیح حقیقت واصل کیفیت ملاحظہ فرمانے کے لیے اچھروی صاحب کی پیش کردہ حدیث سے اوپر کی حدیث ملاحظہ فرمائیے۔ مگر اولا اچھروی صاحب کی نقل کردہ حدیث مع ترجمہ سنئے

عن ابی مسعود انہ کان یضرب غلامہ فجعل یقول اعوذ باللّٰہ قال فجعل یضربہ فقال اعوذ برسول اللّٰہ فترکہ (صحیح مسلم)

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ آپ اپنے غلام کو مار رہے تھے تو وہ اعوذ باللہ کہتا تھا یعنی میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں۔ راوی نے کہا کہ عبداللہ بن مسعودؓ اس کو مارتے رہے' تو غلام نے کہا۔ اعوذ برسول اللہ یعنی میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پناہ مانگتا ہوں تو عبداللہ بن مسعود نے اس کو چھوڑ دیا۔

حقیقت واقعہ:

سمجھنے کے لیے مسلم شریف سے پہلی دو حدیثوں کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

(ا) قال ابو مسعود البدری کنت اضرب غلاما لی بالسرط نسمعت صوتا من خلفی اعلم ابا مسعود فلم افہم الصوت من غضب قال فلما دنی منی اذا ہو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

حضرت ابو مسعود بدری کہتے ہیں' میں اپنے ایک غلام کو کوڑے مار رہا تھا۔ پس ناگہاں اپنی پس پشت (پیچھے) سے یہ آواز سنی کہ:

"اعلم ابا مسعود (اے ابو مسعود جان نے تو)"

مگر بوجہ جوش و غصہ کے سمجھنے سے قاصر رہا کہ آواز دینے والے کون ہیں؟ پس جب کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) بالکل قریب ہی آگئے تو اس وقت مجھے علم ہوا

کہ آپ ہی آواز دے رہے تھے۔

دوسری حدیث:

عن ابی مسعود الانصاری قال کنت اضرب غلاما لی نسمعت من خلفی صوتا"اعلم ابا مسعود اللّٰہ اقدر علیک منک علیہ" فالتفت فاذا ھو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللّٰہ ھو حرلرجہ اللّٰہ (۲/۵۲ صحیح مسلم)

ترجمہ: میں اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا۔ اپنے پیٹھ پیچھے سے میں نے کسی پکارنے والوں کی یہ آواز سنی:

"اے ابا مسعود جان لے تو کہ اللہ تعالیٰ تیرے اوپر اس غلام سے زیادہ قادر ہے۔"

پس جب کہ میں نے یہ آواز سنی تو پیچھے مڑ کر دیکھا تو یہ آواز دینے والے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نظر آئے۔ لہٰذا بے اختیار میرے منہ سے یہ کلمہ نکل گیا:

"یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اس غلام کو اللہ کے نام پر آزاد کر دیا۔"

احادیث کا مطلب واضح ہے

کہ حضرت ابو مسعود جس غلام کو کوڑے سے مار رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی پس پشت تشریف لا رہے تھے اور غلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دور سے تشریف لاتے ہوئے دیکھ رہا تھا' کیوں کہ اس کا منہ آپ کی جانب تھا۔

جب کہ غلام نے اعوذ باللہ کہا تو جوش و غصہ میں نہ ہی تو ابو مسعود غلام کی اس پناہ کو سمجھ سکے اور نہ ہی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز کو معلوم کر سکے۔

مگر جونہی آپ قریب ہوئے تو غلام نے بجائے اللہ تعالیٰ سے پناہ پکڑنے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر آپ سے پناہ طلب کی تو آپ نے ابو مسعود کو دوبارہ متنبہ فرمایا تو اس نے جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو نادم ہو کر ادبا عرض کیا کہ:

"حضور میں نے اس غلام کو خدا کے واسطے آزاد کر دیا"

اچھروی افسانہ کا رد:

ناظرین! الفاظ حدیث آپ کے سامنے ہیں جو اعلان کر رہے ہیں کہ ابو مسعود جب کہ غلام کو مار رہے تھے تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) اس واقعہ کو بالکل قریب ہی سے ملاحظہ فرما رہے تھے اور غلام بھی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سامنے سے تشریف فرما ہوتے ہوئے بچشم خود دیکھ رہا تھا۔ حتی کہ آپ ﷺ عین موقعہ پر تشریف فرما ہوئے۔ جس سے اچھروی صاحب کی مغالطہ بازی کہ:

> "جب غلام نے اس آڑے وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قاضی الحاجات سمجھ کر غائبانہ پناہ طلب کی۔ تو آپؐ نے اپنے تصرف نبوت سے عبداللہ بن مسعود کو مارنے سے ہٹا دیا۔ چنانچہ عبد اللہ بن مسعود غلام کو چھوڑتے ہیں اور شرک نہیں کہتے۔"

عیاں ہو گئی۔

بریلوی دوستو!

ایمانداری سے کہئے کہ اچھروی جیسا کذاب کوئی دوسرا بھی ہو سکتا ہے اور کیا آپ اس کے شیدائی و حواری ہی رہیں گے؟

کئے اس پیار میں بھی آپ نے لاکھوں ستم
خدا نخواستہ تم خشمگین ہوتے تو کیا کرتے

سب سے بڑا کذاب:

انسانی تاریخ کو دوبارہ سہ بارہ کھنگال لیجئے اور عہد حاضرہ کی پوری انسانی آبادی کا بھی مشاہدہ فرما لیجئے۔ مگر اچھروی جیسا فنکار کذاب آپ کو نہیں ملے گا۔

آپ کی یقین دہانی کے لیے ہم عہد حاضرہ کے صرف دو اہم تاریخی واقعات اچھروی صاحب کی قلم سے نقل کرتے ہیں جو ہر سال ہزار ہا انسان موسم حج میں بچشم خود

ملاحظہ کرتے ہیں۔ جن میں ہزاروں بریلوی دوست بھی موجود ہوتے ہیں۔

ہم بریلویوں کو کہتے ہیں کہ اچھروی صاحب کے تاریخی مغالطہ کو نگاہ میں رکھتے ہوئے اپنے چشم دید حالات کی کسوٹی میں آزمائیں اور خوب پرکھ کر دیکھیں۔

سلطان عبد العزیز بن سعود یا عہد حاضرہ (۱۳۷۶ھ کے شاہ سعود کے والد ماجد" پر افترا کر کے اور مسلمانوں کو دھوکہ دے کر نجدیوں کے خلاف بھڑکانے کی غرض سے اچھروی صاحب لکھتے ہیں۔

(۱) "جنت البقیع کے تمام مقابر کو مسمار کر کے مزروعہ زمین کی طرح برباد کیا گیا ہے۔ (مقیاس حنفیت طبع اول ص ۲۲۷ طبع ثالث ص ۵۳۹)

وہ حضرات جو سفر حج سے فائز ہیں:

جنت البقیع کا نقشہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے ہوئے ایمانداری سے بتائیں کہ جنت البقیع میں ازواج مطہرات اور حضرت فاطمہ الزہراہ رضی اللہ عنہم کی قبور مطہرہ کی زیارت انہیں میسر ہوئی یا نہیں۔

اگر آپ حضرات قبور کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی اور مسرت قلب حاصل کر چکے ہیں تو ایمانداری سے کہیے کہ پوری دنیا میں اچھروی صاحب سے بڑھ کر کوئی کذاب بھی آپ نے دیکھا اور پایا ہے۔

۷۔ مدینہ منورہ آباد ہے یا غیر آباد:

اچھروی صاحب ابن سعود مرحوم کے مظالم گنواتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ساکنان مدینہ طیبہ کو تنگ کر کے جلا وطن کر دیا ہے جو اس وقت ترکی و مصر و ماحولہ اور قسطنطنیہ و ماحولہ' میں پناہ گزیں ہیں اور بعض کو شہید کر دیا گیا۔"

(طبع اول ص ۲۲۷ طبع ثالث ص ۵۳۹)

تحریر اعلان کر رہی ہے کہ ابن سعود رحمتہ اللہ نے اہل مدینہ کو ویسے ہی طیبہ سے

نکال دیا۔ جیسا کہ مشرقی پنجاب سے مسلمان مجبور ہو کر نکلے اور مغربی پنجاب و سندھ وغیرہ میں پناہ گزیں ہوئے۔

لہذا ہم ان دوستو سے پوچھتے ہیں جنہیں زیارت طیبہ کی سعادت حاصل ہے کہ واقعی مدینہ منورہ میں وہ لوگ آباد ہیں جو کہ ترکی' مصر' جاوا' ہندوستان وغیرہ سے ہجرت کر کے سالہاسال سے نہیں بلکہ پشت با پشت سے وہاں سکونت پذیر ہیں اور اگر آپ حضرات نے وہاں غیر ملکی مہاجروں کو آباد پایا ہے تو تاجدار مدینہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عقیدت و محبت میں مست لوگوں کی جستجو میں طیبہ کے گلی کوچوں اور بازاروں میں مصری' ترکی جاوی ہندوستانی و سوڈانی مہاجروں سے ملاقات کرتے ہوئے دریافت فرمائیے کہ :

"آپ کتنی مدت سے جوار نبوی میں سرفراز ہیں؟ اور کیا ابن سعود نے کچھ ترکی' مصری مہاجرین کو طیبہ سے نکلنے پر بھی مجبور کیا ہے جو کہ ٹرکی و مصر میں پناہ گزیں ہیں۔"

ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ ساکنان مدینہ بیک زبان یہ کہیں گے کہ ابن سعود کی آمد سے پیشتر' جن ٹرکی لوگوں کو شریف مکہ نے نکلنے پر مجبور کیا تھا۔ عہد سعودی میں وہ بھی اپنے اپنے مکانوں میں آکر آباد ہو چکے ہیں۔

۸۔ جھوٹ کا منہ کالا :

اچھروی صاحب لکھتے ہیں :

"۲۹ھ میں امیر سعودیہ نے ———————— روضہ اطہر بھی شہید کر دیا۔"

(طبع اول ص ۲۵۵ طبع ثالث ص ۵۷۸)

اس تاریخی جھوٹ کی تردید مفتی احمد یار صاحب بدیوانی مدرس مدرسہ خدام رسول کی قلم سے ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں :

"رب العالمین نے اپنے نبی کی آخری آرام گاہ کو ان (وہابیوں) سے محفوظ

رکھا۔"

(جاء الحق ورھق الباطل ص ۴ مطبوعہ ۷۴ ۱۳ھ)

بریلوی دوستو:

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

قائدین بریلویہ سے مخالفت

اچھروی صاحب کی گذشتہ مغالطہ بازی اور کذب بیانی سے آپ کو بخوبی اندازہ ہو گیا کہ ان کو حق سے انتہائی عداوت اور باطل سے دلی عقیدت اور قلبی مسرت ہے یا بالفاظ دیگر حق سے ٹکرانا ان کی فطرت میں داخل ہے۔

مزید تصدیق کے لیے اپنے قائد یا بریلویت کے اصل بانی سے مخالفت ملاحظہ فرمائیے۔ قبل اس کے کہ مخالفت کی امثلہ ذکر کی جائیں۔ بریلوی قائد کا تعارف ضروری ہے۔

آپ بخوبی جانتے ہیں کہ مشاہیر حلوہ خور قبورین اپنے کو رضوی و بریلوی مشہور کرنے میں انتہائی فخر محسوس کرتے ہین جس سے ظاہر ہے کہ متحدہ ہندوستان یا برصغیر پاک و ہند میں بریلویت کے اصل بانی خان صاحب "احمد خان بریلوی" ہی ہیں۔ ان کے ہم عصر اور بعد کے جملہ قبورین' سب کے مقلد اور پیروکار ہیں۔

چنانچہ ہمارے مخاطب نے خان صاحب کی قیادت کا اعتراف جن الفاظ سے کیا' وہ یوں ہیں:

"رب کریم نے اعلیٰ حضرت قبلہ احمد رضا خان صاحب بریلوی کو ان کے مقابلہ کے واسطے قائم کر دیا۔ انہوں نے فضل ایزدی سے دیو بندیوں کو ہر پول کا جواب احسن طریق سے دیا۔"

(مقیاس حنفیت طبع اول ص ۶۵۷ ۔ طبع ثالث ص ۵۸۰)

قائد بریلویہ کی تصنیفات:

اچھروی صاحب کے مذکورہ اعتراف سے عیاں ہے کہ ہمارے برصغیر میں بریلویت کے موجد خان صاحب ہی ہیں۔

وجہ یہ ہے کہ خان صاحب نے قبورین کے اس خیالی مذہب کو جو کہ تقلید آباء کی صورت میں موروثی طور پر چلا آرہا تھا۔ مستقل مذہب کے لباس میں کتابی صورت میں جمع کر دیا۔ ان کی تصانیف تو بکثرت ہیں۔ مگر ذیل میں ان خاص کتب کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جن پر بریلویت کا انحصار ہے:

(۱) کنز الایمان:

اردو زبان میں خان صاحب نے قرآن مجید کا عام فہم ترجمہ لکھا ہے۔

(۲) احکام شریعت مصطفوی: (۳) فتاویٰ افریقہ:

یہ دونوں کتب خان صاحب کے خود نوشت فتاوی کا مجموعہ ہیں۔

(۴) ملفوظات:

خان صاحب نے زبانی طور پر وقتاً فوقتاً پند و نصیحت ارشاد فرمائے۔ وہ ملفوظات کے نام سے شائع شدہ ہیں۔

وصایا شریف:

خان صاحب کی بستر مرگ پر کی ہوئی خاص وصیتیں وصایا شریف کے عنوان سے شائع ہو چکی ہیں۔

(۶) خزائن العرفان فی تفسیر القرآن:

خان صاحب کے ترجمہ "کنزالایمان" کی تفسیر جو کہ حاشیہ کی زینت ہے اگرچہ یہ

خان صاحب کی خود نوشت تو نہیں مگر اس سے یہ تو ظاہر کہ بریلویت میں خان صاحب کے بعد ان کے دست راست سید مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کا مرتبہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بریلویت ان کو صدر الفاضل اور سید المفسرین کے نام سے مشہور کر رہی ہے۔ مراد آبادی کی دوسری تصانیف بھی ہیں' جن میں سے ایک مختصر رسالہ "کتاب العقائد" کے نام سے مشہور ہے۔ جو کہ صرف عقائد کی تشریح و تفصیل میں لکھا گیا ہے اور بریلویہ میں اس کو خاص اہمیت حاصل ہے اس مختصر تعارف کے بعد اب اچھروی صاحب کی مخالفت ملاحظہ فرمایئے۔

(۱)۔ کفر کی اصل اور کفار کی بنیادی عقیدہ

خان صاحب نے ترجمہ اور سید المفسرین بریلویہ نے تفسیر میں کفر کی اصل اور کفار کے بنیادی عقیدہ کو جس وضاحت سے بیان کیا ہے۔ سنیے:

۱۔ وما منع الناس ان یومنوا اذا جاء ھم الھدی الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا رسولا ○ (پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل ع ۱۱)

ترجمہ: اور کس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا۔ جب کہ ان کے پاس ہدایت آئی۔ مگر صرف اس لیے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ کنز الایمان)

سید المفسرین مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"کافر" رسولوں کو صرف بشر ہی جانتے رہے اور ان کے منصب نبوت کو اور اللہ تعالیٰ کے عطا فرمائے ہوئے کمالات کے مقر اور معترف نہ ہوئے۔ یہی ان کے کفر کی اصل تھی اور اس لیے وہ کہا کرتے تھے۔ کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فرماتا ہے:

۲۔ قل لو کان فی الارض ملئکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیھم من

السماء ملکا رسولا ○ (حوالہ مذکور)

ترجمہ: تم فرماؤ' اگر زمین میں فرشتے ہوتے تو ان پر رسول بھی فرشتہ اتارتے

ف: کیوں کہ وہ ان کی جنس سے ہوتا۔ لیکن جب زمین میں انسان بستے ہیں تو ان کا غیر جنس ملائکہ سے رسول طلب کرنا نہایت بے جا ہے۔

۳- هل هذا الا بشر مثلکم (شروع سورہ انبیاء)

ترجمہ: یہ کون ہیں تمہیں جیسے آدمی تو ہیں۔

ف: یہ کفر کا ایک اصول تھا کہ جب یہ بات لوگوں کے ذہن نشین کر دی جائے گی کہ وہ تم جیسے بشر ہیں تو پھر کوئی ان پر ایمان نہ لائے گا۔

۴- فقالوا ابشر یهدوننا فکفروا ○ (پ ۲۸ سورہ تغابن ع ۱)

ترجمہ: بولے کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے تو کافر ہوئے۔

ف: اول - انہوں نے بشر کے رسول ہونے سے انکار کیا اور یہ کمال بے عقلی اور نافہمی ہے کہ بشر کا رسول ہونا تو نہ مانا اور پتھر کا خدا ہونا تسلیم کر لیا۔

بریلوی ترجمہ و تفسیر کا خلاصہ:

یہ ہوا کہ کفار کا بنیادی عقیدہ صرف یہی ہے کہ بشر کا رسول ہونا امر محال ہے مگر یہ ان کا بے جا انکار اور کمال بے عقلی ہے کہ بشر کا رسول ہونا تو نہ مانا اور پتھر کا خدا ہونا تسلیم کر لیا۔

جس سے ظاہر ہے کہ بریلوی قائدین کا متفقہ اور صحیح عقیدہ یہی ہے کہ:

"جو کوئی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بشریت سے انکاری ہے وہ کفار کا نمائندہ یا مبلغ ہے۔ اسلام سے اسے کوئی سروکار یا واسطہ نہیں کیوں کہ تمام کے تمام انبیاء علیہ السلام انسان و بشر ہی ہیں جن کی ابتدا آدم علیہ السلام اور انتہا آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ہوئی۔"

ازالہ شبہ:

خان صاحب نے بشر کا ترجمہ آدمی کیا ہے جس کی ابتدائی تخلیق مٹی سے اور پھر نطفہ سے ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فرمان انی خالق بشرا من طین الایتہ اور وھو الذی خلق من الماء بشرا سے ظاہر ہے۔ اس حقیقت کو ذہن نشین رکھتے ہوئے خان صاحب کا قول فتاویٰ افریقہ سے پڑھیے:

"حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

ما من مولود فی سرتہ من تربۃ التی خلق منھا حتی یدف فیھا وانا وابوبکر و عمر خلقنا من تربۃ واحدۃ فیھا ندفن

ترجمہ: ہر بچہ کی ناف میں اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا۔ یہاں تک کہ مرنے کے بعد اسی میں دفن کیا جائے گا' اور میں اور ابوبکرؓ عمرؓ ایک ہی مٹی سے بنے ہیں۔ اس میں دفن ہوں گے۔"

(فتاویٰ افریقہ ص ۸۵ مطبوعہ رضوی پریس ۱۳۳۶ھ)

خان صاحب کے قلم:

اعلان کر رہی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)' ابوبکر' عمر رضی اللہ عنہما ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے اور جس مٹی سے پیدا ہوئے اسی میں مدفون ہیں اور بزبان قرآن حکیم جو مٹی سے پیدا ہوا وہ بشر یا آدمی ہے۔

گویا کہ خان صاحب بشر کا ترجمہ "آدمی" سے کرتے ہوئے اعتراف کر رہے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بشر و انسان ہی تھے۔

اچھروی صاحب کی مخالفت:

قائد اور صدر الافاضل بریلویہ کا یہ متفقہ فیصلہ ملاحظہ فرمانے کے بعد اچھروی صاحب کی برملا مخالفت دیکھئے:

"احناف کے نزدیک نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بشر کہہ کر پکارنا (بشر ماننا) کفر ہے۔

(مقیاس حنفیت طبع اول ص ۸۷ طبع ثالث ص ۲۳۴)

بریلوی دوستو!

حقیقت آپ کے سامنے ہے۔ اب آپ کی مرضی ہے کہ قائدین بریلویہ کے فتویٰ و فیصلہ اور عقیدہ کہ:

"رسول بشر ہوتے ہیں"

کو قبول کرتے ہوئے اچھروی صاحب کو ——————— تسلیم کریں یا پھر اچھروی صاحب کے فتویٰ کی رو سے انبیاء کی بشریت کے قائلین مجددین بریلویہ کو کافر سمجھیں۔

من نہ گویم کہ این کن یا آن کن
مصلحت بین و کار آسان کن

۲۔ تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوۃ السلام بشر و انسان ہی ہیں

اہل سنت کا متفقہ عقیدہ یہی ہے کہ تمام کے تمام انبیاء جن کی ابتدا آدم سے اور انتہاء تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی' سب انسان' بشر یا آدمی ہی ہیں کی تصدیق میں قرآن مجید کی آیات' احادیث صحابہ رضوان اللہ علیہم کے فرامین خود حنفی امامؒ کا قول ذکر ہو چکا ہے۔

مجلس ہذا میں آخری فیصلہ کے لیے مکرر ملاحظہ فرمائیے۔ حنفی مذہب کی کتب عقائد میں "مسامرہ" نامی کتاب معتبر مستند ہے۔ خان صاحب پھر خود اچھروی صاحب بھی اسے

حنفی عقائد کا سنگ بنیاد تسلیم کرتے ہوئے اپنے فتویٰ اور مقیاس حنفیت طبع اول ص ۲۵۲ میں اس استشہاد کرتے ہیں۔ بشریت انبیاء کا عقیدہ اس میں جس وضاحت سے ذکر کیا گیا ہے یہ ہے:

۱۔ ان النبی انسان بعثه الله تبلیغ ما اوحی الیه کذا الرسول فلا فرق (مسامرة لکمال بن ابی شریف ۱۹۸ مصری)

۲۔ شیخ المشائخ اور استاذ الاحناف حضرت امام ابن ہمام مسامرہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فالنبی علی هذا انسان اوحی الیه بشرع"

(مسائرہ شرح مسامرہ مطبوعہ اریہ مصر ص ۱۹۷)

ترجمہ: نبی ایک انسان ہے۔ جس کی طرف شریعت کی وحی کی گئی۔

۳۔ حنفی مذہب کی ابتدائی درسی کتب "شرح عقائد نسفی" کے الفاظ اگرچہ ذکر ہو چکے ہیں تاہم پھر پڑھیے:

(مطبوع کانپور ص 14)

ترجمہ: نبی و رسول وہ انسان ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ احکام پر مامور ہو۔

قائد بریلویہ:

حنفی مذہب کی کتب عقائد کے بعد اب بشریت انبیاء کا عقیدہ خان صاحب کی قلم سے ترجمہ قرآن کے الفاظ میں پڑھیے:

قالت لهم رسولهم ان نحن الا بشر مثلکم ولکن الله یمن علی من یشاء من عباده ○ (ص ۱۳ سورہ ابراہیم ع ۶)

ترجمہ: ان کے رسولوں نے کہا ہم ہیں تو تمہاری طرح کے انسان مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرماتا ہے۔ (کنز الایمان)

صدر الافاضل:

اس آیت شریف کی تفسیر و حاشیہ نمبر ۱۵ میں فرماتے ہیں:

"نبوت و رسالت کے ساتھ برگزیدہ کرتا ہے اور اس منصب عظیم کے ساتھ مشرف فرماتا ہے۔"

مزید سنئے:

۲ - قل لوكان فى الارض مليئكة يمشون مطمئين لنزلنا عليهم من السماء ملكا رسول○ (پ ۱۵ بنی اسرائیل۔ ع ۱۱)

ترجمہ: تم فرماؤ اگر زمین میں فرشتے ہوتے تو ان پر ہم رسول بھی فرشتہ اتارتے۔ (کنز الایمان)

صدر الافاضل:

اس کی تفسیر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کیوں کہ وہ ان کی جنس سے ہوتا۔ لیکن جب زمین میں آدمی بستے ہیں تو ان کا ملائکہ میں سے رسول طلب کرنا نہایت ہی بیجا ہے۔"

مجدد بریلویہ کا اعلان

۱- خلق الانسان من صلصال كالفخار○

ترجمہ: انسان کو ایسی مٹی سے پیدا کیا جو کہ ٹھیکری کی طرح بجنے والی تھی (کنز الایمان)

یہ آیت شریف اس امر کا بین ثبوت ہے کہ انسان کی پیدائش مٹی سے ہے۔ گویا کہ جس کی تخلیق مٹی سے ہے اسے بشر کہا گیا ہے۔

اس حقیقت کو ذہن نشین رکھتے ہوئے خان صاحب کا مذکور فتویٰ فتاوے افریقہ سے مکرر پڑھیے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وسلم نے فرمایا:

"میںؐ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ ایک ہی مٹی سے بنے ہیں۔ اسی میں دفن ہوں گے۔"

۲۔ مزید سنیے مجدد بریلویہ نصیحت فرماتے ہیں:

"تمہارا دین یہ ہے۔ اشهد ان محمد عبده و رسوله عبد پہلے رسول بعد کو۔ (فرمایا کہ) عبد کے درجے سے نہ بڑھا دینا۔" (ملفوظات۔ حصہ چہارم ص ۳۷)

خان صاحب کا ارشاد ہے کہ:

"عبد کے درجے سے نہ بڑھا دینا"

ذہن نشین رکھتے ہوئے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے تعلیم فرمودہ الفاظ خود فقہ اکبر سے پڑھئے:

و محمد علیه الصلوة والسلام حبیبه و عبده و رسوله نبیه صفیه و تقیه

(فقہ اکبر مترجم ص ۸ مطبوعہ گلزار سٹیم پریس لاہور)

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دوست، بندے، نبی، برگزیدہ اور پاک و مطہر ہوئے ہیں۔

ملا علی قاری عبدہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ای المختص به لانه الفرد الاکمل عند اطلاقه (ص ۷۲)

اور اس کے ذیل حدیث:

لا تطرونی کما اطری عیسی وقولو اعبد الله و رسوله وقدم العبودیة متقد مها وجود علی الرساله والد لالة علی عدم استنکافة من ذالک المقام بل الاشارة الی انه علیه الصلوة والسلام مفتخر بذ الک المرام

لا تدعنی الابنیا عبد ها فانه اشرف اسمائها

انسان کے مراتب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

ان الانسان اما یکون ناقصا کالعوام من الجهلاء او کاملا غیر قاد ر علی

التکمیل کالا ولیاء اوکاملا مکملا کالا نبیاء علیھم السلام فاذا ثبت ھذ ا
عند مقام محمد صلے اللہ علیہ وسلم ص ۱۴۲
پھر انا سید ولد ادم الحدیث نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
علی کونہ من ادم بل من اولاد ادم (ص ۱۴۱)
فیہ ان من اولاد ہ من ھو افضل منہ کابراھیم فیکون نبیا افضل منہ بلا نزاع
مع انہ قد یرا ولولد ادم الجنس الانسانی کما ورد "یا ابن ادم انک ما دعوتنی
ورجوتنی الحدیث القدسی" (ص ۱۴۱)
عبدہ کی تشریح کرتے ہوئے قاری صاحب لکھتے ہیں:

"نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالٰی کے خاص الخاص بندے ہیں کیونکہ آپ
فرد کامل ہیں۔"

اور پھر حدیث کہ:

"میری شان میں اس طرح مبالغہ نہ کرنا جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسٰی
علیہ اسلام کی شان میں غلبو و مبالغہ کیا۔ لہٰذا مجھے اللہ تعالٰی کا بندہ اور رسول
ہی سمجھنا اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے بندہ ہونے کو رسالت پر
اس لیے مقدم فرمایا کہ آپؐ کا وجود پہلے اور رسالت بعد میں ہے اور یہ اس
امر کی دلیل ہے کہ آپ اپنے بندہ ہونے کو اپنی توہین نہیں سمجھتے۔

بلکہ اس میں یہ اشارہ کر دیا کہ بندہ ہونا میرے لیے انتہائی فخر ہے جیسا کہ شاعر نے
کہا ہے:

"مجھے تو اس کا بندہ کہہ کر ہی پکارو کیونکہ بندہ ہونا انتہائی شرف کا نام ہے۔"

پھر حنفی مذہب کی مسلمہ کتاب "عقائد نسفی" کے حوالہ سے انسان کے درجات و
مراتب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"انسان تین قسم یا مرتبہ کے ہیں۔ عوام جہلاء ناقص انسان ہیں۔ اولیاء اللہ۔
انبیاء اور یہ انتہائی کامل انسان ہیں۔"

پس جب کہ یہ ثابت ہو گیا کہ انبیاء کامل و اکمل انسان ہیں تو پھر محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے بھی کامل ترین انسان ہوئے۔ ص ۱۴۲

مرقاۃ میں ملا علی قاری حدیث المومن اکرم علی اللہ بعض الملئکۃ کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان عوام البشر خیر من عوام البشر و خوا صھم من خواص الملئکۃ ----- والمراد بخواص المومنین الرسل والانبیاء"

ترجمہ: عوام بشر(مومن) عوام فرشتوں اور خواص بشر خاص فرشتوں سے افضل ہیں اور خاص بشر سے مراد انبیاء ہیں۔

انا سید ولد ادم کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) پوری اولاد آدم سے افضل ہیں اور اولاد آدم سے انسانی جنس اور نسل مراد ہے۔ یعنی آپ پوری کی پوری نسل انسانی سے افضل و اکمل انسان ہیں جیساکہ حدیث قدسی میں ارشاد الٰہی ہے "اسے آدم کے بیٹے ——— الخ (شرح فقہ اکبر علی قاری)

فقہاء حنفیہ کا متفقہ عقیدہ:

حضرت الامام کا قول فیصل اور حضرت علی قاریؒ ایسے رکن مذہب حنفی کی واضح شرح ملاحظہ فرمانے کے بعد متاخرین فقہاء حنفیہ کا متفقہ فیصلہ "شرح عقائد نسفی" مستند درسی کتاب سے پڑھئے:

والرسل انسان بعثہ اللہ تعالے الی الخلق التبلیغ الاحکام

(شرح عقائد نسفی مطبوعہ قیدمی کانپور ص ۱۴)

ترجمہ: ہم اپنی قلم سے نہیں بلکہ بریلوی مذہب کے موجودہ قائد یعنی صدر حزب الحناف و صدر جمعیتہ العلماء کل پاکستان سید ابو الحسنات محمد احمد صاحب خطیب مسجد وزیر خاں کے شائع شدہ رسالہ "العقائد" سے عرض کرتے ہیں:

"نبی وہ بشر ہے جو خدا کی طرف آئے اور احکام الٰہی اس پر بذریعہ وحی آتے ہوں۔ جس در انبیاء گذرے سب بشر ہی تھے۔"

(العقائد ص ۱۵' ۱۶ شائع کردہ حزب الحناف)

دربار نبوت کا فیصلہ:

بھی سنتے چلیئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال احبونا بحبّ الاسلام فان رسول الله صلے الله علیه وسلم قال لا ترفعونی فوق حقی فان الله اتخذ نی عبدا قبل ان یتخذ نی رسولا رواہ اطبرانی واسنادہ حسن صحیح

(مجمع الزوائد اجزء اتاسع ص ۱۲۵۔ مصری)

ترجمہ: ہماری محبت و عقیدت چونکہ اسلام کی بنا پر ہے۔ اس لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ میری شان میں غلو و مبالغہ کر کے میرے مرتبہ کو نہ بڑھانا۔ اصلیت یہ ہے کہ اللہ نے مجھے اپنا رسول منتخب فرمانے سے پہلے اپنا مخلص و برگزیدہ بندہ منتخب فرمایا۔

پیران پیرؒ:

غنیتہ اطالبین میں اسلامی عقیدہ کو بیان فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ویعتقد اهل الاسلام قاطبة ان محمد بن عبد الله ابن عبد المطلب بن هاشم رسول الله (صلی اللّٰه علیه وسلم) و سید المرسلین و خاتم النبیین الخ (ص ۱۲۹ مترجم اسلامیہ لاہور)

ترجمہ: اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے کہ محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) عبداللہ بن عبد لمطلب بن ہاشم کی اولاد سے ہونے کا ساتھ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول' سید المرسلین و خاتم النبیین بھی ہیں۔

صدر الفاضل بریلویہ و سید المفسرین:

بریلوی عقیدہ کی تعلیم پیش کرتے ہوئے کتاب العقاید میں "نبوت کا بیان" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ خلق کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے جن پاک بندوں کو اپنے احکام پہنچانے کے واسطے بھیجا ان کو نبی کہتے ہیں۔ انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے۔"

بریلویہ کے تیسرے قائد:

سردار صاحب لائل پوری کے استاد حضرت ابو العلی محمد امجد علی صاحب اعظمی "بہار شریعت" مصدقہ خان صاحب میں "عقائد متعلقہ نبوت" کی سرخی سے لکھتے ہیں:

"عقیدہ انبیاء سب بشر تھے اور مرد۔ نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت"

(بہار شریعت حصہ اول ص ۱۰)

فقہ حنفی اور بریلوی قائدین کا فیصلہ:

آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ:

"نبی وہ بشر ہے جس پر احکام بذریعہ وحی آتے ہیں۔ جس قدر انبیاء گذرے وہ سب بشر ہی تھے۔"

جس سے عیاں ہے کہ بشریت انبیاء کا عقیدہ اسلام کا اصل عقیدہ ہے۔

اچھروی صاحب کی بغاوت:

ملاحظہ فرمائیے لکھتے ہیں:

"ان نو آیات کریمہ سے ثابت ہوا کہ انبیاء کو کسی امتی نے بشر سے خطاب نہیں کیا۔ نہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کسی صحابی نے ہی بشر کا خطاب کیا۔ اس کا شاہد تمام قرآن ہے۔"

مکرر وضاحت سے لکھتے ہیں:

"مومنوں میں انبیاء علیہم السلام کو بشر پکارنے والا ایک بھی ثابت نہیں۔"

(مقیاس حنفیت طبع اول ص ۸۱ طبع ثالث ص ۲۴۰)

بریلوی دوستو!

فقہ حنفی اور قائدین بریلویہ کا انبیاء کو بشر اعلان کرنا آپ کے سامنے ہے۔

ہمارا کام ہے کہنا بتا دینا تمہارا کام ہے مانو نہ مانو!

مجددین مذہب بریلویہ کا بنیادی عقیدہ
کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جنس و نسل ہی سے ہیں

قبل اس کے کہ مجددین بریلویہ کا بنیادی عقیدہ نقل کیا جائے' اچھروی کے مغالطہ و فریب کا پول ظاہر کرنے ضروری ہے جو اس نے جہلاء کو گمراہ کرنے کی غرض سے یوں لکھا ہے کہ:

"احناف کے نزدیک نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بشر کہہ کر پکارنا کفر ہے۔"

پوری اسلامی دنیا میں:

کوئی ایک انسان بھی ایسا دیکھنے یا سننے میں نہیں آیا جو کہ بریلویوں کی نقل میں "یا رسول اللہ کی بجائے یا بشر کا نعرہ لگاتا ہو" اور نہ ہی قطعاً یہ ثابت ہوا کہ بریلوی کے بالمقابل "یا رسول اللہ" کے وظیفہ کی جگہ "یا بشر یا بشر" کا وظیفہ کرتا ہو۔

ہاں اچھروی صاحب کے علم میں اگر کوئی ایسا بے عقل انسان ہے تو مطلع کریں۔ ہم اسے اس غلط وظیفہ یا نعرہ سے روکنے کی کوشش کریں گے۔

اہل حدیث:

من حیث الجماعت ایسے منحوس انسان کو جو "یا بشر" کا نعرہ لگاتا ہو یا پھر "یا بشر یا بشر" کا وظیفہ جپتا ہو' گمراہ ہی نہیں بلکہ ملعون جانتے ہیں۔

رہا یہ عقیدہ:

کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بحیثیت اولاد آدم یا نسل انسان ہو کے' فرد اعلیٰ ہونے کے ساتھ بنی نوع انسان کے ہم جنس ضرور ہیں۔

جو مردود آپ کو جنس یا نسل انسانی سے خارج مانتا یا قرار دیتا ہے۔ اس سے بڑھ کر تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کوئی دشمن و گستاخ ہے اور نہ ہی بنی نوع انسان پر اس سے زیادہ ظلم کرنے والا کوئی ہوا اور نہ ہی قیامت تک ہو گا کیونکہ انسانی شرف و مجد نبوت ہی کی بدولت ہے یہی وجہ ہے کہ خود حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اعلان فرمایا کہ:

انا سید ولد ادم الحدیث

مزید فرمایا:

بعثت من خیر اقرون بنی ادم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت منہ

ترجمہ: میں اولاد آدم کے بہترین خاندانوں سے ہوتا ہوا اس خاندان میں پہنچا ہوں' جس میں میری پیدائش ہوئی۔

تصدیق کنز الایمان' خزائن العرفان سے سنیئے!

۱- قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد

(آخر سورہ کہف)

ترجمہ: تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں (تو) میں تم جیسا ہی ہوں۔ مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ (کنز الایمان)

۲- صدر الافاضل و سید المفسرین بریلویہ "تم ہی جیسا" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مجھ پر بشری اعراض و امراض طاری ہوتے ہی۔" (خزائن العرفان)

پارہ چوبیس سورہ حم سجدہ کی آیت شریف:

قل انما نا بشر مثلکم

کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

تم فرماؤ' آدمی ہونے میں تو میں تم جیسا ہوں۔ مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود

ایک ہی معبود ہے۔

۳۔ صدر الافاضل "تمہیں جیسا" کا فائدہ بیان کرتے ہوتے لکھتے ہیں:

"ظاہر ہے کہ میں دیکھا بھی جاتا ہوں' میری بات سنی بھی جاتی ہے اور میرے تمہارے درمیان بظاہر کوئی جنسی مغائیرت بھی نہیں ہے تو پھر تمہارا یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ "میری بات نہ تمہارے دل تک پہنچے' نہ تمہارے سننے میں آئے اور میرے تمہارے درمیان کوئی روک ہو۔"

بجائے میرے کوئی غیر جنس' جن یا فرشتہ آتا تو تم کہہ سکتے تھے ——— کہ ہمارے اور ان کے درمیان تو جنسی مخالفت ہی بڑی روک ہے' لیکن یہاں تو ایسا نہیں کیوں کہ میں بشری صورت میں ہوں۔ مجھ سے مانوس ہونا چاہیے۔"

کیا قائدین بریلویہ وہابی ہیں ؟:

بریلوی ترجمہ و تفسیر اعلان کر رہے ہیں:

۱۔ تم فرماؤ آدمی اور بشر ہونے میں تم ہی جیسا ہوں۔

۲۔ عام انسانوں کی طرح مجھ پر بھی اعراض و امراض طاری ہوتے ہیں۔

۳۔ میرے تمہارے درمیان میں بظاہر کوئی جنسی مغایرت نہیں۔

پس جو کچھ اکابرین بریلویہ کی تحریر سے ثابت ہے۔ اہل حدیث و دیو بندی بھی عقیدہ یہی رکھتے ہیں' پس اگر یہی دہابیت ہے تو قائدین بریلویہ وہابی ٹھہرے۔

اچھروی صاحب

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بشریت کے خلاف نوری مخلوق ثابت کرنے کی غرض سے لکھتے ہیں:

"عقیدہ مسلمانان احناف یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نور محض پیدا کیا اور نور ہی گے۔"

(طبع اول ص ۷۷ طبع ثالث ص ۲۳۴)

اگے چل کر مزید وضاحت سے لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے جب پیدائش کی ابتداء فرمائی تو سب سے پہلے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک سے شروع کی۔"

(مقیاس حنفیت طبع اول ص ۷۸ طبع ثالث ص ۲۳۵)

اچھروی صاحب کے الفاظ کہہ رہے ہیں کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) انسان نہیں بلکہ انسانیت کے برعکس نوری مخلوق ہیں۔

بریلوی دوستو!

قائدین بریلویہ اور اچھروی کا عقیدہ آپ کے سامنے ہے۔ دونوں میں سے ایک یقیناً کذاب ہے۔ اب یہ آپ کی مرضی ہے کہ خواہ بریلوی قائدین کو کافر و کذاب ٹھہرائیں یا اچھروی صاحب کو۔ ہم تو صرف لعنت اللہ علی الکاذبین پر اکتفا کرتے ہیں۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نوری مخلوق نہیں
بلکہ
نوری ہدایت ہیں

مخلوقات الٰہی میں شیطان ناری اور فرشتے نوری مخلوق ہیں مگر انسان جو خاکی مخلوق ہے۔ اسے ـــــــــــــــــ اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات کے منصب پر فائز کیا ہے۔

گویا کہ خاکی جب عبد اللہ ہو جائے تو نوری مخلوق سے صرف ممتاز ہی نہیں بلکہ نوری اس کے غلام ہو جاتے ہیں۔

نوری مخلوق کے علاوہ اللہ تعالٰی نے ہدایت کو بھی نور فرمایا ہے' چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

انا انزلنا التورته فیها هدی و نور۔ واتینه الانجیل فیه هدی و نور
(پ ۶ - سورہ مائدہ ع ۱)

اور قرآن حکیم کو بھی نور فرمایا ہے:

فامنوا بالله و رسوله والنور الذی انزلنا (پ ۲۸ تغابن ع ۱)

ترجمہ: تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر جو ہم نے اتارا' نور سے مراد قرآن شریف ہے۔ کیوں کہ اس کی بدولت گمراہی کی تاریکیاں دور ہوتی ہیں اور ہر شے کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔ (خزائن العرفان)

بلکہ ایمان کو بھی نور فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

هو الذی ینزل علی عبده ایت بینت لیخرجکم من الظلمت الی النور (پ ۲۷ سورہ حدید ع ۱)

ترجمہ: وہی ہے کہ اپنے بندے پر روشن آیتیں اتارتا ہے تاکہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جائے (کنز الایمان' خزائن العرفان)

پس جس طرح توراۃ' انجیل' قرآن و اسلام اور ایمان و نور ہدایت ہیں بعینہ (اسی طرح) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بحیثیت انسان نبی و رسول ہونے کے نور ہدایت ہیں۔

تشریح و تفصیل کے لیے قائدین بریلویہ کے الفاظ میں کنز الایمان خزائن العرفان اور وصایا شریف سے پڑھیے:

۱- قد جاء کم من الله نور و کتاب مبین ○ (پ ۶ مائدہ ع ۳)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب (کنز الایمان)

سید عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نور فرمایا کیوں کہ آپ سے تاریکی کفر دور ہوئی

اور راہ حق واضح ہوئی۔ (خزائن العرفان)

۲- وداعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا ○ (پ ۲۲ احزاب ع ۶)

ترجمہ: اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا ہے اور چمکا دینے والا نور ہے۔ (کنز الایمان)

درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ کے نور نبوت نے پہنچائی اور کفر و شرک کے ظلمات شدیدہ کو اپنے نور حقیقت افروز سے دور کر دیا اور خلق کے لیے معرفت الٰہی تک پہنچنے کی راہیں روشن کر دیں اور ضلالت کی تاریک وادیوں میں راہ گم کرنے والوں کو اپنے نور ہدایت سے راہ یاب فرمایا اور اپنے نور نبوت سے ضمائر و ابصار اور قلوب و ارواح کو منور کیا۔ (خزائن العرفان)

مجسم و زندہ ثبوت:

سید المفسرین کے خط کشیدہ الفاظ نور نبوت، نور ہدایت بتا رہے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نور ہدایت ہیں۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو نور نبوت کی درخشانی و روشنی کی رہنمائی سے نور ایمان سے فائز ہوئے۔

دربار رسالت کا اعلان

عن عبد اللہ بن عمر وقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ تعالٰی خلق خلقہ فی ظلمۃ خالقی علیہم من نورہ فمن اصابہ من ذالک النور اھتدی ومن اخطاہ ضل فذالک جف القلم علی علم اللہ رواہ احمد الترمذی (مشکوۃ)

رکن مذہب حنفی ملا علی قاری "ظلمتہ" کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اے کائنین فی الظلمۃ النفس المجھولۃ بالشھوات الرریۃ (مرقاۃ)

نور کی شرح میں لکھتے ہیں:

اے نورہ الذی خلق قال تعالی وجعل الظلمات النور فالاضافۃ الیہ

تعالے للتکریم (مرقاۃ)

حاصل ترجمہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نفسانی خواہشات کے ظلمت و اندھیرے میں پیدا کیا پھر اس پر نور ہدایت کا چھینٹا دیا۔ پس جس کسی پر وہ چھینٹا پڑ گیا۔ وہ نور ہدایت سے ——— روشن ہوا اور جو انسان اسے چھینٹے سے محروم رہ گیا' وہ خواہشات نفسانی میں مبتلا ہوتا ہوا گمراہ۔

پس قلم ——— علم اللہ کے مطابق اہل ہدایت و گمراہوں کی فہرست لکھ کر خشک ہو گئی۔

قائد بریلویہ کا فیصلہ:

خان صاحب نے بریلویت کے لیے آخری وقت بستر مرگ پر جو وصیت فرمائی۔ ملاحظہ فرمائیے!

"اس وقت میں دو وصیتیں تم لوگوں کو کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو اللہ و رسول اللہ کی اور دوسری خود میری۔"

حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) رب العزت کے نور ہیں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے صحابہ روشن ہوئے۔ ان سے تابعین روشن ہوئے' تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے' ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے' ان سے.ہم روشن ہوئے' اب ہم تم سے کہتے ہیں' یہ نور ہم سے لو تمہیں اس کی ضرورت ہے کہ تم روشن ہو۔ وہ نور یہ ہے کہ:

"اللہ و رسولؐ کی سچی محبت اور ان کی دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت۔"

(وصایا شریف حضرت خان صاحب ص ۳ مطبوعہ کواپریٹو پرنٹنگ پریس لاہور)

خان صاحب کے الفاظ وصیت:

کہ "حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کا وہ نور ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے

واسطہ و ذریعہ سے تابعین، ائمہ مجتہدین و محدثین رحمہم اللہ میں منتقل ہوتا ہوا قیامت تک جاری و روشن اور باقی ہے۔

جس سے ظاہر ہے کہ وہ نور "نبوت اور ہدایت" ہی ہے۔ جس کی ضیا باریاں رہتی دنیا تک کے اہل ایمان کو درخشاں و مستنیر کرتی رہیں گی۔"

اچھروی صاحب کی بغاوت:

قائد بریلویہ اور ان کے دست راست صدر الافاضل کا فیصلہ آپ ملاحظہ فرما چکے کہ:

"حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) نوری مخلوق نہیں بلکہ انسانی جنس و نسل سے ہم جنس انسان ہیں صورت میں انسان، ضرورت میں انسان، اغراض و امراض و خواص میں جس طرح دوسرے انسانوں پر گذرتے ہیں، برابر آپؐ پر بھی گذرے۔

بیماری و تندرستی، رنج و غم، زخم و الم وغیرہ زندگی میں آپ انسان یا بشر ہی ہیں۔

باایں ہمہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول ہیں۔ آپؐ کی عظمت اللہ تعالیٰ کے بعد مسلم ہے اور آپؐ کا نور ہدایت اس درجہ باکمال و بے مثل ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک تمام انبیاء آپؐ کے زیر علم ہوں گے اور آپؐ کی قیادت و رہنمائی میں فردوس بریں میں فروکش ہوں گے۔

اللھم صل علی محمد وعلے ال محمد کما تحب و ترضی یا اللہ اپنے فضل و کرم سے ہم گنہگاروں کو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شفاعت اور ہمسائیگی سے سرفراز فرما۔

باوجود ان سب کمالات اور عظمت و شان کے آپؐ آدم علیہ السلام کی اولاد اور نسل انسان کے فرد بشر ہی ہیں، نوری مخلوق یا فرشتوں سے نہیں۔"

اچھروی کو انسانی نسل سے اس درجہ دشمنی ہے کہ وہ پوری نسل کو ہی

اشرف المخلوقات کے درجہ سے گرانے کی کوشش کرتا ہوا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بنی نوع انسان سے خارج کر کے نوری مخلوق ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہوا لکھتا ہے کہ:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نور محض پیدا کیا۔ کمامر"

تیسرے ایڈیشن میں انتہائی ظلم:

طبع اول میں تو اچھروی صاحب نے آپؐ کو نوری مخلوق قرار دینے پر اکتفا کیا مگر تیسرے ایڈیشن میں اللہ تعالیٰ کی بے مثل ذات کے نور کا حصہ و جز قرار دے کر یہودیت عیسائیت کا ریکارڈ بھی مات کر دیا۔ پوری بحث آرہی ہے۔

بریلوی دوستو!

حقیقت آپ کے سامنے ہے کہ قائد بریلویہ اور ان کے دست راست اور آپ کے سید المفسرین تو بالاتفاق حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سید ولد آدم کی تعلیم کے تحت سید الناس مانتے ہوئے اور بے مثل نور ہدایت تسلیم کرتے ہوئے اسی عقیدہ پر کاربند ہونے کی نصیحت کر رہے ہیں اور اوچھروی صاحب ان کے خلاف نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نسل انسان سے خارج، نوری مخلوق قرار دینے پر مصر ہیں۔

اب یہ آپ کی مرضی ہے کہ آپؐ کو سید الاولین و الاخرین مانتے ہوئے جنت و بخشش کی امید رکھیں، خواہ اچھروی صاحب کا عقیدہ قبول کرتے ہوئے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بشریت سے انکار اور شفاعت سے فرار کر کے آپ کو نوری مخلوق مانیے

نبتی نہیں ہے بات بناوٹ سے بال بھر
کھل جاتی ہے اخیر کو رنگت خضاب کی

۵۔ جھوٹ کے سر پر خاک:

اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

"ابوجہل نے چند آدمی ننگے سر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دروازے پر مسلح کھڑے کر دیئے تو اللہ تعالیٰ نے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہجرت کا ارشاد فرمایا' تو آپ نے سورۂ یٰسین کی پہلی پانچ آیتیں پڑھ کر ایک مشت مٹی ان کی طرف پھینک دی چنانچہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تشریف لے جاتے ہوئے نظر نہ آئے۔

چنانچہ ان اشخاص قاتلین کی ہیئت کذائیہ ادا کرتے ہوئے نجدی بھی ننگے سر نماز پڑھتا ہے۔ قیام بھی اس کا اسی طور کو مستلزم ہے اور چونکہ ان کے سر پر آپؐ نے مٹی ڈال دی تھی' وہی نشانی آج تک ان کے چہروں سے نمایاں ہے۔"

(مقیاس حنفیت طبع اول ص ۲۵۰ طبع ثالث ص ۵۷۲)

مفہوم و منشا ظاہر ہے:

کہ ننگے سر نماز پڑھنے والے ابوجہل کے ہمراہی و رفیق ہیں اور جو ننگے سر نماز پڑھتے یا جائز جانتے ہیں' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے سر پر خاک ڈالی ہے۔

۱۔ مجدد بریلویہ کا فتویٰ:

اچھروی صاحب کی مجنونانہ بکواس کو سامنے رکھتے ہوئے ملت بریلویہ کے مورث اعلیٰ حضرت خان صاحب کا فتویٰ پڑھیے:

سوال نمبر ۹۳: اگر نماز کے اندر ٹوپی گر جائے تو اٹھانی چاہئے یا نہیں؟

جواب: اٹھانا افضل ہے جب کہ بار بار گرے اور اگر تذلل و انکساری سے برہنہ سر پڑھنا چاہیے تو نہ اٹھانی افضل ہے۔ (احکام شریعت حصہ دوم ص ۹۳)

کھلم کھلا اور برملا:

مسئلہ نمبر ۵۴ ـ ۲۹ـ صفر ۱۳۳۹ھ):

"کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ ننگے سر نماز پڑھتے ہیں اور پڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ عزوجل کے سامنے عاجزی کرتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج تو نہیں اور نماز میں کسی طرح کی کراہت تو نہیں ؟ بینوا و توجروا۔

جواب : اگر بہ نیت عاجزی ننگے سر پڑھتے ہیں تو کوئی حرج نہیں عبد مذنب رضی اللہ عنہ (احکام شریعت حصہ اول ص ۷۳)

اور سنیے : عقیدت مند عرض کرتا ہے :-

"آمدنی کی قلت اور اہل و عیال کی کثرت۔ سخت کلفت ہے۔"

خان صاحب فرماتے ہیں :

"یا مسبب الاسباب ۱۰۰ بار' اول و آخر' ۱۱ بار درود شریف بعد نماز عشا قبلہ رو باوضو' بہ نیت عاجزی ننگے سر' ایسی جگہ کہ جہاں سر اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔ پڑھا کرو۔"

(ملفوظات احمد رضا خاں ص ۶۰ حصہ دوم)

بریلوی دوستو!

اگر آپ حضرات زندہ اور سنتے ہیں تو خود ہی فرماؤ کہ بقول اچھروی صاحب خان صاحب احمد رضا ابوجہل ملعون کے ساتھی ہیں اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ڈالی ہوئی خاک ان ہی کے سر پر بھی ہے یا کہ نہیں اور اگر آپ احتراماً یہ گوارا نہیں کرتے تو پھر ایک مٹھی خاک اچھروی صاحب کے سر پر ڈالیے۔

دل کے پھپولے لے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اگر سچ پوچھو:

تو اچھروی صاحب کا دماغ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ڈالی ہوئی خاک کے سبب بیکار ہو رہا ہے اور جیسا کہ ابوجہل کے ساتھی نہ ہی تو حق کو دیکھ سکے اور نہ ہی

قدموں کی آہٹ سن سکے۔ بعینہ اچھروی کتاب و سنت کی تعلیم اور نوراسلام کی حقیقی روشنی سے محروم ہے۔ اس کا دل ہدایت قبول کرنے سے عاری ہے۔ مقیاس حنفیت کی لغویات اس کا زندہ ثبوت ہیں۔

متفقہ لعنت:

سطور فوق کے الفاظ اگر مزاج پر گراں ہوں تو تو آسان ترین الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔ اچھروی صاحب عرسوں اور قبروں وغیرہ پر عورتوں کے جانے اور بیٹھنے کا ثبوت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) مقررہ رات میں قبرستان تشریف لے گئے ——— نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع میں چپکے چپکے حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بھی ملاحظہ فرمایا ——— تو مستورات حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اس سنت کو ادا کرتی ہوئیں مردوں کی نظروں سے پوشیدہ وہاں پہنچتی ہیں۔"

(طبع اول ص ۱۶ طبع ثالث ص ۱۷)

مجدد بریلویہ کا فتویٰ:

اچھروی صاحب کا فتویٰ آپ پڑھ چکے۔ اب مجدد بریلویہ کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیے :

"مسئلہ نمبر ۲۷: بزرگوں کے مزار پر عرسوں میں یا اس کے علاوہ عورتیں جاتی ہیں، وہاں بیٹھتی ہیں تو اس قبرستان میں ان کا ٹھہرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب : عورتوں کو مزارات اولیاء و مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔" (احکام شریعت حصہ اول ص ۹)

فتاویٰ افریقیہ:

میں مجدد بریلویہ فرماتے ہیں:

"ویستحب زیارۃ القبور للرجال و تکرہ للنساء الخ"

یعنی کفایہ شعبی پھر تاتار خانیہ میں امام قاضی سے سوال ہوا "کیا عورتوں کا قبرستان کو جانا جائز ہے؟"

فرمایا:

"ایسی بات میں جائز و ناجائز نہیں پوچھتے (بلکہ) یہ پوچھو کہ جائے گی تو اس پر کتنی لعنت ہو گی؟

خبردار! جب وہ جانے کا ارادہ کرتی ہے' اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں اور جب گھر سے چلتی ہے' سب طرف سے شیطان اسے گھیرے میں لیتے ہیں اور جب قبر پر آتی ہے' میت کی روح لعنت کرتی ہے اور جب پلٹی ہے' اللہ کی لعنت کے ساتھ پھرتی ہے۔

البتہ حاضری و خاکبوسی آستان عرش نشان سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم' اعظم المندوبات ہے۔"

(ص ۶۷ السنیتہ الانیقہ فی فتاوی افریقہ مطبوعہ رضوی پریس بریلی ۱۳۳۶ھ)

دربار نبوت کا فیصلہ:

اچھری صاحب پر مجدد اعظم بریلویہ کی لعنت ملاحظہ فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت بھی ملاحظہ فرماتے چلئے:

(۱) "لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرات القبور

(الحدیث) (مشکوۃ باب المساجد فصل ثانی)

(۲) ان رسول اللہ صلی علیہ وسلم لعن زورات القبور

(مشکوۃ باب زیارۃ القبور)

قبروں کی زیارت کو جانے والی عورتوں پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لعنت فرمائی ہے۔

بریلوی دوستو !

اپنے وعظ کا فتویٰ اور اس پر اپنے قائد اور رسول اللہ علیہ وسلم کی لعنت بھی سنتے ہوئے

جو نبی کے امر میں خطا پائے گا
وہ ظالم دیوانہ کدھر جائے گا

۷۔ اچھروی صاحب کی پھوہڑی اور فاتحہ خوانی:

اچھروی صاحب نے تیسرے ایڈیشن میں عامتہ المسلمین کو گمراہ کرنے کی غرض سے جو اضافہ کیا اور ہر رسم کفر و بدعت کو جائز ہونے کا فتویٰ دیا اور شرعی جامہ پہنایا ہے۔

یہ آپ واعظ کا وہ کارنامہ ہے جو یہود مردود اور کفار مکہ کو بھی نہ سوجھا تھا۔ ان میں سے میت کی پھوہڑی و فاتحہ خوانی کا مسئلہ بلفظ ملاحظہ فرماتے چلیے۔ بطور جواب سوال لکھتے ہیں:

(۱) کپڑا بچھا کر بیٹھنا یا مسلمانوں کا اجتماع تو شرعاً ناجائز نہیں۔

(۲) باقی رہا بعد از دفن ایسا کرنا تو یہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ثابت ہے اور میت والوں کے پاس ان کی دلجوئی کے لیے جانا مسنون ہے' بدعت نہیں۔

(۳) میت کے لیے کچھ قرآن پڑھ کر بخشنا یا ان کے حق میں دعائے خیر' تو یہ بھی سنت ہے۔" (طبع ثالث ص ۵۱۹)

مجدد اعظم کا فتویٰ:

بعد از دفن میت اہل میت کا کپڑا بچھا کر بیٹھنا اور لوگوں کے جمع ہونے کا جواز بلکہ سنت ہونا اچھروی صاحب سے پڑھنے کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم' فقہ حنفی اور مجدد بریلویہ کے فتویٰ سے ناجائز و منع بلکہ حرام ہونا ملاحظہ فرمائیے۔ فتویٰ بہت لمبا ہے' صرف ابتدائی حصہ نقل کیا جاتا ہے:

"امام احمدؒ اپنے مسند میں ابن ماجہ سنن میں بمسند صحیح حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ کنا نعد الاجتماع الی اهل المیت و صنعته الطعام من النیاحة

ترجمہ: ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان (جمع ہونے والوں) کے لیے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے (آگے چل کر ص ۱۹۳ میں لکھا ہے کہ نیاحت حرام ہے) جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق ہیں۔ (احکام شریعت ص ۱۹۱)

بریلوی دوستو!

مزید نمونے موجود ہیں' مگر ہم بطور نمونہ سات پر اکتفا کرتے ہوئے آگاہ کرتے ہیں کہ اچھروی صاحب کو نہ تو اسلام سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی فقہ حنفی سے' کچھ واسطہ مجددین مذہب بریلویہ سے بھی کوئی دلچسپی نہیں۔

ان کا مدعا صرف حلوہ' کھیر اور بھاری فیس ہے۔ بنابرین جس طریق سے یہ حاصل ہو' وہی ان کا مذہب ہے' لہٰذا بریلوی دوستوں کو خیال ہونا چاہیے کہ بریلویت کے لباس میں اچھروی صاحب اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔

وما علینا الا البلاغ

تحریف کے نمونے

تحریف و تلبیس معلوم کرنے کے لیے چونکہ صحیح معیار کی ضرورت ہے بنابرین اصل اسلام کا معیار عرض ہے' تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے برگزیدہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فرمائے ہوئے معیار کی روشنی میں شریعت حقہ معلوم ہو جائے اور سنت و بدعت کا فرق سامنے آجائے۔

حنفی مذہب کے مدعی یا مقلد کے لیے ہر مسئلہ و عمل میں صرف حضرت امام

ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا قول و فتوئ ہی دلیل ہے۔
ذہن نشین رکھنے کے لیے خان صاحب کا قول پڑھئے:

اذا قال الامام فصدقوہ فان القول ما قال الامام

قول امام ہی واجب التعمیل ہے۔ ہم قول امام ہی کو حجب مانتے ہیں۔ (ملفوظات حصہ دوم ص ۱۴)

غرض یہ کہ حنفی مذہب کا معیار صرف حضرت امام کا قول و عمل یا فتوئ ہی ہے مگر ہمارے مخاطب اچھروی صاحب اس حنفیت میں جس قدر عقائد و مسائل لکھے ہیں' ان میں سے کوئی ایک مسئلہ یا عقیدہ بھی ایسا نہیں ہے جس کی دلیل و سند قول امام تو کیا متاخرین فقہاء حنفیہ کی ان کتب سے بھی مل سکتی ہو جو بطور مذہب حنفی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں۔ مثلاً قدوری ہدایہ' کنزو شرح وقایہ۔
ہاں اگر اچھروی صاحب اپنے بیان کردہ مسائل کا ثبوت فقہ حنفیہ کی درسی کتب سے دکھادیں تو انعام پائیں۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

بلکہ اچھروی صاحب نے جن مسائل و عقائد کو مقیاس حنفیت قرار دیا ہے وہ سب کے سب پیٹ پرست' قبرپرست مجاورین کی اختراع ہیں' یہی وجہ ہے کہ اپنے ہر دعوئ و عمل کا ثبوت یوں پیش کرتے ہیں:

"اور احناف کا عقیدہ یہ ہے' احناف کے نزدیک یہ ہے' احناف کی مساجد میں یہ ہوتا ہے' تم سوچو کہ تم کون ہو"

بقول اچھروی:

حنفی مذہب کا معیار اگر یہی ہو کہ جو کچھ حنفی کہلانے والوں کا عمل ہے وہی حنفی مذہب ہے تو پھر یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ سینما دیکھنا اس لیے جائز ہے کہ حنفی کہلانے والوں کی اکثریت سینما دیکھتی ہے یا صوم و صلوۃ کے ترک میں اس لیے کوئی

حرج نہیں کہ حنفیوں کی اکثریت تارک صوم و صلوۃ ہے' یا حضرت خواجہ معین الدین مجدد الف ثانی' خواجہ فرید الدین شکر گنج' حضرت علی ہجویری (بقول جہلاء داتا گنج بخش) رحمہم اللہ کے مزاروں پر عرس و میلہ کے نام سے جس قدر کفر و شرک کی رسومات و بے حیائی و فواحشات ہوتے ہیں' یہ سب اس لیے جائز ہیں کہ ان کے کرنے اور کرانے والے سب حنفی ہی تو ہیں۔

بنابریں جو شخص ان فواحشات سے انکاری ہے یا ان کو برا جانتا ہے اور منع کرتا ہے' وہ وہابی ہے "لہٰذا تم سوچو کہ تم کون ہو۔"

غرضیکہ اسلام و ایمان اور حنفیت کا مدار اکثریت کے عمل و کردار پر منحصر نہیں' بلکہ اسلام کا معیار کتاب و سنت اور تعامل خیر القرون ہے' پس جو مسئلہ (عمل و اعتقاد) اس معیار کے موافق ہے صحیح' اور جو اس کے خلاف ہے وہ شیطانی عمل ہے۔

وضاحت کے لیے کتاب و سنت اور تعامل خیر القرون' امام ابو حنیفہ شیخ جیلانیؒ کے الفاظ خان صاحب کی تصدیق سنتے چلیے۔

تکمیل دین کا اعلان:

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کی تعلیم و تکمیل کی غرض سے مبعوث فرمایا۔ جب شریعت مکمل ہو چکی تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا سے رخصت ہو گئے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے یوں فرمایا:

والذی نفس عمر بیدہ ما قبض اللہ تعالیٰ روح نبیہ صلے اللہ علیہ وسلم ولا رفع الوحی عنہ حتی اغنی امتہ کلھم عن الرای

(میزان شعرانی جلد ۱ ص ۴۶ مصری)

ترجمہ: اس معبود برحق کی قسم جس کے قبضہ میں عمر کی جان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہ ہی تو وحی کو منقطع فرمایا اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو قبض کیا' جب تک کہ پوری امت کو معاملہ دین میں رائے و قیاس سے بے نیاز نہیں کر دیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حجتہ الوداع کے موقعہ عرفات کے میدان میں حضور (صلی اللہ

علیہ وسلم) کی وفات سے اکاسی یا تراسی دن پیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب کرتے ہوئے تکمیل دین کا اعلان یوں فرمایا:

الیوم اکملت لکم دینکم واتمت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (پ ۶ سورہ مائدہ ع ۱)

خان صاحب ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کر لیا" (کنز الایمان)

بریلویہ کے سید المفسرین اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ آیت شریفہ حجتہ الوداع میں عرفہ کے روز جو کہ جمعہ کا تھا' بعد از عصر نازل ہوئی۔ (یہ آخری آیت ہے) اور امور تکلیفیہ میں حرام و حلال کے جو احکام' قیاس اور قانون سب مکمل کر دیئے۔ اس لیے اس آیت کے نزول کے بعد حلال و حرام کے بیان کی کوئی آیت نازل نہ ہوئی۔" (خزائن العرفان)

بریلوی ترجمہ و تفسیر:

بتا رہے ہیں کہ اسلام کے احکام جو حلال و حرام سے متعلق ہیں' نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی میں مکمل ہو چکے اور صحابہ رضی اللہ عنہم ان پر پوری طرح عامل تھے۔ جس سے ظاہر ہے کہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا جو طرز عمل ہے وہی اصل اسلام ہے اور ان کے زمانہ کے بعد جو اعمال و عقائد نئے جاری ہوئے وہ تمام غیر شرعی اور خلاف اسلام ہیں۔

دربار رسالت کا پیش کردہ مقیاس شریعت:

چونکہ بریلوی دوست سگ دربار غوثیہ ہونے کے مدعی ہیں' بنا علیہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فرمان کو شیخ جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی قلم سے عرض کرتے

ہیں۔ پیر صاحب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"بنو اسرائیل ۷۱ فرقے ہوئے وستفترق امتی علی ثلاثة وسبعین فرقة کلهم فی النار الا واحدة قالوا وما تلك الواحدة قال صلى الله علیه وسلم من كان على مثل ما انا علیه الیوم و اصحابی (غنیہ مترجم مطبوعہ اسلامیہ ص ۱۹۰)

ترجمہ: ہماری امت ۷۳ فرقے ہو کر رہے گی۔ ان میں سے ایک کے سوا باقی ۷۲ فرقے دوزخی ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کی' حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) اس ایک فرقے کی پہچان تو بیان فرما دیجئے۔

رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا:

"من كان على مثل ما انا علیه الیوم واصحابی"

اس گروہ کا طرز عمل اسی طریق پر ہو گا۔ جس پر آج ہم اور ہمارے صحابہ ہیں مزید سنیے۔

پیر صاحب عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

فانه من یعش من بعدی یری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین من بعدی تمسکوا بها وعضوا علیها با لنواجذ ایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثث بدعة وکل بدعة ضلالة

(غنیة الطالبین ص ۱۹۲ مطبوعہ اسلامیہ لاہور)

ترجمہ: پس جو کوئی میرے بعد زندہ رہا یقیناً وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔ پس تم میرے اور میرے خلفاء راشدین کو لازم پکڑے رہنا اور دین میں نئے نئے امور جاری کرنے سے پرہیز کرنا کیونکہ دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

پیر صاحب کی روایت کردہ ہر وہ احادیث:

اس امر کا ثبوت ہیں کہ جو عمل و عقیدہ عہد نبوی یا خلفاء راشدین کے زمانہ میں نہ تھا' وہ بدعت ہے اس معیار کے پیش نظر گیارھویں' میلاد' عرس' ختم اور بزرگوں کی نیاز و فاتحہ وغیرہ کو پرکھو' اگر تعامل خیرالقرون کے مطابق ہیں تو درست اور جو مطابق نہ ہوں' وہ موجب عذاب ہیں۔

فلک ٹوٹے' زمیں پھٹ جائے' موت آئے کہ دم نکلے
مگر ہرگز نہ ہادیؐ کی اطاعت سے آگے قدم نکلے

فرمان نبوی میں کمی بیشی بھی موجب خسارہ ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں اپنی رائے کو دخل دے کر ثواب و نیکی سمجھنا بھی باعث خسارہ ہے' چنانچہ عہد نبوی کا مشہور واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یوں نقل کیا ہے کہ:

بعث النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم عبد اللّٰہ بن رواحۃ فی سریۃ فوافق ذالک یوم الجمعۃ فغدوا اصحابہ وقال اتخلف واصلی مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثم الحقھم فلما صلی مع رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم راہ فقال ما منعک ان تغدو مع اصحابک فقال اردت ان اصلی معک ثم الحقھم فقال لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما ادرکت فضل غدو تھم (مشکوۃ باب اداب السفر فصل ثالث)

ترجمہ: نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عبد اللہ بن رواحہ کی کمان میں مجاہدین کا لشکر کسی طرف روانہ فرمایا۔ روانگی کے دن اتفاقیہ جمعہ تھا' لشکر تو دوپہر سے قبل روانہ ہو گیا' مگر عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ جمعہ مسجد نبوی ہی میں ادا کر لیا جائے' پھر مجاہدین سے جا ملوں گا۔

پس جب کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جمعہ کے بعد عبد اللہؓ کو دیکھا تو فرمایا:

"تمہیں کس چیز نے مجاہدین کے ہمراہ جانے سے منع کیا۔"
عبد اللہ نے عرض کیا:
"میں تو آپ کی اقتداء میں جمعہ ادا کرنے کا ارادہ سے رہ گیا کہ پھر لشکر سے جا ملوں گا۔"
پس عبد اللہ سے یہ سن کر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ:
"اگر تو پوری دنیا کی دولت بھی خرچ کر ڈالے تو وہ ثواب حاصل نہیں کر سکتا جو مجاہدین تعمیل حکم میں بغیر جمعہ پڑھے روانہ ہو کر حاصل کر چکے ہیں۔"

اپنی رائے والی نیکی کا انجام:

ناظرین کرام! حقیقت آپ کے سامنے ہے کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں تعمیل ارشاد سے گریز کا شائبہ تک نہیں۔ بلکہ ارادہ نیک اور تجویز نہایت مبارک ہے کہ سفر جہاد ہے' زندگی ناپائیدار ہے' اعتبار نہیں کہ واپسی ہو یا نہ ہو۔
جمعہ کا دن ہے' تیز رو سواری پاس ہے لہذا مسجد نبوی کی نماز' حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اقتداء' خطبہ جمعہ کی سماعت کا شرف حاصل کر کے مجاہدین سے جا ملنا کوئی مشکل نہیں' مگر امر نبوی میں اپنی رائے کو دخل دینے سے جو نتیجہ برآمد ہوا وہ آپ کے سامنے ہے۔
غرضیکہ جو عمل فرمان مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے من وعن مطابق نہیں' وہ دربار الٰہی میں قطعاً مقبول نہیں اگرچہ نماز' روزہ' حج' زکوۃ اور جہاد ہی کیوں نہ ہو' اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کو سنت ثابتہ پر عمل کی توفیق بخشے اور اسی پر زندہ رکھے۔

فقط خوشنودی خالق اسی پر ہے مسلمانو
کہ پیغمبر کرے جو حکم لازم اس کو گردانو

عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کا سبق آموز واقعہ:

اللہ تعالیٰ اور اس کے برگزیدہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بیان ملاحظہ فرمائے

کے بعد اب عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس کی پابندی کا ایمان افروز منظر بھی ملاحظہ فرماتے جائیے تاکہ سنت و بدعت کا فرق سامنے آجائے۔

لطف و کمال یہ ہے کہ اس کو فرمانے والے وہ جلیل القدر صحابی ہیں جنہیں فقہاء احناف حنفی مذہب کی بنیاد قرار دیتے ہیں (حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) آپ تلمیذ حضرت عمرو بن سلمہؓ کہتے ہیں:

کنا نجلس علےٰ باب عبد اللّٰہ بن مسعود قبل صلوۃ الغداۃ فاذا خرج فمشینا معہ الی المسجد فجاء نا ابوموسی الا شعری فقال اخرج علیکم ابو عبد الرحمن قلنا لا فجلس معنا حتی خرج فلما خرج قمنا الیہ جمیعا فقال لہ ابو موسیٰ یا ابا عبد الرحمن انی رایت فی المسجد انفاامرا انکرتہ ولم ارو الحمد للّٰہ الا خیر قال فما ھو فقال ان عشت فستراہ قال رایت فی المسجد قوما خلقا جلوسا ینظرون الصلوۃ فے کل حلقۃ رجل و فی اید یھم حصے فیقول کبروا فیکبرون مائۃ فیقول ھللوا فیھللون مایۃ قال فما ذاقلت لھم قال ما قلت لھم شئیاً انتظار رایک و انتظار امرک قال افلا امرتھم ان یعد وا سیئا تھم وضمنت لھم ان لا یضیع من حسناتھم ثم مضی و مضینا معہ حتی اتی حلقۃ من تلک الحلق فرقف علیھم فقال ما ھذا الذ ی اراکم تصنعون قالوا یا ابا عبد الرحمن تعد بہ التکبیر والتھلیل والتسبح فقال عد و اسیئاتکم فانا ضامن الایضیع من حسناتکم شئی ویحکم یا امۃ محمد ما اسرع ھلکتکم ھو لاء صحابۃ نبیکم صلی اللّٰہ علیہ وسلم متوافرون وھذ ہ ثیابۃ لم تبل وانیتہ' لم تکسر والذ ی نفسی بید ہ انکم لعلی ملۃ ھی اھد ی من ملۃ محمد تفحتم باب ضلالۃ قالوا واللّٰہ یا ابا عبد الرحمٰن ما اردنا الا بخیر قال و کم من مرید الخیر لن لصیبہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حدثنا

ان قوما یقرؤن القران لا یجاوز تراقیهم وایم الله ما ادری لعل
اکثرهم منکم ثم تولی عنهم فقال عمرو بن سلمة رائینا عامة اولئک
الخلق بطاعنونا یوم المهروان مع الخوارج (مسند داری ص ۲٦)

ترجمہ: ہم عبد اللہ بن مسعودؓ کے دروازے پر صبح سے پہلے بیٹھے تھے تاکہ آپ تشریف فرما ہوں' تو آپ کے ہمراہ مسجد میں جائیں' اتنے میں حضرت ابو موسیٰ اشعری تشریف لے آئے اور فرمایا کہ:

"ابھی تک ابو عبد الرحمٰن (حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ) نہیں نکلے؟

ہم نے کہا:

"ابھی تک تو نہیں نکلے۔"

پس حضرت موسیٰؓ بھی بیٹھ گئے' یہاں تک کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ تشریف فرما ہوئے۔ تو ہم بھی سب کے سب اٹھے (اور ان کے ہمراہ مسجد کی طرف روانہ ہوئے) اسی اثنا میں حضرت ابو موسیٰ اشعری نے کہا:

"اے ابا! عبد الرحمٰن میں نے مسجد میں آج ایک نئی بات دیکھی ہے اور الحمد للہ کوئی بری بات بھی نہیں ہے۔"

عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا:

"تم نے کیا دیکھا؟"

ابو موسیٰ نے کہا:

"اگر آپ زندہ رہے تو خود ہی دیکھ لیں گے۔"

پھر خود ہی کہا' میں نے مسجد میں ایک قوم دیکھی ہے جو انتظار نماز میں کئی ایک حلقے بنائے بیٹھی ہے اور ہر حلقہ میں ایک شخص ہے اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک سو کنکریاں۔

پس جو شخص حلقہ کے درمیان بیٹھا ہے وہ باآواز کہتا ہے:

"سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھو۔"

پس حلقہ والے لوگ سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھتے ہیں۔
اس کے بعد پھر وہی شخص کہتا ہے:
"لا الہ الا اللہ سو مرتبہ پڑھو۔"
پس وہ لوگ سو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔
پھر وہی کہتا ہے:
"سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھو۔"
لہٰذا وہ سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھتے ہیں۔
(یہ تفصیل و ذکر سننے کے بعد) عبد اللہ بن مسعود نے ابو موسیٰؓ سے فرمایا:
"یہ ماجرہ دیکھ کر پھر آپ نے ان کو کیا کچھ فرمایا۔ . . . .
ابو موسیٰ نے جواباً عرض کیا:
"میں نے تو ان کو کچھ بھی نہیں کہا کیونکہ میں صرف آپ کے امر کا منتظر ہوں۔"
ابن مسعودؓ نے فرمایا:
"تو نے ان کو یہی کیوں نہ کہہ دیا کہ بھائی تم اپنی برائیوں کو شمار کرو۔ تمہاری نیکیوں کا میں ذمہ دار ہوں کہ ضائع نہیں ہوں گی۔"
پس جب کہ ہم مسجد میں داخل ہوئے' تو ابن مسعودؓ نے ان حلقوں میں سے ایک حلقہ پر کھڑے ہو کر فرمایا:
"تم کیا کرتے ہو۔"
انہوں نے جواباً عرض کیا:
"اے ابا عبد الرحمٰن کنکروں کے شمارے سے تکبیر و تہلیل اور تسبیح پڑھتے ہیں۔"
ان کا یہ جواب سن کر فرمایا:
"اپنی برائیاں گنو (شمار کرو) تمہاری نیکیوں کے ہم ذمہ دار ہیں۔ وہ ضائع نہیں ہوں گی۔

اے امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مدعیو! خرابی ہو تمہاری ہلاکت کس درجہ قریب آگئی کہ تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تمہارے کثرت سے ہیں۔ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور آپؐ کے کھانے پینے کے برتن بھی ابھی نہیں ٹوٹے۔

اس وحدہ لا شریک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھے تم یہ بتاؤ کہ تمہارا یہ مذہب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب سے زیادہ صحیح ہے؟ تم نے گمراہی کا دروازہ کھول دیا۔"

"اے ابا عبد الرحمٰن ہم نے تو نیکی اور خیر ہی کی غرض سے یہ ذکر کا سلسلہ شروع کیا ہے۔"

فرمایا کہ:

"اپنی رائے سے خیر کا ارادہ کرنے والے کبھی بھی نیکی حاصل نہیں کریں گے۔

تحقیق ہمیں تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ ارشاد فرمایا:

"عنقریب ایک قوم ظاہر ہو گی' جو قرآن مجید ان کے کو (نیکی کے ارادہ سے) پڑھے گی' مگر قرآن مجید ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا (ثواب سے محروم ہوں گے)

میں نہیں جانتا کہ ان کی اکثریت تم میں سے ہی ہو۔ یہ فرماتے ہوئے ابن مسعودؓ چلے گئے۔ عمرو بن سلمہ کہتے ہیں کہ ہم نے اگلے سال بچشم خود باندھنے والے لوگوں کو دیکھا کہ نہوان کی لڑائی میں ان کی اکثریت ہمارے خلاف خوارج کے لشکر میں ہو کر خلیفہ برحق حضرت علیؓ کے لشکر سے جنگ کر رہی تھی۔

مذاہب اربعہ یا امام معین کی تقلید کو فرض و واجب قرار دینے والوں کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

غور فرمایئے:

۱۔ یہ لوگ صبح کی نماز باجماعت ادا کرنے کی غرض سے مسجد میں منتظر بیٹھے ہیں۔

۲۔ ثواب کی نیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ وظائف پڑھ رہے ہیں۔

۳۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ اذکار ناجائز ہیں۔

مگر ان لوگوں نے جب کہ اذکار مسنونہ کو ازخود اپنے ساختہ طریق سے حصول ثواب کی نیت سے پڑھا تو عبد اللہ بن مسعودؓ نے ان کی مجلس ذکر کو گمراہی قرار دیتے ہوئے اور ملامت فرماتے ہوئے خطاب کیا کہ:

"ممکن ہے اس بدترین گروہ کے لوگ تمہارے ہی ان حلقوں یا مجالس میں سے اکثر ہوں۔ جن کے متعلق رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ہمیں آگاہ فرمایا کہ وہ لوگ (بدعتی خوارج) قرآن مجید کو بظاہر حصول ثواب ہی کے ارادہ سے پڑھیں گے مگر ان کا پڑھنے کا ڈھب چونکہ اپنا مجوزہ یا ایجاد کردہ ہو گا (جیسا کہ میت کے لیے ختم قرآن' ختم برطعام قبروں پر قرآنی خوانی وغیرہ) لہٰذا قرآن مجید کی تلاوت کے ثواب سے محروم ہوتے ہوئے اپنی خود ساختہ بدعات کی بدولت سزاوار جہنم ہوں گے۔"

؎ قلب میں سوز نہیں' روح میں احساس نہیں
دوستو کچھ بھی فرمان محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

حشر و انجام:

اذکار مسنونہ کو اپنے مجوزہ طریق سے پڑھنے والوں کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے' جو بھی سنت نبوی کو اپنی تجویز و سکیم کے ماتحت ادا کرے گا وہ صراط مستقیم سے بھٹک کر جہنم رسید ہو گا۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ :

عہد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے اسلام کا معیار ملاحظہ فرمانے کے بعد خیر القرون کے آخری قرن کی نامور شخصیت یعنی حنفی مذہب کے امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ملاحظہ فرمائے۔

ان کے زمانہ میں چرچا عام ہوا کہ امام صاحب احادیث پر اپنے قیاس کو مقدم جانتے ہیں' چنانچہ اس عہد کے خلیفہ منصور عباسی کو جن یہ خبر پہنچی تو اس نے حضرت امامؒ کو خط لکھا۔

چنانچہ علامہ شعرانی نے "فصول فی بعض الاجوبتہ عن الامام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ کے عنوان سے یوں نقل کیا ہے:

"ولما كان كتبه الخليفة ابو منصور الى ابى حنيفة بلغنى انک تقدم القياس على الحديث فقال ليس الامر كما بلغک يا امير المومنين انما اعمل اولا بكتاب الله ثم بسنة رسول الله صلى عليه وسلم ثم با قضية ابى بكر و عمر و عثمان وعلى رضى الله تعالىٰ عنهم ثم با قضية بقية الصحابة ثم اقيس بعد ذالک اذا اختلفو وليس بين الله و بين خلقه قرابة (میزان جلد اول ص ۵۳ مصری)

ترجمہ: جب منصور عباسی نے آپ کو خط لکھا کہ مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ آپؒ حدیث پر اپنے قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔

اس کے جواب میں حضرت امام نے لکھا:

"اے امیر المومنین! آپ کو جو میرے متعلق اطلاع پہنچی' وہ بے بنیاد ہے۔ میں تو اول کتاب اللہ پر پھر سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر عمل کرتا ہوں۔

پس جب کہ یہ میسر نہ ہوں تو پھر دوسرے اجلہ صحابہ رضوان اللہ علیہم کے قول و عمل پر فتویٰ دیتا ہوں اور عمل کرتا ہوں۔

ہاں جس مسئلہ میں صحابہ باہم مختلف ہوں تو پھر صحیح قول معلوم کرنے کی غرض سے قیاس سے کام لیتا ہوں۔"

حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ:

اب حضرت شیخ جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا پیش کردہ معیار بھی سنتے چلیے آپ فتوح الغیب میں رطب اللسان ہیں:

واجعل الکتاب والسنة امامک وانظر فیهما بتامل و تدبر واعمل بهما ولا تغتر بالقال والقیل والهرس قال اللّٰہ تعالٰی وما اتکم الرسول فخذوہ وما نهکم عنه فانتهوا واتقوااللّٰہ ولا تخالفرہ فتترکوا العمل بما جاء به وخترعوا لانفسکم عملا عبادة کما قال فی حق قوم ضلوا عن سرآء السبیل ورهبانیة ابندعوها ما کتبنا ها علیهم

(فتوح الغیب برحاشیہ غنیة الطالبین مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور ص۴۸۹ تا ۴۹۱)

ترجمہ: قرآن و حدیث کو اپنا امام و پیشوا بنا اور ان دونوں میں غور و تدبر سے دیکھ اور عمل کر۔ ان کے علاوہ کسی دوسرے کی قیل و قال اور رائے قیاس پر فریفتہ نہ ہو کیونکہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ:

"رسول ﷺ جو تمہیں دیویں مضبوط پکڑو اور اس پر عمل کرو جس سے روکیں اور منع کریں اس کے قریب تک نہ جاؤ۔"

میرے سے رسول کے حکم کی مخالفت نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ اس سے روگردان ہو کہ تم اپنے لیے ازخود عمل و عبادت کے طریق اختراع کر کے اس گمراہ قوم کی طرح صراط مستقیم سے الگ ہو جاؤ' جس نے رہبانیت و گوشہ گیری اپنے اوپر فرض کر لی' حالانکہ ہم نے انکو ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔

مزید فرماتے ہیں:

"وقال النبی صلی اللّٰہ علہ وسلم من عمل عملا لیس علیه امرنا هم رد هذا یعم الرزق والاعمال والا قوال لیس لنا نبی فنتبعه ولا کتاب

غیر القران فنعمل به فلا تخرج عنها فتهلک فیضلک هواک واشیطان قال اللّٰہ تعالٰی "ولا تتبع الهوی فیضلک بن سبیل اللّٰہ" و السلامة مع الکتاب والسنة والهلاک مع غیر هما بهما یرتقی العبید الی حالة الولایة

(مقالہ چھتیسواں بر ص ۴۹۷، ۴۹۸ غنیۃ الطالبین مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس عمل پر ہمارا حکم نہیں وہ عمل اور اس کا کرنے والا مردود ہے۔ یہ حکم عام ہے اور تمام اعمال و عبادات کو شامل ہے۔

اس لیے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سوا ہمارا کوئی نبی نہیں اور قرآن مجید کے سوا ہمارے لیے کوئی دوسری کتاب نہیں جس کی اطاعت ہم پر واجب ہو۔

پس اے مسلمان! تو ان دونوں کی اطاعت سے باہر نہ ہو کیوں کہ اگر تو نے ان دونوں سے روگردان ہو کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا تو یقیناً تو گمراہ اور شیطان کا ساتھی ہو جائے گا۔

پس یاد رکھ کہ سلامتی کتاب و سنت کیا اطاعت میں ہے اور ان کی مخالفت ہلاکت و بربادی کا موجب ہے۔ کتاب و سنت کی اطاعت ہی سے انسان مرتبہ ولایت حاصل کر سکتا ہے۔

اہل سنت والجماعت:

سلطان اولیاؒ فرماتے ہیں:

"فعلی المومن اتباع السنة اولجماعة فالسنة ما سنه رسول اللّٰہ والجماعة ما اتفق علیه اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فی خلافة الائمة الاربعة الخلفاء الراشدین المهد یین رضی اللّٰہ عنهم اجمعین (غنیۃ ص ۱۸۰)

ترجمہ: مومن پر اہل سنت والجماعت کی پیروی ضروری ہے۔ پس سنت وہ عمل ہے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فرمان و عمل سے ثابت ہے اور جماعت سے مراد

وہ اعمال ہیں جن پر عہد خلافت راشدہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے متفق ہو کر عمل فرمایا۔

خلاصہ و مطلب:

یہ کہ خلافت راشدہ کے زمانہ مبارک میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا جو طرز عمل ہے' ان عقائد سے روگردانی کفر ہے اور ان میں اضافہ بدعت' جو کہ موجب لعنت ہے۔

اہل سنت والجماعت کا مشہور نام:

واھل السنة طالفة واحدة (ص ۱۹۲)

ترجمہ: اہل سنت والجماعت ایک ہی گروہ ہے۔

وما اسمھم الا اصحاب الحدیث واھل السة علے ما بینا (ص ۱۹۳)

ترجمہ: اور ان کا نام اہلحدیث اور اہل سنت ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔

بدعت و بدعتی پر لعنت:

اہل سنت والجماعت کی تعریف معلوم کرنے کے بعد حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ سے بدعت و اہل بدعت پر لعنت کی پھٹکار بھی ملاحظہ فرماتے چلئے:

فقال صلے اللہ علیہ وسلم من احدث حدثا اواوی محدثا فعلیہ لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین ولا یقبل اللہ منہ الصرف والعدل

(غنیتہ مترجم مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور ص ۱۸۱)

ترجمہ: حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا' جس نے اہل سنت والجماعت یا خیر القرون کے معمول سے زاید یا ان کے خلاف کوئی نیا طریق جاری کیا' یا ایسے عمل کے موجد کو جگہ دی (عزت و تکریم سے دیکھا) اس مردود پر اللہ تعالیٰ جمیع ملا ئکہ اور تمام جہاں کی لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایسے مردود کا کوئی عمل فرض یا نفل قبول نہیں فرماتے۔

قادری کہلانے والو:

اللہ تعالیٰ، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم)، صحابہ رضی اللہ عنہم، امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا پیش کردہ معیار حضرت شیخ عبد القادر قدس اللہ سرہ کی تصدیق پوری وضاحت سے آپ کے سامنے ہے۔

اگر واقعی آپ حنفی اور حضرت پیر صاحب کے عقیدت مند ہیں تو پھر ایمانداری سے اپنے تمام کے تمام مخصوص عقائد و اعمال کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے دستور و عمل سے آزماؤ اور پرکھو۔

یا کم از کم حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ کے قول و عمل سے ہی یہ ثابت کرو کہ :

۱۔ حضرت امامؒ اور پیر صاحب فلاں فلاں بزرگ اور مشائخ کا عرس کیا کرتے تھے۔

۲۔ فلاں فلاں عرس پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔

۳۔ میلاد و گیارھویں کا ختم اس طریق سے ادا کرتے تھے۔

۴۔ یا رسول اللہ کا نعرہ مجالس میں لگواتے اور خود لگایا کرتے تھے۔

۵۔ الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وغیرہ مروجہ درود پڑھتے یا پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے۔

۶۔ شیأ للہ کے وظیفہ کی تعداد اس قدر فرمایا کرتے تھے۔

۷۔ اپنے فلاں فلاں بزرگ کی نیاز و فاتحہ دیا کرتے تھے۔ وغیرہ

اگر آپ کے اچھروی یا کوئی دوسرا حلوہ خور ملاء درسی کتب فقہ حنفیہ سے ثابت کر دکھائے، تو کرو۔ ورنہ بدعت یقین کرتے ہوئے چھوڑ دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو یقیناً بدعتی مرو گے اور جہنم ٹھکانہ ہو گا۔ عیاذاً باللہ

ہمارا کام ہے کہہ دینا بتا دینا تمہارا کام ہے مانو یا نہ مانو

مرید کی تعریف:

اگر آپ واقعی پیر صاحب کے عقیدت مند ہیں تو پیر صاحب سے سنیے اور صدق

دل سے مرید ہو جایئے:

فاما المرید من کانت فیه هذه الجملة واتصف بهذه الصفة فهو ابدا مقبل علی الله عزو جل وطاعته مول عن غیره واجابته یسمع من ربه عزوجل فیعمل بما فی الکتب والسنة و یصم عما سرے ذالک

(غنیتہ ص ۸۶۵)

ترجمہ: پس مرید وہ ہے جس میں یہ صفات ہوں:

۱۔ ہمیشہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ اور اس کا فرمانبردار ہو۔

۲۔ غیر سے منہ پھیرنے والا ہو۔

۳۔ اپنے مولا ہی کی سنتا اور قبول کرتا ہو۔

۴۔ قرآن' حدیث اس کی زندگی کا دستور ہو۔

۵۔ اس کے علاوہ تمام جہاں سے بہرہ ہو۔

مرید کو دائمی وصیت:

حضرت پیر صاحب مریدوں کو ہمیشہ یوں فرمایا کرتے تھے۔

اتبعوا ولا تبتد عوا واطیعوا ولا تخالفو ارا صبروا ولا تجزعوا واثبتو ولا تتمزقوا وانتظروا ولا تیئسوا واجتمعوا علے الذکر ولا تتفرقوا وطهروا عن الذنوب ولا تلطخو عن باب مولاکم لا تبرحرا

(طبقات للشعرانی مصری ترجمہ شیخ جیلانی ص ۱۱۰' ۱۱۱)

ترجمہ: کتاب و سنت کی پیروی کرو۔ بدعات سے دور رہو۔ صبر کو لازم پکڑو۔ بے صبری و جزع فزع مت کرو۔ دین پر ثابت قدم رہو۔ بے دینی سے احتراز کرو۔ خدا تعالیٰ سے فضل کی امید رکھ۔ رحمت سے بے امید مت ہو۔ ذکر الٰہی جاری رکھو اور متفق رہو اور متفرق نہ ہو۔

اپنے کو گناہ سے پاک رکھو اور گناہ کی آلائش سے اپنے کو پلید نہ کرو۔ ہمیشہ مولا کریم کے دروازے کے بھکاری بنے رہو (طالب تفصیل کو پیغام جیلانی ملاحظہ

فرمانا چاہیے)

قائد ملت بریلویہ:

خان صاحب لکھتے ہیں:

"جو بات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) و خلفاء راشدین و احکام فقہ کے خلاف نکلی ہو۔ وہ نئی بات اور بدعت ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔"

اور سنئے لکھتے ہیں:

"حکم حدیث وفقہ کے خلاف پر اڑا رہنا مسلمانوں کو ہرگز جائز نہیں۔"

(احکام شریعت ص ۱۳۲/۲ مطبوعہ مراد آباد)

عمل و عقیدہ:

خواہ کچھ ہو مگر خان صاحب نے دیانتداری سے اعلان کر دیا ہے۔ شریعت یا اسلام کا معیار تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم ہے۔ پس جو عمل و عقیدہ صحابہ سے ثابت ہے وہ اسلام اور شریعت ہے اور جو عمل و عقیدہ عہد صحابہ میں نہیں وہ بدعت ہے جو موجب جہنم ہے۔

معاملہ صاف ہے:

بریلویت کے امتیازی مسائل کا ثبوت اگر تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم سے مل جائے تو فبہا ورنہ پختہ قبریں' عرس مروجہ درود و نعرے مجلس میلاد' گیارہویں اور ختم وغیرہ کے تمام طریقے ناجائز و بدعت ماننے پڑیں گے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

مقیاس شریعت آپ ملاحظہ فرما چکے۔ اس کی ابتداء اور خاتمہ کے الفاظ مجدد اعظم بریلویہ کی قلم سے اس لیے نقل کئے گئے ہیں کہ یہ حقیقت آسانی سے سمجھ آجائے کہ اصل اسلام صرف وہی ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے یا قرآن مجید کی

آیات اور احادیث کا مفہوم صرف وہی قابل قبول ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سمجھا' بیان فرمایا' اس عمل کیا۔

ہے متن قول خدا تفسیر قول مصطفٰے
حاشیہ چاہو تو ہے قول اصحاب رسول

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بحوالہ غنیہ ذکر ہو چکا ہے اور شیخ جیلانی کے فرمان یعم اعمال والا قوال سے گزر چکی ہے۔

اس کو سامنے رکھتے ہوئے اچھروی صاحب کے پیش کردہ مسائل اور ان کے دلائل کی اصلیت ملاحظہ فرمایئے اور ان کی فنکاری اور احادیث کے نام سے فریب دہی کا نمونہ دیکھئے۔

فریب و مغالطہ' عرس اور میلے

اچھروی صاحب "تذکرۃ الاخوان" ص ۸۶ کی عبارت عرس میں جانا' حلوہ پکانا اور چراغ جلانا کی تردید اور مروجہ عرسوں اور قبروں پر چراغ جلانا وغیرہ کا ثبوت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی مقررہ رات میں قبرستان تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر یکے بعد دیگرے تین دفعہ دست پاک اٹھا کر اہل قبور کے واسطے دعا فرمائی۔"

چنانچہ ایسے ہی آج کل موجودہ عرس مقررہ راتوں میں کیے جاتے ہیں اور وہاں جا کر اہل قبور کے واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان:

"حتی جاء البقیع فقام فطال القیام ثم رفع یدیہ ثلاث مرات"

(صحیح مسلم جلد اول ص ۳۱۳)

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا' آپؐ جنت البقیع کی طرف تشریف لائے تو آپؐ نے وہاں قیام فرمایا اور عرصہ تک وہاں ٹھہرے رہے۔ پھر آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک تین دفعہ اٹھائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرصہ تک جنت البقیع میں قیام فرمایا۔ اسی سنت کو ادا کرنے کے لیے وہاں ٹھہرا جاتا ہے اور آپ بھی چونکہ مقررہ رات تشریف لائے ہیں۔ لہٰذا ہم بھی بزرگ کی برکت والی مقررہ رات میں حاضری دیتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ تین دفعہ دعا فرمائی ہے۔ اس سنت کو ادا کرنے کے لیے ہم بھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں۔ (مقیاس حنفیت طبع اول ص ۲۱۔ طبع ثالث ص ۱۷'۱۸)

اچھروی صاحب کے الفاظ اعلان کر رہے ہیں کہ:

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معین و مقررہ رات جنت البقیع تشریف لے گئے۔

۲۔ اسی سنت نبوی کی اقتداء میں عرس کیے جاتے ہیں۔

لعنت و پھٹکار

اگر اچھروی صاحب مذکورہ حدیث سے رات کی تعین کا ثبوت دیں اور یہ ثابت کردیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے تو ان کو منہ مانگا انعام دیا جائے گا ورنہ عامتہ المسلمین بالخصوص بریلوی دوستوں کا فرض ہے کہ ایسے مفتری علی الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ان گنت و لاتعداد مرتبہ لعنت و پھٹکار تاحین حیات پڑھتے رہیں۔

مزید انعام یا لعنت

اگر اچھروی صاحب یہ ثابت کر دکھائیں کہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں جنت البقیع یا دیگر مقامات پر جہاں صحابہؓ مدفون ہیں' مروجہ عرسوں کی طرح مقررہ تاریخوں میں اجتماع ہوا کرتے تھے یا کم از کم حضرت امام ابو حنیفہؒ اپنے مشائخ کی قبروں پر مقررہ عرس کیا کرتے تھے تو ان کو منہ مانگا انعام ورنہ انہیں خود ہی اپنے اوپر لعنت پڑھنی چاہیے یا اس بہتان سے توبہ کرکے مسلمان ہو جانا چاہیے۔

اچھروی پول ملاحظہ فرمایئے

جس حدیث سے اچھروی صاحب نے مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔ وہ ملاحظہ فرمایئے۔

"عن محمد بن قيس قال قالت عائشة الا احد ثكم عنى و عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قلنا بلى قالت لما كانت ليلتى التى كان صلى الله عليه وسلم فيها عندى انقلب فوضع رداءه وخلع نعليه فوضعهما عند رجليه وبسط طرف ازاره على فراشه فاضطجع نسلم يلبث الا رايت ما ظن ان قد رقدت فاخذ رواءه رويدا وانتعل رويدا وفتح الباب رويدا نخرج ثم اجافه رويدا فجعلت درعى فى راسى واختمرت وتقنعت ازادى ثم انطلقت على اثره حتى جاء البقيع فقام فاطال القيام ثم رفع يديه ثلاث مرات ثم انحرف فانحرفت فاسرع فاسرعت فهو ول فهو ولت فاحضر فاحضرت نسبقة فدخلت فليس الا ان اضطجعت فدخل فقال مالك يا عائش حشيا رابية قلت لا شئى قال لتخبرينى او ليخبرنى اللطيف الخبير قالت قلت يا رسول الله بابى انت و امى فاخبرته قال فانت السواد الذى رايت امامى قلت نعم فلهدنى فى صدرى لهدة اوجعتنى ثم قال اظننت ان يحيف الله عليك و رسوله قالت مهما يكتم الناس يعلمه الله لغم قال فان جبريل عليه السلام اتانى حين رايت فنا وانى فاخفاه منك فاجتنبه فاخفيته منك ولم يكن يدخل عليك وقد وضعت ثيابك وظننت ان قد رقدت فكرهت ان او تظلك وخشيت ان تستوحشى فقال ان ربك يامرك ان تاتى اهل البقيع فتستغفر لهم" الحديث

(صحیح مسلم جلد اول ص ۳۱۳، ۳۱۴)

ترجمہ : محمد بن قیس جو کہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نامور شاگردوں میں سے ہیں کہتے ہیں۔ ایک دفعہ اماں جان نے فرمایا کہ آج تمہیں میں اپنی آپ بیتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عجیب واقعہ نہ سناؤں ؟ ہم سب شاگردوں نے عرض کیا ' ضرور فرمایئے۔

پس صدیقہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا کہ ایک دفعہ میری باری کے ایام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تھے۔ جب آپ رات کو سونے کی غرض سے تشریف فرما ہوئے تو اپنے اوپر کی چادر اتاری' جوتی مبارک بھی پاؤں سے نکالی اور دونوں کو اپنے پاؤں کی طرف رکھ دیا اور تہبند کا ایک کنارہ بستر شریف پر بچھا کر لیٹ گئے۔

ابھی معمولی وقفہ گزرا تھا کہ اٹھ کھڑے ہوئے اور آہستگی سے اپنی چادر اٹھائی اور پھر آہستگی سے جوتی بھی پہنی پھر آہستگی سے دروازہ کھولا اور باہر نکل کر کمال آہستگی سے بند کیا اور چل دیئے۔

یہ پورا واقعہ دیکھتی ہوئی میں بھی اٹھی' کپڑے پہنے اور چادر اوڑھ کر اپنے کو چھپانے کی غرض سے گھونگٹ نکالا اور چپکے چپکے آپ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئی۔ حتیٰ کہ آپؐ جنت البقیع میں پہنچ گئے اور کچھ دیر کھڑا رہنے کے بعد آپ نے اپنے دونوں مقدس ہاتھ اٹھا کر قبرستان والوں کے لیے تین مرتبہ دعا فرمائی اور گھر کی طرف واپس لوٹے۔

میں بھی آپؐ کے آگے آگے خفیہ طور پر گھر کی طرف روانہ ہوئی۔ آپؐ جلدی جلدی چلے' میں بھی تیز تیز چلی۔ حتیٰ کہ آپؐ دوڑنے لگے' پس میں بھی دوڑی اور بھاگی حتیٰ کہ میں آپ سے پہلے بستر پر لیٹ گئی۔

لہٰذا جب آپؐ داخل ہوئے اور مجھے سوتی ہوئی پایا تو فرمایا :

"اے عائشہؓ ! تو ہانپ رہی ہے کیا بات ہوئی ؟"

میں نے جواباً" عرض کیا۔

"حضور ! کوئی بات نہیں ' یونہی سانس پھول رہا ہے۔"

اس پر آپ نے فرمایا:

"بہتر یہی ہے کہ تو خود ہی حقیقت بیان کر دے ورنہ لطیف الخبیر مجھے بتا دے گا۔"

اس سے متاثر ہو کر میں نے عرض کیا:

"میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں' میں خود ہی عرض کیے دیتی ہوں۔ پس پوری تفصیل میں نے عرض کر دی۔"

میری زبانی سننے کے بعد آپؐ نے فرمایا:

"فانت السواد الذی رایت امامی"

پس کیا تو ہی وہ کلا کالا نشان تھی' جسے میں اپنے آگے آگے چلتا ہوا دیکھتا آیا ہوں؟"

قلت (میں نے کہا):

"نعم حضورؐ وہ میں ہی تھی۔"

فلھدنی فی صدری لھدۃ اوجعتنی پس حضورؐ نے حقیقت حال سننے کے بعد بطور محبت و ہنسی، میرے سینے میں اپنے مبارک ہاتھ سے ضرب لگائی اور فرمایا۔

"کیا صدیقہ تجھے یہ خیال ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول تجھ پر زیادتی کریں گے (تیری باری کی رات کسی دوسری بیوی کے پاس چلا جاؤں گا)"

میں نے جواباً" عرض کیا۔

"حضور! بعض دفعہ آپ کوئی بات چھپانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے اور آشکارا کر دیتا ہے (آپؐ نے مجھ سے چھپانے کی کوشش کی اور میں نے آپؐ سے' مگر اللہ تعالیٰ نے پورا راز کھول کر ظاہر کر دیا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم نے مجھے باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے آواز دی "فاخفاہ منک" پس اس نے اپنی آمد اور آواز کو تجھ سے

چھپایا کیونکہ تو کپڑے اتار سو رہی تھی۔ اس لیے وہ اندر داخل نہیں ہوسکتے تھے اور نہ ہی انہوں نے تم پر اس حال اپنا ظاہر کرنا مناسب سمجھا۔

چونکہ جبریل علیہ السلام اپنا آنا اور آواز وغیرہ چھپا رہے تھے۔ "فاخفیۃ منک" پس میں نے بھی تجھ سے یہ واقعہ چھپانے کی کوشش کی۔ بلکہ "وظننت ان قد رقد ت" میں نے خیال کیا کہ تو گہری نیند سو رہی ہے۔ "فکرھت ان اوقظلک" پس میں نے تجھے جگانا نامناسب سمجھا۔ "وخشیت ان تستوحشی" مجھے ڈر ہوا کہ تو کہیں وحشت میں نہ پڑ جائے (تجھے میرے بے وقت باہر جانے سے گھبراہٹ و پریشانی نہ ہو)

پس جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ:

"تیرے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ اس وقت قبرستان بقیع میں تشریف فرما ہو کر "فتستغفر لھم" قبرستان والوں کے لیے بخشش کی دعا کرو۔"

من گھڑت افسانہ کا پول

مصنف مقیاس حنیفت کی فنکاری اور مغالطہ بازی کا پول حدیث نے کھول کر رکھ دیا اور یہ ثابت کردیا کہ اچھروی صاحب جس مکاری سے عرس اور میلہ کو ثابت کرنے پر مصر ہیں۔ ایسی گمراہ کن تدبیر تو ابلیس مردود کو بھی شاید ہی کبھی سوجھی ہو۔

کیونکہ الفاظ حدیث تو اعلان کررہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رات جنت البقیع (قبرستان) جانے کا گمان تک بھی نہ تھا۔ آپؐ بے فکری سے بستر پر آرام فرمانے کے لیے لیٹ چکے ہیں۔

ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ غفور الرحیم نے اہل قبرستان کی بخشش کے لیے دعا بخشش کا حکم جبریل علیہ السلام کے ذریعے بھجوایا اور آپ تعمیل ارشاد میں صدیقہؓ سے خفیہ طور پر روانہ ہوئے۔

جس سے ظاہر ہے کہ:

۱- نہ ہی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان میں جانے کے لیے از خود رات مقرر فرمائی۔

۲- نہ ہی آپؐ اپنی مرضی سے وہاں دعائے بخشش کی غرض سے تشریف فرما ہوئے۔

جب کہ اصلیت یہ ہے تو پھر اچھروی صاحب کی مغالطہ بازی واضح طور پر ثابت ہو گئی۔

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد　　کیا کروں طبیعت ادھر نہیں آتی

بریلوی دوست

اگر ایسی واضح مکاری و مغالطہ بازی دیکھنے کے بعد بھی اچھروی صاحب کو اپنا واعظ و مقتداء ہی تسلیم کریں تو انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے حلوہ خور' شہرت پسند' طالب دنیا اور ان کے پیروکاروں کا ذکر یوں فرمایا ہے کہ:

ان کے مقتدی و مرید دوزخ میں دہائی دیتے ہوں گے۔

انا اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا السبیلا ○

ترجمہ: اے مولا کریم ہم تو علماء مشائخ اور اکابرین کی پیروی سے گمراہ ہو کر واصل جہنم ہوئے ہیں۔

علم غیب کلی اور ہر جگہ حاضر و ناظر

اچھروی صاحب نے مذکورہ حدیث عرسوں وغیرہ کے جواز میں پیش کی مگر الفاظ حدیث اعلان کر رہے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کلی تھا اور آپؐ ہر جگہ حاضر و ناظر بھی تھے تو پھر آپؐ کو صدیقہؓ کی بیداری (جاگنے) بلکہ پورا واقعہ من و عن دیکھنے اور خفیہ و پوشیدہ پیچھے پیچھے جانے اور پھر واپس آنے کا علم و حال کیوں معلوم نہ ہوا اور آپؐ نے صدیقہؓ کے روبرو کیوں ان الفاظ میں اقرار و اعتراف کیا۔

۱- فاخیفه منک　۲- وظننت ان قد رقدت　۳- فکرهت ان

اوقظلک ۴ - وخشیت ان تستوحشی ۵ - فانت السواد الذی رایت امامی

بلکہ بے خبری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا

۶ - مالک یا عائش حشیا رابیة ۷ - اظننت ان یحیف اللہ علیکم ورسولہ ۸ - لتخبرینی اولیخبرنی اللطیف الخبیر

ترجمہ :

۱ - میں نے بھی تجھ سے یہ واقعہ چھپایا۔

۲ - میں تو یہی خیال کیے اور سمجھے ہوئے تھا کہ تو گہری نیند سو رہی ہے۔

۳ - پس میں نے تجھے بیدار کرنا مکروہ سمجھا۔

۴ - مجھے تیری وحشت کا ڈر ہوا۔

۵ - میرے آگے جو کالا نشان تھا' کیا وہ تو ہی تھی ؟

۶ - اے عائشہ ! تجھے کیا ہوا کہ تو ہانپ رہی ہے۔

۷ - کیا تجھے اپنے اوپر ظلم و زیادتی کا خیال تھا۔

۸ - صحیح حالات تو خود ہی بیان کردے ورنہ لطیف الخبیر تو مجھے من و عن بتا ہی دے گا۔

مذکورہ واقعہ سے قطع نظر

الفاظ حدیث اس امر کی دلیل ہیں کہ صحابہ اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کی مروجہ بریلوی توہمات کا خواب و خیال بھی نہ تھا کہ آپؐ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور آپؐ کو علم غیب کلی ہے۔

اگر صدیقہؓ کا یہ عقیدہ اور یقین ہوتا کہ آپؐ میری تمام حرکات جان رہے ہیں تو پھر ان کو اپنا آپ چھپانے پیچھے جانے اور خفیہ آگے آنے کی جرات ہی نہ ہوتی۔ نہ ہی وہ آپ کے فرمان "مالک یا عائش حشیا

رابیۃ" کے جواب میں "لا شئی" کہہ کر انکار کرتی۔

بہرحال بریلویہ کے علم غیب کلی اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کے عقیدہ کے غلط ثابت کرنے یا اچھروی کے عرس وغیرہ کی تردید کے لیے صرف یہی حدیث کافی ہے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

بے سند حدیث سے مغالطہ

چونکہ اچھروی صاحب جانتے تھے کہ صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث سے عرس و میلاد کا استدلال بے بنیاد امر ہے۔ لہٰذا تیسرے ایڈیشن میں (عامۃ المسلمین کو گمراہی پر مطمئن کرنے کی غرض سے) ایک ایسی روایت پیش کی جس کی سند ہی نہیں اور جو ادھوری سی سند مذکور بھی ہے۔ اس کے راویوں کو محدثین غیر معتبر اور منکر الحدیث فرماتے ہیں

مگر اچھروی صاحب چونکہ عامۃ المسلمین کو مغالطہ دے کر گمراہی پر مطمئن کرنا چاہتے ہیں لہٰذا وہ ادھوری وغیر معتبر سند بھی کھا گئے ہیں تاکہ پول نہ کھل جائے۔ چنانچہ صرف متن کے الفاظ ہی نقل کر دیئے ہیں۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۴ ص ۴۵ میں روایت ہے۔

"کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یزورھم کل حول فاذا بلغ نقرۃ الشعب یقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ثم کان ابوبکر یفعل ذلک کل حول ثم عمر ثم عثمان وکانت فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تاتیھم فبکت عندھم وتدعولھم۔

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال قبور پر زیارت کے واسطے تشریف لاتے جب قبرستان کے چھوٹے ٹکڑے کے کنارے پہنچتے تو فرماتے:

"السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار"

پھر حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ہر سال یہی کرتے رہے اور حضرت فاطمہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی بھی ان کی قبور پر تشریف لائیں تو ان کے پاس روئیں اور ان کے واسطے دعا فرمائی۔

اس حدیث شریف سے ہر سال اہل اللہ کا عرس منانا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہو گیا اور صحابہ ثلاثہ کی سنت اور حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ثابت ہو گیا۔ اب تم سالانہ عرس کو بدعت کہو تو خدا تمہیں ہدایت کرے۔ (مطبع ثالث ص ۱۴)

بفرض محال

اگر تسلیم کر بھی لیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم اپنے اپنے عہد میں سال بسال جایا کرتے تھے تو الفاظ حدیث سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مروجہ عرسوں کی طرح مقررہ تاریخ پر سال بعد تشریف لے جاتے رہے اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو اطلاع دے کر جایا کرتے تھے۔

بلکہ الفاظ سے ظاہر ہے کہ بغرض دعا تشریف لے جایا کرتے تھے جس سے عرس و میلہ ثابت کرنا بے وقوفی ہے۔ کیونکہ عرس و میلہ تو مقررہ تاریخ پر مجمع عام کا نام ہے اور اس اجتماع میں صرف عقیدت مند ہی نہیں بلکہ عام تماشائی بھی شامل ہوتے ہیں اور مذکورہ الفاظ سے تن تنہا ہونا ظاہر ہے۔ گویا کہ اچھروی صاحب کا استدلال ہے۔

کوے کی دم میں ٹانکی کرن آفتاب کی
جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

ان گنت لعنت

اگر اچھروی صاحب اپنے دعوے کے ثبوت میں یہ ثابت کر دکھائیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے اعلان کرکے مقررہ تاریخ پر سال بعد مروجہ عرس و میلہ کی طرح اجتماع فرمایا اور ختم وغیرہ کیا۔

ان کی اقتداء میں زمانہ خیر القرون کے مسلمان یہ عرس و اجتماع پورے اہتمام سے سالانہ کرتے رہے حتیٰ کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اپنے تلامذہ کرام رحمہم اللہ کے ہمراہ عرس و میلہ پر جایا کرتے تھے' تو ان کا منہ مانگا انعام' ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر عرس ومیلہ کا بہتان عائد کرکے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی وجہ سے ان گنت لعنت و پھٹکار کے مستحق تو ہو ہی چکے ہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا   کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اچھروی پول و فریب

کی حقیقت ملاحظہ فرمایئے کہ جو الفاظ حدیث کے نام نقل کیے ہیں۔ ان کی سند "البدایہ والنہایہ" میں صرف یہی لکھی ہے :

"روی البیھقی من حدیث موسٰی بن یعقوب عن عباد بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ھریرۃ قال کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم" (الحدیث)

امام بیہقی

کی پیدائش مقدمہ مشکوۃ میں ۳۸۴ھ اور وفات ۴۵۶ھ لکھی ہے جس سے ظاہر ہے کہ پانچویں صدی ہجری تک بکثرت تعداد کے راویوں سے یہ حدیث ہونی چاہیے۔ مگر یہاں صرف موسیٰ بن یعقوب' عباد بن ابی صالح عن ابیہ' عن ابی ہریرۃ تین راوی ہی مذکور ہیں اور لطف یہ کہ تینوں راوی بھی غیر معتبر اور مشکوک ہیں۔

چنانچہ مستند کتب اسماء الرجال میں ان راویوں کے متعلق جو کچھ مذکور ہے وہ یہ ہے۔

۱۔ موسیٰ بن یعقوب زمعی کا ترجمہ تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۳۷۸ میں یوں لکھا ہے۔

"قال ابنی المدینی ضعیف الحدیث ومنکر الحدیث"

۱۔ علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ موسیٰ بن یعقوب نہایت ضعیف اور منکرِ الحدیث ہے۔ یعنی محدثین رحمہم اللہ نے اس سے حدیث روایت کرنے سے منع کیا ہے۔

"وقال النسائی لیس بالقوی"

۲۔ امان نسائیؒ نے فرمایا کہ یہ معتبر نہیں۔

میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۰ میں بھی یہی لکھا ہے۔

دوسرا راوی عباد بن ابی صالح ہے۔ کی بابت تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۲۴۴ اور میزان الاعتدال ج ۲ ص ۹ میں لکھا ہے۔

"قال علی ابن المدینی لیس بشئی وقال ابن حبان لا یجرز به الاحتیاج به اذا فرد وقال البخاری فی تاریخه الصغیر منکر الحدیث وقال الساجی فتبعه الارذی ثقة الا انه روی عن ابیه مالم یتابع علیه"

ترجمہ: علی بن مدینی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عباد غیر معتبر (لاشئے) ہے۔

ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ عباد سے احتیاج جائز نہیں جب وہ منفرد ہو۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ اپنی تاریخ صغیر میں فرماتے ہیں کہ وہ منکر الحدیث ہے۔

امام ساجی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی متابعت ارذی نے کی ہے اور وہ ثقہ ہے مگر جب وہ اپنے باپ سے روایت کرے اور اس کی کسی نے متابعت بھی نہ کی ہو' روایت جائز نہیں۔ اور اچھروی صاحب کی پیش کردہ حدیث عباد صاحب اپنے باپ ہی سے روایت کر رہے ہیں۔ چنانچہ "عن ابیہ" سے ظاہر ہے۔

منہ مانگا انعام

اچھروی صاحب کی عرس و میلہ کے ثبوت میں پیش کردہ حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا بے ثبوت امر ہے۔ ہاں اچھروی صاحب اپنا مدعا مرفوع صحیح حدیث سے ثابت کرکے دکھائیں تو ان کو منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔

مذکورہ واقعہ

کی تصدیق کے لیے ایک حدیث یا مزید واقعہ سنتے چلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلة یصلی فوضع یده الارض فلد غته عقرب فناد لها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنعله فقتلها فلما انصرف قال لعن اللہ العقرب ما تدع مصلیا ولا غیره اونبیا وغیره ثم دعا بملح وماء فجعله فی اناء ثم جعل لصبه علی اصبعه حیث لدغته ویمسحها ویعوذ ها بالمعوذ تین (مشکوۃ باب الطب والرقی فصل ثالث مطبع نور محمدی ص ۳۹۰)

ترجمہ: ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں مصروف تھے پس جب سجدہ کی غرض سے ہاتھ مبارک زمین پر رکھے تو آپؐ کو بچھو (عقرب) نے کاٹ کھایا (ڈنگ مار دیا) پس آپؐ نے بغلیں (جوتا) مبارک پکڑا اور بچھو کو مار ڈالا اور فرمایا:

بچھو پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو' نہ ہی تو یہ نمازی کو چھوڑتا ہے اور نہ ہی غیرنمازی۔ حتیٰ کہ یہ ملعون نبی کا لحاظ بھی نہیں کرتا۔"

پھر نمک اور پانی منگوایا اور برتن میں حل کرکے اپنی انگلی پر بہانا شروع کیا جس کو بچھو نے ڈنگ مارا تھا اور اس پر ہاتھ پھیرتے ہوئے قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سے دم (جھاڑا) فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچھو کو نیش زنی کرنے کے بعد جوتی سے قتل کیا اور اس پر لعنت فرمائی۔

اگر آپؐ کو اس کے وہاں موجود ہونے کا علم تھا اور آپؐ حاضر و ناظر بھی تھے تو پھر کاٹنے سے پیشتر ہی کیوں قتل نہ کیا۔ درد و تکلیف کیوں اٹھائی۔

خدا الٹی سمجھ کسی کو نہ دے!
دے موت اور یہ زندگی نہ دے

گیارہویں کا جواز

مصنف مقیاس حنفیت ' مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے فتویٰ "گیارہویں حرام ہے اور یہ عقائد فاسدہ موجب کفر ہیں۔"
کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"دیوبندیوں کے نزدیک کلام پڑھ کر اہل قبور کو بخشنا یا ان کی طرف سے کچھ صدقہ خیرات دینا' دن مقرر کرکے تو صدقہ بھی حرام اور قرآن پڑھنا بھی حرام اور قرآن پڑھنے والا کافر۔" (طبع اول ص ۶۷ طبع ثالث ۲۲۰)

منہ مانگا انعام

دیوبندی اہل قبور کے واسطے دعا بخشش اور ایصال ثواب کو جائز مانتے اور اس کے منکر کو گمراہ جانتے ہیں مگر اچھروی صاحب ہیں کہ سورج پر تھوکتے ہوئے ' اس کو گھٹا ٹوپ اندھیرا کہہ رہے ہی۔

اگر کسی ادنیٰ سے ادنیٰ دیوبندی کی تحریر سے یہ ثابت کردکھائیں کہ اہل قبور کے لیے بخشش کی دعا اور ان کی طرف سے صدقہ خیرات منع ہے تو اچھروی صاحب کو منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔

شیخ عبدالحق دہلویؒ کا فتویٰ

شیخ صاحب حنفیوں کے مسلمہ امام ہیں چنانچہ خود اچھروی صاحب اور ان مقتداء خان صاحب بھی اپنی تصنیفات میں شیخ صاحب کو مستند تسلیم (مقیاس حنفیت واحکام

شریعت وغیرہ میں) کرتے ہیں بلکہ خان صاحب تو مولانا عبدالحی لکھنوی کو بھی احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۹۳ میں سچا پکا حنفی ترجمان مانتے ہیں۔

بنا بریں دیوبندی جس صدقہ وغیرہ کو میت کی طرف سے منع جانتے ہیں وہ مولانا لکھنوی کے فتویٰ سے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے الفاظ میں پڑھیے:

۱۔ "مقرر کردن روز سوم وغیرہ بالتخصیص و اورا ضروری انگاشتن در شریعت ثابت نیست۔ صاحب نصاب الاحتساب آں رہا مکروہ نوشتہ و ہر روز یکہ خواہند ثواب بروح میت برسانند۔"

(فتاویٰ عبدالحی جلد سوم ص ۶۸ مطبوعہ شوکت الاسلام)

ترجمہ: خاص کرنا تیسرے یا کسی اور دن کا ایصال ثواب میت کے لیے اور اس کو ضروری سمجھنا شریعت محمدیہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ نصاب الاحتساب (جو فقہ کی معتبر کتاب ہے) والے نے ان باتوں کو مکروہ لکھا ہے۔ بغیر تعین و تقرر دن جب چاہیں، روح میت کو ثواب پہنچائیں۔

۲۔ نیاز و فاتحہ و ختم مروجہ سے متعلق لکھا ہے:

"ایں طور مخصوص نہ در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود، نہ در زمان خلفاء بلکہ وجود در آن قرون ثلثہ کہ شہود و لہا بالخیراند منقول نشدہ"

(فتاویٰ عبدالحی جلد سوم ص ۶۸ مطبوعہ شوکت الاسلام)

ترجمہ: مروجہ نیاز و فاتحہ اور ختم و ایصال کا معین طریق نہ ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تھا۔ نہ ہی عہد خلافت راشدہ میں بلکہ پورے خیر القرون یعنی ائمہ اربعہ کے وقت و زمانہ میں بھی اس کا رواج نہ تھا۔

حنفی مذہب

اور دیوبندیوں کا عمل و فتویٰ بالکل وہی ہے جسے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے بیان کیا اور دیوبندیوں کے خلاف جو کچھ اچھروی نے کذب بیانی کی ہے وہ موجب لعنت ہے۔

خوش نوایان چمن کو غیب سے مژدہ ملا
صیاد اپنے دام میں خود مبتلا ہونے کو ہے

دن اور تاریخ مقرر کرنے کی ممانعت

کے عمل کو اختراع کرکے اسے شرعی لباس دے کر موجب ثواب سمجھنا یا کسی منصوص عمل کو اپنی اختراع کردہ شکل و صورت سے ادا کرنا ہی بدعت ہے۔ تصدیق کے لیے احادیث پڑھئے۔

جمعہ کے دن کی فضیلت کتاب و سنت سے ظاہر اور مسلمانوں میں مسلم ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کی تخصیص و تعین سے روزہ رکھنے کو بھی منع فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:

۱- قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الحدیث رواہ مسلم (مشکوۃ ص ۱۸۹)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کی رات کو از خود قیام و اللیل (نفل و ذکر) کے لیے مخصوص نہ کرو اور نہ ہی جمعہ کے دن کو روزہ کے لیے مقرر کرو۔

۲- مزید سنئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یصوم احدکم یوم الجمعۃ الا یصوم قبلہ او یصوم بعدہ متفق علیہ (حوالہ مذکور)

ترجمہ: جمعہ کے دن کو روزہ کے لیے مخصوص نہ کرو۔ اگر کوئی روزہ رکھے بھی تو ایک دن پہلے یا بعد بھی روزہ رکھے۔

جب نفلی عبادت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کردیا تو پھر از خود کسی تاریخ اور دن کو تیجہ، ساتواں و چالیسواں، گیارہویں و عرس کو جائز سمجھنا تو دین سے کھلی مخالفت ہے۔

اچھروی کہتے ہیں:

"شادی وغیرہ کی رسمیں بھی منع ہونی چاہییے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

"کون بیوقوف ہے جو ان تاریخوں کو کار ثواب سمجھتا ہے۔

یہ تو دنیاوی نظام ہے۔"

مزید کہتے ہیں:

"پیدائش اور موت کے دن اور وقت بھی معین ہیں۔"

یہ تو اور زیادہ بے وقوفی ہے کیونکہ یہ قانون قدرت ہے جس میں انسانی عقل کو دخل نہیں۔ بدعت و گمراہی تو وہ ہے جس کو از خود ایجاد کرکے اس سے ثواب و نجات کی امید رکھی جائے۔

پیر صاحبؒ کی گیارہویں

حضرت گنگوہی مرحوم کے فتوٰی کی تردید کی غرض سے گیارہویں کے ثبوت و جواز میں وذکرھم بایام اللہ الایۃ (گزرے ہوئے واقعات اور ایام سے نصیحت کرو) کا لیبل لگا کر مسلمانوں کو گمراہ اور اپنے کو حدیث من قال فی القرآن برایہ فلیتبوا مقعدہ من النار (قرآن مجید کی تفسیر جس نے اپنی رائے و قیاس سے کی اس کا ٹھکانا جہنم ہے) کا مصداق ٹھہراتے ہوئے لکھا ہے:

"اگر مقررہ دنوں کو دوبارہ یاد کرنا' یا اس کی فضیلت کو دہرانا' خصوصیت سے عبادت کرنا کوئی شخص بدعت کہے اور موجب کفر کہے اور اس پر حرمت کا فتوٰی دے تو دشمن قرآن ہے اور مشرک باللہ۔

چنانچہ حدیث شریف میں بھی مذکور ہے کہ:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے یوم وصال کو ایام اللہ فرمایا ہے۔"

چنانچہ کنز العمال جلد ۴ ص ۲۲۰ میں ہے:

"ان عاشوراء یوم من ایام اللہ"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عاشورے کا دن ایام اللہ سے ہے۔
ـــــــــ بلکہ یہ دن تمام انبیاء کے انعامات کا دن ہے۔ اسی واسطے ایسے مقررہ دنوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی منانے کا ارشاد فرمایا ہے۔ ـــــــــ
باقی رہا گیارہویں کے تقرر کے متعلق تو اس کو بھی اسی وجہ سے منایا جاتا ہے کہ اس دن میں حضرت غوث الاعظم پیران پیر محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا دن ہے اور یوم وصال کو منانا قرآن سے ثابت ہے۔
اسی واسطے حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ کے اسی مقرر شدہ دن یعنی یوم وصال میں آپ کی طرف سے صدقہ خیرات دیا جاتا ہے۔"

(طبع اول ص ۶۸ طبع ثالث ص ۳۲۱)

اچھروی صاحب کی ہذیان سے ظاہر ہے کہ بزرگوں کا یوم وفات منانا قرآن سے ثابت اور حدیث میں مذکور ہے۔

اگر اچھروی صاحب یہ ثابت کرکے دکھائیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی وفات کے دنوں کو منانے کا حکم دیا اور حضورؐ بمعہ صحابہ رضی اللہ عنہم ان مخصوص ایام کو ایسے ہی منایا کرتے تھے جیسا کہ گیارہویں کو اہتمام سے منایا جاتا ہے تو ان کو منہ مانگا انعام ملے گا ورنہ بسبب افتراء علی اللہ و افتراء علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعنت و پھٹکار کا ہار پہنے ہوئے جہنم تو جا ہی رہے ہیں۔

مزید انعام یا لعنت

اللہ تعالیٰ کی پوری مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ مسلم ہے۔ جو اس کا انکاری ہے وہ ملعون ہے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن بقول اچھروی صاحب سب سے بڑا یوم من ایام اللہ ٹھہرا۔

بنا بریں جب کہ عام بزرگوں کی وفات کا دن بطور ایام اللہ جائز ہے' تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وصال منانا واجب ہونا چاہیے۔

لہٰذا اچھروی صاحب یہ ثابت کرکے دکھائیں کہ خیر القرون میں حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کا یوم وصال مروجہ گیارہویں کی طرح منایا جاتا تھا اور حضرت امام ابوحنیفہؒ بلکہ خود حضرت پیر صاحبؒ انتہائی احترام و اہتمام سے زندگی بھر مناتے رہے ہے تو اچھروی صاحب کو منہ مانگا انعام ورنہ دوستوں کا فرض ہے' ان پر دوامی لعنت و پھٹکار پڑھنے کا فیصلہ کر کے عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔

اچھروی صاحب کی حنفی مذہب سے بغاوت

کتاب و سنت کی نصوص شاہد ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ہے اور ان کے بعد عمرو و عثمان اور علی پھر باقی عشرہ مبشرہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اور شہداء اور پھر صالحین امت کا۔

اس حقیقت کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان اور رکن مذہب حنفی حضرت ملا علی قاری کی شرح سے ذہن نشین کرنے کی غرض سے پڑھیے۔

والحاصل ان افضل الناس بعد الانبیاء علیہم السلام ابوبکر صدیقؓ
--------- افضل الاولیاء من الاولین والاخرین وقد حکی الا
جماع علی ذلک ولا عبرة لمخالفة الروافض"

ترجمہ : تمام اولیاء و صلحا کے سرتاج حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ اگرچہ روافض مخالف ہیں لیکن ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہ امت کا اجماعی عقیدہ ہے کیونکہ حضرت صدیق افضل الاولیاء ہیں۔

مگر بریلوی حضرات صدیقؓ کی بجائے حضرت پیر صاحب کو افضل الاولیاء مانتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ بریلویت اجماع سے عملاً" منکر ہے۔ یعنی نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وصال گیارہویں کے اہتمام سے مناتے ہیں اور نہ ہی پھر حضرت صدیقؓ کا۔

جس سے ظاہر ہے کہ بریلویت ان دونوں مقدس ہستیوں سے حضرت پیر صاحب کو افضل مانتی ہوئی ان کا یوم وصال یا گیارہویں منا رہی ہے اور یہ کفر ہے کیونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت پیر صاحب سے ہر حیثیت میں زیادہ احق ہیں۔

بنا بریں اگر اچھروی صاحب یہ ثابت کر دکھائیں کہ خیر القرون میں حضرت صدیقؓ کا یوم وصال منایا جاتا تھا یا کم از کم یہی دکھا دیں کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ بالخصوص کوشش سے منایا کرتے تھے تو ان کو منہ مانگا انعام ورنہ لعنت و پھٹکار کا ہار پہنے ہوئے شیطانی جلوس میں شامل تو ہو ہی رہے ہیں۔

حضرت پیران پیر کا فیصلہ

روافض کا رد کرتے ہوئے حضرت پیر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"ولو جاز ان یتخذ یوم مرته یوم مصیبه لکان یوم الاثنین اولٰی بذالک اذ قبضه اللّٰه تعالٰی نبیه محمد صلی اللّٰه علیه وسلم وکذالک ابوبکر الصدیق قبض فیه" (غنیہ ص ۵۸۶)

ترجمہ : اگر یوم شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا دن منایا جائے تو یوم الاثنین (سوموار کا دن) اس سے زیادہ احق ہے کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر کی وفات کا دن ہے۔

۲۔ آگے چل کر تعین و تقرر کا معیار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

"لو جاز ان یتخذ هذا الیوم مصیبة لا تخذہ الصحابة والتابعون لانهم اقرب الیه عنا واخص به (غنیة ص ۵۸۷)

ترجمہ : اگر شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے دن کو مصیبت کا دن منانا جائز ہوتا تو صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اس دن کو لازم و مقرر فرماتے کیونکہ وہ زیادہ احق از روئے مرتبہ کے خاص تھے۔

خلاصہ یہ کہ

کسی کے یوم وصال کو غم یا ایصال ثواب کا دن مقرر کرنا جائز ہوتا تو سب سے اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یوم وصال منایا جاتا اور صحابہ رضی اللہ عنہم اس دن کو اہتمام سے مناتے۔

پس جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور افضل الاولیاء ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یوم وصال نہیں منایا گیا تو پھر دوسرا کون بزرگ ان سے بڑھ کر ہو سکتا ہے کہ اس کے یوم وصال کو اظہار غم یا ایصالِ ثواب کے طور پر منایا جائے اور اگر کوئی عہد خیرالقرون کے بعد از خود ایسی رسم ایجاد کرتا ہے تو وہ بدعتی و مردود ہے۔

اچھروی صاحب مزید ہرزہ سرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ "خدائی قانون سے بھی یوم وصال زیادہ متبرک ہوتا ہے۔ اس واسطے آپ کے اس گیارہویں دن مقررہ پر حضرت پیر صاحب کی طرف سے صدقہ خیرات کیے جاتے ہیں۔ ان کی روح کو ثواب قرآنیہ پہنچایا جاتا ہے۔ بقانون قرآن و حدیث گیارہویں کا تقرر اور یوم وصال کا متبرک ہونا ثابت ہوگیا۔"

آگے چل کر لکھا ہے:

والفجر ○ ولیال عشر ○ والشفع والوتر ○

قسم ہے فجر کی، اور قسم ہے دس راتوں یعنی محرم کی یا عشرہ ذی الحج یا عشرہ اواخر رمضان کی، اور قسم ہے جوڑے کی، عشر اور شفع کو مرکب کرنے سے اعداد ۱۲ بنتے ہیں۔ وہ بارہویں تاریخ وصال نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور قسم ہے اکیلی کی، عشر کو جب وتر سے ترکیب دی جائے تو اعداد ۱۱ بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے گیارہویں کی بھی قسم کھائی ہے۔

معلوم ہوا کہ گیارہویں تاریخ اللہ تعالیٰ کو بھی پسند ہے اور آیت کا ظاہر سیاق و سباق اس بات پر دال ہے کہ بارھویں تاریخ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ تمام انبیاء سے اپنے محبوب ترین محبوب کے یوم وصال کی قسم کھائی ہے، تو بعد از قرون نبوت اولیاء کا درجہ ہے جو اس گیارہویں کی قسم میں مستتر ہے۔" (مقیاس حنفیت طبع اول ص ۷۰ طبع ثالث ۲۲۴)

مجددین بریلویہ کا ترجمہ و تفسیر

اچھروی صاحب کی ہذیان کی تردید کے لیے خان صاحب کا ترجمہ اور بریلویہ کے سید المفسرین کی تفسیر بھی دیکھتے چلئے تاکہ آپ پر واضح ہو جائے کہ مصنف مقیاس حنفیت کسی مذہب و ملت کا متبع و پابند نہیں۔

خان صاحب کا ترجمہ سنئے۔

والفجر ○ ولیاس عشر ○ والشفع والوتر ○

ترجمہ : اس صبح کی قسم ہے اور دس راتوں کی قسم، اور جفت اور طاق کی قسم۔"

بریلویہ کے سید المفسرین تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ان سے مراد ذی الحج کی پہلی دس راتیں ہیں کیونکہ یہ زمانہ حج میں مشغول ہونے کا ہے اور حدیث شریف میں اس عشرہ کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ رمضان کے عشرہ اخیر کی (دس) راتیں مراد ہیں یا محرم کے پہلے عشرہ کی۔"

پھر جفت و طاق کی تفسیریوں ذکر کی ہے۔ :

"جفت سے مراد خلق اور طاق سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔"

بریلوی مقتداؤں

نے واضح کردیا کہ ان آیات سے نہ تو بارہویں کی قسم مراد ہے اور نہ ہی گیارہویں کی بلکہ "والشفع" سے مراد مخلوق اور اور طاق سے ذات باری تعالیٰ مراد ہے۔ دس راتوں سے مراد عشرہ ذی الحج، محرم اور رمضان کے آخری عشرہ کی راتیں ہیں۔ جس سے اچھروی صاحب کی ہذیان اور ہرزہ سرائی کی حقیقت آشکار ہوگئی۔ عیاذ نا اللہ۔

باطل شکن جواب

سطور ماسبق میں حضرت پیر صاحب کے قلم سے ذکر ہو چکا کہ اگر کسی کا یوم وصال منانے کی اجازت و ضرورت ہوتی تو اسلام میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق رضی اللہ عنہ کا یوم وصال منایا جاتا اور صحابہ رضی اللہ عنہم ان ایام کو مناتے کیونکہ وہ ہم سے ہر طرح زیادہ احق اور نزدیک تر ہیں۔

لیکن تاریخ گواہ ہے کہ عہد خیرالقرون میں کبھی اس امر کا وہم و گمان تو کیا خواب و خیال بھی نہیں گزرا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یوم وصال منایا جائے۔

کفر توڑ رد

علماء و عوام اس سے واقف ہیں کہ آل رسولؐ کے لیے صدقہ جائز و حلال نہیں۔ چونکہ حضرت پیر صاحب خالص بنو فاطمہ یعنی حسنی الحسینی سید ہیں۔ لہٰذا ان کے لیے صدقہ جائز نہ ہوا گویا کہ گیارہویں کی خیرات ان کے لیے کسی صورت بھی صحیح نہیں۔ یہ ڈھونگ صرف حلوہ خوروں نے ہی کھڑا کر رکھا ہے۔

پیر صاحبؒ کا فیصلہ

پیر صاحب مرید کی تربیت کا ذکر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ولا ینبغی ان یرتفق من المرید لحال ولا بانتفاع بماله ولا بخدمته

آگے چل کر مکرر صراحت سے فرماتے ہیں:

"فلا یرتفق به ولا بماله" غنیہ ص ۸۵۰)

ترجمہ: شیخ کو مرید کی خدمت اور مال سے ہرگز فائدہ حاصل نہیں کرنا چاہیے۔ ہر دو عبارتوں کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ شیخ و مرشد کو مرید کے مال سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے۔

تقویٰ و پرہیزگاری کی تشریح فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"فطعام الشیخ مباح للمرید وطعام المرید حرام فی حق الشیخ

لصفاء حالته ونزاهة وتبة وعلو منزلة وقربة من ربه عزوجل (غنیہ ص ۳۱۴)

ترجمہ : پس مرید کے لیے شیخ و مرشد کے دسترخوان (گھر) سے کھانا پینا جائز و مباح ہے۔ لیکن اس کے برعکس شیخ کو مرید کے گھر اور املاک سے کھانا پینا حرام ہے اس لیے کہ شیخ کا مرتبہ بلحاظ صفائی و بلندی مرتبہ ' تقرب الی اللہ مرید سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔

پس جب کہ کامل ولی اللہ کا مرتبہ یہ ہے کہ وہ مرید کے مال سے فائدہ تو کیا دعوت طعام قبول کرنے کا بھی مجاز نہیں یعنی مرید کی دعوت بھی اس کے لیے ناجائز و حرام ہے تو پھر شیخ جیلانی ایسے سلطان الاولیاء کے لیے عامتہ الناس کا صدقہ و خیرات کیسے اور کیوں کر جائز و مباح ہو سکتی ہے۔

ے ایں خیال است و محال است و جنوں

مزید دھوکا اور فریب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے اچھروی صاحب لکھتے ہیں :

"اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آل کی طرف سے قربانی فرمائی اور آپؐ کی آل میں پیران پیر بھی ہیں۔ لہٰذا پیران پیر کی طرف سے بھی آپؐ نے قربانی کر دی۔ دن بھی مقرر دسواں اور رات بھی گیارھویں۔ بڑا افسوس ہے کہ جس امر کو شریعت نے ہر پہلو سے جائز رکھا ہو مثلاً تقرر سے نیکی کرنا یا کسی بزرگ کی طرف سے صدقہ و خیرات کرنا یا اس بزرگ کی روح کو بخشنا اور تم اس کو حرمت کے فتوئی سے نامزد کرو' موجب کفر کہو۔ یہ محض تمہارے اسلام کے عناد پر مبنی ہے۔ (طبع اول ص ۲۷ طبع ثالث ص ۲۲۷)

اچھروی صاحب خود ہی حدیث کا ذکر یوں کر رہے ہیں کہ :

"اے اللہ تو قبول کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کی طرف سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی طرف سے۔"

مگر عقل و دانش اور علم و شعور سے اس درجہ محروم ہیں کہ اس روایت سے بحیثیت فرد آل حضرت پیر صاحب کی طرف سے صدقہ کا استدلال کر کے گیارہویں ثابت کرنے پر مصر ہیں۔ مگر پوری امت اور باقی تمام آل کو محروم کر رہے ہیں۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔

۱ - اگر اس قربانی سے پیر صاحب کی گیارہویں ثابت ہے تو پھر پوری امت کی بھی گیارہویں ثابت ہوگئی۔ پیر صاحب کی خصوصیت ہی کیا ہے؟

۲ - اگر بفرض محال اچھروی صاحب کا استدلال تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ سال بعد ہے۔ ہر ماہ کی گیارہویں پھر بھی باطل ہو کر رہ گئی۔

خدا الٹی سمجھ کسی کو نہ دے   دے موت اور یہ بلا کسی کو نہ دے

گیارہویں کی تاریخی حیثیت

اچھروی صاحب اور ان کے ہم مشرب دن دسویں اور رات گیارہویں اور پیر صاحب کے گیارہ بیٹے اور آپ حضرت حسن کی گیارہویں پشت وغیرہ کی گنتی و تعداد سے گیارہویں کا ثبوت پیش کرنے کے عادی ہیں۔

آیئے آپ کو گیارہویں کی تاریخی حیثیت امام سیوطیؒ ایسے مشاہیر اسلام کی قلم اور تاریخ الخلفاء ایسی تاریخ کی درسی کتاب کے اصل عربی اور شائع شدہ ترجمہ کے الفاظ سے دکھائیں۔

امام سیوطیؒ اپنی سند سے راوی ہیں:

"لما فتحت مصراتی عمرو بن العاص حین دخل یوم من اشهر العجم قالوا یایها الامیر ان لنیلنا هذا سنة (ای عادة) لایجری الابها قال وما ذالک قالوا اذا کان احدی عشرة لیلة تخلو من هذا الشهر

عمد نا الی جارية بكر بين ابويها فارضينا ابويها وجعلنا عليها من الثياب (الحلی) افضل ما يكون ثم القيناها فی هذا النيل فقال لهم عمرو ان هذا لا يكون ابدانی الاسلام وان الاسلام يهد م ما كان قبله فاقاموا والنيل لا يجری قليلا ولا كثيرا حتی هموا بالجلاء فلما رای ذالک عمرو كتب الی عمر ابن الخطاب بذالک فكتب له ان قداصبت بالذی فعلت وان الاسلام يهد م ما كان قبله بعث بطاقة فی داخل كتاب وكتب الی عمرو انی قد بعثت اليک بطاقة فی داخل كتابی فالقها فی النيل فلما قد م عمر الی عمرو بن العاص اخذ البطاقة فتحها فاذا فيها

"من عبد اللّٰہ عمر امير المومنين الی نيل مصر اما بعد فان كنت تجری من قبلک فلا تجر وان كان اللّٰہ يجريک فاسال اللّٰہ الواحد القهار ان يجريک"

فالقی البطاقة فی النيل قبل الصليب بيوم فاصبحوا وقد اجراه اللّٰہ تعالٰی ستة عشر ذراعا فی ليلة واحدة قطع اللّٰہ تعالٰی تلک السنة عن مصر الی اليوم"

(تاریخ الخلفاء عربی السیوطی مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۹۱ ۱۳۲۵ھ)

(امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے بروایت قیس ابن حجاج لکھا ہے) جب مصر حضرت عمروبن العاص کے ہاتھ سے فتح ہوا اور وہ داخل شہر ہوئے تو وہاں کے لوگوں نے آپ سے آکر عرض کی کہ:

سرابی کے لیے دریائے نیل کا ایک طریقہ مقرر ہے جس کے بغیر وہ نہیں چلتا۔"

عمرو (رضی اللہ عنہ) نے پوچھا۔

"کیا رسم ہے؟"

انہوں نے کہا کہ :

"ہر چاند کی گیارہویں تاریخ کو ایک جوان باکرہ لڑکی کو دلہن بنا کر اور تاامکان اعلیٰ اعلیٰ قسم کی پوشاک اور زیورات پہنا کر بعد حصول رضامندی اس کے والدین کے دریائے نیل میں غرق کر دیتے ہیں۔"

حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) نے کہا:

"اسلام ایسی لغو باتوں کو مٹانے کے لیے آیا ہے میں اس کی اجازت نہ دوں گا۔"

چنانچہ یہ فعل نہ کیا گیا اور اسی پر قائم رہے اور حقیقت میں دریا کو طغیانی نہ ہوئی اور اس کا پانی ان کے مطلوبہ راستہ سے بالکل نہ آیا' گو انہوں نے پانی لانے کی کوشش بہت کی۔

اس پر عمرو بن العاصؓ حاکم نے حضرت عمرؓ خلیفہ وقت کو جملہ گزشتہ معمولہ واقعات کی اطلاع دی اور خط کو ملفوف کر کے بھیج دیا۔

آپ نے جواب دیا کہ :

"تم نے بہت خوب کیا اور بہت ٹھیک جواب دیا کہ "اسلام ایسی لغو باتوں کو مٹانے آیا ہے۔"

"میں اس کے سامنے ایک لفافہ ملفوف کرتا ہوں' اس کو دریائے نیل میں ڈال دو۔"

جب عمرو بن العاصؓ کے پاس حضرت عمرؓ خلیفہ کا خط پہنچا تو انہوں نے رقعہ کھول کر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا:

"منجاب بندۂ خدا عمرؓ امیر المومنین بجانب دریائے نیل مصر۔ جس کو معلوم ہو کہ اگر تو پہلے سے طغیانی پر آتا ہے تو آپ تاوقتیکہ تجھے خدا حکم نہ دے طغیانی پر نہ آنا۔ میں خدا واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ تجھے طغیانی دے۔"

حضرت عمرو بن العاص نے یہ رقعہ نیل میں ایک روز قبل از یوم صلیب

ڈال دیا۔ دوسرے دن علی الصباح خداوند تعالیٰ نے دریائے نیل کو سولہ گز مقام مطلوبہ پر روانی عطا کی۔ اس روز سے مصر کا یہ دستور بھی منقطع ہو گیا۔"

(تاریخ الخلفاء اردو مطبوعہ صدیقی لاہور ۱۹۲۳ء باب کرامات عمرؓ)

تاریخ کی شہادت

سے ظاہر ہے کہ اہل مصر دریائے نیل کی گیارہویں اپنے ملکی مہینہ کی گیارہویں تاریخ کو انتہائی تزک و احتشام سے دیا کرتے تھے۔ اسلام نے اسے جبراً اور حکماً" بند کردیا۔

مگر جس طرح دوسری نو مسلم اقوام میں ملکی و قومی توہمات و رسومات وغیرہ کچھ نہ کچھ باقی رہیں ویسے ہی اہل مصر اور اس کے ملحقہ ممالک میں اسلام سے ناواقف جہلاء میں گیارہویں کا تصور و خیال بھی باقی رہا۔

مشرکانہ تصورات کا جب ظہور شروع ہوا تو مصری ذہنیت رکھنے والے لوگوں میں گیارہویں کا تخیل بھی ابھرا۔

چنانچہ جو لوگ حضرت پیر کو غوث الاعظم' مشکل کشا' حاجت روا و مواشی عطا کرنے والا اور کھیتی باڑی میں برکت دینے والا مانتے ہیں۔ انہوں نے حضرت پیر صاحب کے نام پر گیارہویں شروع کی اور عورت کی بجائے کھیر' دودھ' پھل فروٹ و شیرنی وغیرہ پر اکتفا کیا یعنی مروجہ گیارہویں ڈھونگ کھڑا کردیا جسے حلوہ خوروں نے اپنی شکم پروری کا بہترین بہانہ سمجھ کر ایصال ثواب کے نام سے جائز قرار دیا۔

گیارہویں کی نیاز میں دودھ اور چاولوں کو جو اہمیت حاصل ہے وہ مصری ذہن کی غمازی اور نشان دہی کا واضح ثبوت ہے یعنی مصری جس طرح انسانی و حیوانی ضروریات کی کفالت کے لیے نیل کو قادر مانتے تھے۔ ویسے ہی حضرت پیر صاحب کو مواشی دہندہ اور انسانی ضروریات کا محافظ و داتا ماننے والے پیر صاحب کی گیارہویں دیتے ہیں۔ چنانچہ بریلویوں کا پیر صاحب کو غوث الاعظم و قادر ماننا محتاج تعارف نہیں۔

ازالہ شبہ

اگر یہ کہا جائے کہ اہل مصر کی گیارہویں کنواری بالغہ لڑکی پر مبنی تھی اور مروجہ گیارہویں میں اس کا وہم و گمان بھی نہیں تو اس کا جواب یہ ہے۔

۱۔ کہ اہل مصر کی گیارہویں پوری قوم و ملک کی طرف سے تھی' اس لیے نوجوان لڑکی کو گیارہویں کی نیاز میں دینا آسان تھا' مگر یہاں قوم و ملک تو کیا پوری بستی اور شہر کی طرف سے بھی اجتماعی طور پر نہیں بلکہ انفرادی طور پر دی جاتی ہے۔ اس لیے لڑکی کو بطور نیاز دینا ناممکن ہے۔

۲۔ اہل مصر نوجوان لڑکی کو دریائے نیل میں بہا دیتے تھے اور یہ امر کچھ زیادہ عار اور شرمندگی کا باعث و موجب نہیں' مگر اس کے برعکس مروجہ گیارہویں میں عورت اگر بطور نیاز دی جائے تو پھر کون ایسا بے غیرت انسان ہے جو اپنے سامنے حلوہ خوروں کو اپنی بیٹی سے عیاشی کو برداشت کرے۔

لہٰذا ان وجوہ کی بنا پر عورت کو بطور نیاز دینا بند کردیا گیا ورنہ بریلوی عقیدہ کی رو سے عورتوں کو بطور نیاز فوت شدہ بزرگوں کی قبروں پر پیش کرنا' یا چڑھلوا چڑھانا کار ثواب اور جائز ہے۔ اگر آپ اس حقیقت سے آشنا ہونا چاہتے ہیں تو دل تھام کر سنئے۔

عورت کا قبور اولیاء پر چڑھلوا

خان صاحب یا بالفاظ دیگر قائداعظم بریلویہ عورت کو نیاز و فاتحہ میں پیش کرنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

> "حضرت سیدی عبدالوہاب اکابر اولیاء کرام میں سے ہیں۔ حضرت سیدی احمد بدوی کبیر کے مزار پر بہت بڑا میلہ اور ہجوم ہوتا تھا۔ اس مجمع میں چلے آتے تھے' ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑی' فوراً نگاہ پھیر لی کہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے :
>
> "النظرۃ الاولٰی لک والثانیۃ علیک"

ترجمہ: پہلی نظر تیرے لیے ہے اور دوسری تجھ پر یعنی پہلی نظر کا کچھ گناہ نہیں اور دوسری کا مواخذہ ہوگا۔

خیر نگاہ تو آپ نے پھیرلی مگر وہ آپ کو پسند آئی۔ جب مزار شریف پر حاضر ہوئے ارشاد فرمایا۔ "عبدالوہاب وہ کنیز تجھے پسند ہے؟" عرض کی "ہاں" ۔ اپنے شیخ سے کوئی بات چھپانا نہ چاہیے۔ ارشاد فرمایا اچھا ہم نے تم کو وہ کنیز ہبہ کی۔

اب آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز اس تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں' معاً" وہ تاجر حاضر ہوا۔ خادم کو ارشاد ہوا۔ انہوں نے آپ کی نذر کردی۔ ارشاد فرمایا' عبدالوہاب اب دیر کاہے کی ہے۔ فلاں حجرے میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔

یا نہ رکھ منزل یوسف میں قدم اے طالب
یا نہ کر شرط کہ وہاں چاہ یا نہ کر نہ ہو گرگ نہ ہو

خان صاحب احمد رضا

کے قول سے ظاہر ہے کہ عورت بطور نیاز و فاتحہ یا بغرض ایصال ثواب بزرگان دی جاسکتی ہے۔ اس میں نہ ہی تو کوئی شرعی ممانعت ہے اور نہ ہی دنیا کی ملامت۔ کیونکہ بریلوی عقیدہ کی بنا پر بزرگوں کو خوش کرنا عین عبادت اور خوشنودی مولا کا موجب ہے۔ خصوصاً حضرت پیر صاحب کو خوش کرنا تو بریلوی بالکل رضا الٰہی کا موجب مانتے ہیں۔

چنانچہ حضرت خان صاحب پورے دعوے سے لکھتے ہیں۔

"حضور پرنور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور اقدس و انور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث کامل و نائب تام و آئینہ ذات ہیں ----- تعظیم غوثیت میں عین تعظیم سرکار رسالت ہے عین تعظیم حضرت العزت ہے۔ جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم۔"

(فتاویٰ افریقہ حضرت خان صاحب ص ۱۰۱)

سگ دربار غوثیہ

بریلوی دوست عام طور پر انتہائی ناز و فخر سے اپنے کو سگ دربار غوثیہ یعنی حضرت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دروازے کا کتا لکھتے اور کہتے ہیں۔ لہٰذا امید ہے کہ گیارہویں کی اصل نیاز و رسم یعنی عورتوں کو بطور نیاز دینے پر ضروری غور فرمائیں گے اور حضرت خان صاحب کے قول و فتویٰ کے مطابق عورتوں کو بطور نیاز و فاتحہ مزارات پر چڑھاوا چڑھانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کریں گے کیونکہ صالحین و بزرگ قبروں میں زندہ اور صاحب شعور ہیں۔

چنانچہ اس توہم کا ثبوت بھی خان صاحب نے "عورت کو بطور نیاز و فاتحہ مزار پر چڑھاوا چڑھانے" سے پیشتر یوں اعلان کیا ہے:

"سید احمد بدوی کبیر رضی اللہ عنہ جن کی مجلس میلاد و مصر میں ہوتی ہے ——— امام عبدالوہاب شعرانیؒ التزام کے ساتھ ہر سال حاضر ہوتے ——— ہمیشہ ایک دن پہلے ہی حاضر ہوتے تھے ——— ایک دفعہ آخری دن پہنچے۔ جو اولیاء کرام مزار مبارک پر مراقب تھے، انہوں نے فرمایا "کہاں تھے؟" دو روز سے حضرت مزار مبارک سے پردہ اٹھا اٹھا فرماتے رہے ہیں۔ عبدالوہاب آیا، عبدالوہاب آیا؟" انہوں نے فرمایا "کیا حضور کو میرے آنے کی اطلاع ہوتی ہے؟" انہوں نے فرمایا، اطلاع کیسی؟" حضور تو فرماتے ہیں۔ کتنی ہی منزل پر کوئی شخص میرے مزار پر آنے کا ارادہ کرے، میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اس کی حفاظت کرتا ہوں، اگر اس کا ایک ٹکڑا رسی کا جاتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر سوال کرے گا۔"

(ملفوظات حصہ سوم ص ۲۵)

بقول خان صاحب جب کہ بزرگوں کا ہر حال محافظ و رکھوالا اور ساتھ رہنا ثابت ہے تو پھر عورتوں سے صحبت خود بخود ثابت ہوگئی۔ مزید ثبوت درکار ہو تو ص ۱۷۰ پر ملاحظہ فرمائیے۔

بریلوی دوستو

گیارہویں کی حقیقت اور تاریخی حیثیت آپ کے سامنے ہے' اب یہ آپ کا فرض ہے کہ اسے اصلی صورت میں ادا کریں یا ادھوری بہرحال آپ کو غور کرنا چاہیے کہ اسلام سے گیارہویں کو کیا لگاؤ ہے ؟

یہ آئی کون سی منزل نہ ساحل ہے نہ دریا ہے
شناور بحر غم کا اب کہاں ڈوبے کہاں نکلے

نیاز و فاتحہ یا ایصال ثواب

بریلویہ کی چوٹی کی کتاب احکام شریعت سے قائد بریلویہ کا فتویٰ ملاحظہ فرمایئے حضرت خان صاحب کا عقیدت مند سوال کرتا ہے :

مسئلہ نمبر ۱۷: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف چاروں پشت پر فاتحہ و درود پڑھنا چاہیے یا نہیں ؟

الجواب : ہمارے نزدیک صحیح و راجح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و امہات ' حضرت عبداللہ ' حضرت آمنہ سے حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا تک سب اہل توحید و اسلام اور نجات ہیں تو انہیں ایصال ثواب میں حرج نہیں۔ (احکام شریعت جلد ۲ ص ۸۸)

سوال و جواب

عقیدت مند کا سوال اور قائد ملت بریلویہ کا فتویٰ شاہد ہے کہ بریلوی دوست سرداران قریش مکہ کے مذہب و عقیدہ اور عمل کو رضاء الٰہی کا واحد ذریعہ اور نجات کا صحیح طریقہ و سبب مانتے ہیں اور ان کے مذہب و عقیدہ کو اسلامی لباس میں فروغ دینے کے خواہش مند ہیں کیونکہ خانصاحب کے الفاظ اعلان کررہے ہیں کہ :

"سردار عبداللہ ' عبدالمطلب ' ہاشم اور عبد مناف سب اہل توحید و نجات ہیں۔"

نہ صرف یہی بلکہ اپنے اسی اٹل عقیدہ کی بنا پر مثل دیگر صلحاء امت حضرت شیخ عبدالقادر وغیرہم رحمہم اللہ کے' ان کی نیاز و فاتحہ دینے کو کار ثواب اور موجب قرب الٰہی اعلان کر رہے ہیں۔

جس سے بھی نمایاں طور پر ظاہر ہے کہ بریلوی مذہب درحقیقت سردار عبدالمطلب اور ہاشم عبد مناف کا مذہب ہے۔ فرق صرف یہی ہے کہ وہ بزرگوں کے بتوں اور قبروں میں کی پرستش کے عادی ہونے کے ساتھ ہی خدا کو وحدہ لاشریک مانتے' اپنے کو ملت ابراہیم یا دین حنیف کا متبع و پیروکار جانتے' بیت اللہ کا طواف اور حج کرتے اور قربانی دیا کرتے تھے اور بریلوی دوست بجائے بتوں کے وہی عقیدہ صرف قبروں سے متعلق رکھتے ہوئے اپنے اولیاء و صلحاء کی پرستش اسلامی لباس میں کرتے ہیں۔

گویا کہ اہل جاہلیت یعنی سردار عبدالمطلب وہاشم و عبد مناف وغیرہ بزرگ' اپنے بریلوی متبعین کو بزبان حال یوں خطاب کر رہے ہیں۔ ؎

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہو گی
یہ خبر کسی دشمن نے اڑائی ہو گی!

اسلامی عقیدہ

خان صاحب یا بریلوی عقیدہ سے آشنا ہونے کے بعد اب اسلامی عقیدہ بھی ملاحظہ فرمایئے تاکہ اہل توحید اور بریلویہ کی باہمی عداوت و اختلاف کی حقیقت آپ کے سامنے آ جائے۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"میں نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ کے متعلق دربار الٰہی میں درخواست کی بلفظ استاذنت ربی ان استغفرلها فلم یوذن لی و استاذنته فی ان ازور قبرها فاذن لی"

۲ - عن ابی هریرة قال زار النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ

وسلم قبر امه فبکی و ابکی من حوله فقال استاذ نت ربی فی ان استغفرلها فلم یوذن لی واستاذنة فی ان ازورقبرها فاذن

(صحیح مسلم جلداول ص ۳۱۴)

مختصراً یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے اللہ تعالیٰ سے اپنی والدہ کے لیے دعا و بخشش کے لیے اجازت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے بخشش کے لیے دعا مانگنے کی اجازت تو نہ دی تو پھر ہم نے قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے زیارت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم والدہ کی قبر پر زیارت کے لیے تشریف فرما ہوئے۔ خود بھی زاروقطار روئے اور اہل مجلس بھی روتے رہے۔

علامہ نوویؒ

"فبکی و ابکی" کی شرح لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"قال القاضی بکاہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی ما فاتها من ادراک ایامه والایمان به"

ترجمہ: قاضی عیاض نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بنا پر روئے کہ ان کو یہ صدمہ ہوا کہ والدہ نے میری نبوت کا زمانہ نہ پایا اور ایمان سے محروم ہی فوت ہوگئیں۔

اور سنئے:

"عن انس ان رجلا قال یارسول اللّٰہ این ابی قال فی النار فلما قضی دعاہ فقال ان ابی و اباک فی النار (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۱۴ مطبوعہ نور محمدی)

ترجمہ: حضرت انس راوی ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرا (فوت شدہ) والد کہاں ہے (جنت یا دوزخ میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دوزخ میں ہے۔ پس جب کہ وہ آدمی پیٹھ پھیر کر چلا تو حضور نے اسے

واپس بلایا اور فرمایا صرف تیرا ہی باپ دوزخ میں نہیں، بلکہ خود میرے والد بھی دوزخ ہی میں ہیں۔

حضرت امام نووی

این ابی پر رقم طراز ہیں:

"فیہ ان من مات علی الکفر فھو فی النار ولا تنفعہ قرابۃ المقربین"

ترجمہ: جو شخص بھی کفر پر مرا وہ جہنمی ہے۔ اس کو انبیاء و صلحاء کی قرابت و رشتہ داری آگ سے نجات نہیں دلا سکے گی۔

اور پھر آگے چل کر "ان ابی و اباک" کی شرح لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ان من مات فی الفترۃ علی ما کانت علیہ العرب من عبادۃ الاوثان فھو من اھل النار (مسلم ص ۱۴)

ترجمہ: جو لوگ مذہب عرب یعنی بت پرستی کے دین پر فوت ہو چکے وہ دوزخی ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ سردار عبداللہ، عبدالمطلب، ہاشم عبدالمناف وغیرہ بت پرستی پر ہی مرے ہیں۔

بنا بریں جو ان کے مذہب و عقیدہ کو موجب نجات مانتا ہے وہ حقیقتاً ان کے مذہب کا ہی مبلغ ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ

صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان ملاحظہ فرمانے کے بعد اب حنفی مذہب کے بانی کا اعلان بھی پڑھیے۔

حضرت امامؒ فرماتے ہیں:

"والدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماتا علی الکفر (فقہ اکبر مع شرح ملا علی قاری ص ۱۳۰، ۱۳۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماں اور باپ کفر پر ہی فوت ہوئے

ہیں۔

رکن مذہب حنفی

حضرت قاری صاحب اس کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ھذا رد علی من قال انھما ماتا علی الایمان او ماتا علی الکفر ثم احیاھم اللہ تعالٰی فماتا فی مقام الایقان۔“

ترجمہ: امام عالی مقامؒ نے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے جو غلوت عقیدت کی بنا پر یہ کہتے ہیں کہ حضورؐ کے والدین اہل ایمان تھے یا مرے تو کفر پر تھے لیکن اللہ تعالٰی نے ان کو دوبارہ زندگی بخشی اور مقام ایقان و ایمان پر ان کا خاتمہ ہوا۔

فتویٰ متعلقہ ابوطالب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین تو حضورؐ کی نبوت کا زمانہ پانے سے پیشتر فوت ہونے کی وجہ سے کفر پر مرے لیکن امام صاحب فرماتے ہیں کہ ابوطالب زمانہ نبوت پانے اور حضورؐ کو صدیق و امین اور آپؐ کے دین کو سچا سمجھتے ہوئے اور آپ سے انتہائی محبت رکھنے اور سر دھڑ کی بازی لگا کر آپؐ کی حمایت کرنے کے باوجود بھی کفر پر ہی مرا۔

حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وقد انروت لھذہ السئلة رسالة مستقلة ورفعت ما ذکرہ السیوطی فی رسائله الثلثة فی تقویة ھذہ المقاله بالادلة الجامعة المجتمعة من الکتاب والسنة والقیاس واجماع الامة ومن غریب ما رقع فی ھذہ التصفیة انکار بعض الجھلة من الحنفیة

(شرح فقہ اکبر لعلی قاری ص ۱۳۱ مجتبائی پریس دہلی)

ہم نے اس مسئلہ پر مستقل رسالہ لکھا ہے اور سیوطی وغیرہ کے تمام ادعاء دلائل

کا کتاب و سنت، اجماع امت اور قیاس کے واضح و روشن دلائل سے پرزور رد کیا ہے اور بعض جاہل احناف کے غریب و باطل توہمات کو بھی خوب رد کیا ہے۔ غرض کہ قاری صاحب نے با دلائل واضح ثابت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا انتقال حالت کفر پر ہی ہوا اور وہ بفرمان جہنمی ہیں۔

"وابوطالب عمه ای عم النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ابوعلیؓ مات کافرا ولم یومن به فقد ورد انه لما حضر ابوطالب الوفاة جاء ه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فوجد عند ه اباجهل و احزابه فقال صلی اللّٰه علیه وسلم یا عم قال کلمة احاج لک بها عند اللّٰه فقال ابوجهل اترغب عن ملة عبد المطلب وتکرر هذ ا الکلام فی ذ الک المقام حتی قال ابوطالب فی اخر المرام انا علی ملة ابی عبدالمطلب وابٰی ان یقول لا اله الا اللّٰه (شرح فقہ اکبر لعلی قاری ص ۱۳۲)

ترجمہ : حضرت امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سردار ابوطالب جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ہیں، کفر پر ہی فوت ہوئے۔

(حضرت ملا علی قاری ابوطالب کی وفات کے متعلق حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ) ابوطالب جب مرنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف فرما ہوئے اور ابوجہل وغیرہ سرداران قریش بھی وہاں موجود تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا :

"اے میرے شفیق چچا اگر تو کلمہ توحید کا اقرار کرے تو میں قیامت کے دن تیری شفاعت کے لیے اللہ تعالیٰ سے ضرور جھگڑا کروں گا۔"

یہ سن کر ابوجہل نے دوبارہ سہ بارہ کہا :

"اے ابوطالب ! کیا تو بھی عبدالمطلب کے دین سے منہ پھیر کر ہی مرے گا ؟

پس ابوطالب نے ابوجہل وغیرہ کو مطمئن کرنے کی غرض سے بلواز بلند اقرار کیا کہ:

"عبدالمطلب: کے دین پر ہی اپنی جان خدا کے سپرد کر رہا ہوں۔"

اور لا الہ الا اللہ پڑھنے سے انکاری ہو کر کفر پر ہی مر گیا۔

کیا عبدالمطلب جنتی ہے؟

ابوطالب چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر طرح مددگار تھا۔ جب ابوطالب مر گیا تو آپ غمگین ہو کر بیٹھ گئے۔

ابی لہب نے آپ کا غمگین ہونا محسوس کیا تو حاضر ہو کر عرض کیا:

"یا محمد امضی للما اردت وما کنت صالغا اذ کان ابو طالب حیا ناصنعه"

ترجمہ: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسا ابوطالب کی زندگی میں تو اپنے دین کی اشاعت کیا کرتا تھا ویسے ہی اب بھی کر۔ میں ہر حیثیت سے تیرا مددگار ہوں۔

"لا واللات لا یوصل الیک حتٰی اموت"

ترجمہ: لات کی قسم، جب تک میں زندہ ہوں، تیری طرف کوئی دشمن آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکے گا۔

ابوجہل وغیرہ نے یہ واقعہ سنا تو غصے سے لال پیلے ہو کر ابولہب کے پاس پہنچے اور اس سے کہا:

"کیا تو بھی صابی ہو گیا اور عبدالمطلب کا دین چھوڑ چکا ہے؟"

تو اس کے جواب پر ابولہب نے کہا:

"مانا رقت دین عبدالمطلب ولکنی امنع ابن اخی ان یضام حتٰی یمضی لما یرید"

ترجمہ: میں نے عبدالمطلب کا دین قطعاً نہیں چھوڑا، بلکہ میں نے تو اپنے

بھتیجے کی حمایت و اعانت کی ضمانت دی ہے تاکہ وہ اپنے مذہب کو علی الاعلان پھیلانے میں کوتاہی نہ کرے۔

یہ سن کر گروہ قریش نے کہا:

لقد احسنت واجملت و وصلت الرحم"

ترجمہ: یہ تو آپ نے بہت اچھا اور صلہ رحمی کا کام کیا ہے۔

ابھی اس واقعہ کو چند ہی روز گزرے تھے کہ قریش ایک فارمولا بنا کر ابولہب کے پاس پہنچے اور کہا کہ:

"جس بھتیجے کی حمایت کے لیے تو سر دھڑ کی بازی لگا چکا ہے۔ ذرا اس سے یہ تو پوچھ کہ ہمارے سردار اور تیرے والد کے متعلق وہ کیا عقیدہ رکھتا ہے؟"

چنانچہ ان کے بہکانے میں آکر ابولہب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کرنے لگا:

"این مدخل عبد المطلب (عبدالمطلب کا ٹھکانا کہاں ہے؟")

قال (آپؐ نے فرمایا):

"مع قومه (وہ اپنی قوم کے ساتھ ہی ہیں)

یہ جواب سن کر ابولہب گروہ قریش کے پاس گیا اور آپ کا یہ قول ان کے روبرو عرض کر دیا۔ ان سرکشوں نے کہا، ابولہب تم بات نہیں سمجھے؟ تمہارے بھتیجے کا منشا اس قول سے یہ ہے کہ "سردار عبدالمطلب دوزخ ہی میں ہیں۔"

اس مردود پارٹی کی یہ بات سن کر ابولہب حواس باختہ ہو گیا اور الٹے پاؤں اسی وقت دوبارہ حاضر خدمت ہو کر دریافت کرنے لگا:

"یا محمد اید خل عبدالمطلب النار"

ترجمہ: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا عبدالمطلب جہنم میں ہے؟

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ومن مات علی مامات عبدالمطلب دخل النار"

ترجمہ : جو کوئی اس عقیدہ پر مرا جس پر عبدالمطلب کو موت آئی۔ وہ جہنمی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ سن کر ابولہب آگ بگولا ہو کر بکواس کرنے لگا۔ واللہ لا یرحت لک الا عدوا ابداً خدا کی قسم مجھ سے تو قطعاً" بھلائی کی امید نہ رکھ۔ میں تیرا دشمن ہوں۔

غرض کہ ابولہب کی دشمنی کا اصل موجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی فرمان ہے کہ عبدالمطلب دوزخی ہے' جو کوئی بھی عبدالمطلب کے مذہب کو مذہب حق مانتا ہے وہ بھی جہنمی ہے۔ (ملخصاً" تاریخ ابن کثیر جلد ۳ ص ۱۳۴ مطبوعہ مصر)

حقیقت آشکار ہو گئی

مختصراً یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ابولہب کی دشمنی کا اصل موجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہی فرمان ہے کہ آپؐ نے عبدالمطلب کو اور ہر اس شخص کو کہ جو بھی عقیدہ عبدالمطلب کو برحق و موجب نجات سمجھتا ہوا مر گیا یا زندہ ہے' جہنمی قرار دیا ہے۔

اہل توحید سے بریلویہ کی عداوت

عہد حاضر میں اہل توحید سے بریلویہ کی دشمنی کی اصل وجہ ظاہر ہو گئی کہ اہل توحید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و اطاعت میں عبدالمطلب اور ہر اس انسان کو جو عبدالمطلب کے عقیدہ کو برحق یا تقرب الی اللہ کا موجب مانتا ہے وہ کافر و جہنمی سمجھتے اور جانتے ہیں۔

برخلاف اس کے بریلوی ' عبدالمطلب کو اہل حق و نجات مانتے ہوئے ان کی نیازوفاتحہ مثل دوسرے صلحاء امت جائز اور کار ثواب اور موجب نجات مانتے ہیں۔ جیسا کہ خان صاحب کے فتویٰ سے ثابت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بریلوی ابوجہل و ابولہب کا پارٹ ادا کرتے ہوئے یا ان کے

مقلدین کی حیثیت سے اہل توحید سے دشمنی رکھتے ہیں۔

چونکہ ابوطالب و ابوجہل وغیرہ عبدالمطلب کے عقیدہ کے مخالفین (مسلمانوں) کو صابی کے نام سے مطعون کیا کرتے تھے اور یہ انہیں کا پارٹ ادا کرتے ہوئے اہل توحید کو وہابی کہہ کر بدنام کرنے کی سعی میں مصروف ہیں۔

میرے پہلو سے گیا پالا ستم گر سے پڑا
مل گئی ظالم تجھے کفران نعمت کی سزا

جہالت کے نمونے

جہالت کی پہلی مثال

کسی غبی سے غبی طالب علم سے اگر دریافت کیا جائے کہ مشکوۃ شریف کون سے محدث کی تصنیف ہے ؟ تو وہ کھٹ سے کہہ دے گا کہ یہ "علامہ ولی الدین محمد بن عبداللہ (رحمتہ اللہ علیہ) خطیب تبریزی" کا وہ شاہکار ہے کہ امت ان کے اس احسان سے سبکدوش ہو ہی نہیں سکتی۔

خدا کی شان کا نرالا منظر دیکھئے کہ اپنے اس غیرفانی شاہکار سے رمضان شریف کے آخری جمعہ کے دن شوال (عید) کے چاند کی روایت کے وقت ۷۳۷ھ میں فراغت پائی۔

مصنف مشکوۃ شریف

کا یہ مختصر تذکرہ عہد حاضرہ کی مطبوعہ مشکوۃ اصح المطابع دہلی نور محمد (۲) رشیدیہ (۳) حتیٰ کہ مطبوعہ ملک سراج الدین لاہور کے ٹائٹیل پر بھی مرقوم ہے۔ مگر اچھروی صاحب کی جہالت یا مشرکانہ تہمت پر دربار الٰہی سے پھٹکار کا نمونہ کہئے' ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ مشکوۃ ایسی شہرہ آفاق و مقبول انام کتاب کے مصنف کون بزرگ ہیں اور وہ کس ملک و مقام کے باشندے ہیں۔

چنانچہ پورے دعوے اور یقین سے لکھتے ہیں کہ :

"خطیب بغدادی مصنف مشکوۃ جوکہ متعصب شوافع شمار کیے گئے ہیں۔ تاریخ بغداد میں فرماتے ہیں۔" (طبع اول ص ۳۰ طبع ثالث ص ۳۵)

یاد رہے

کہ خطیب بغدادی کا اسم گرامی "حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت" ہے اور آپ مصنف مشکوۃ سے اڑھائی یا پونے تین سال پیشتر گزرے ہیں۔ چنانچہ آپ کی پیدائش ۳۹۲ھ اور وفات ۴۶۲ھ میں ہوئی۔

یہی شمع اسلام روشن کریں گے　　　بڑوں کا یہی نام روشن کریں گے

بریلوی دوستو

ایمانداری سے کہئے کہ یہ فخرالمناظرین اور رئیس الواعظین ہیں یا کہ ابوالجہلا اور اکذب الکاذبین ؟

دوسری مثال

اگرچہ اچھروی کی جہالت شریف کے اظہار کے لیے پہلی مثال کافی ہے مگر اس سے بھی واضح نمونہ ملاحظہ فرماتے چلئے۔

کراچی کا مناظرہ جو آٹھ جنوری ۱۹۵۸ء بروز اتوار مابین اہل توحید اور بریلویہ عیدگاہ چاکیواڑہ ہوا اور بریلویت کو جس میں شکست فاش بھی ہوئی۔

اچھروی صاحب نے اپنی شرمندگی و ذلت کو چھپانے اور پنجابی بریلویوں کو جل دینے کی غرض سے ایک طویل اشتہار حاجی بہادر علی گھنگ کے نام سے شائع کیا ہے۔

اس جھوٹ کے پلندہ اشتہار کے نیچے کی سطور میں جلی عنوان سے للکارا ہے۔

"(آؤ اے فرقہ وہابیہ) مولوی محمد عمر صاحب کے اس حوالہ کو کہ داڑھی والا اگر کسی عورت کا دودھ پی لے تو جائز ہے۔ "التجویز النظر" وہابی کتاب سے نہ دکھا سکیں تو ہم دس ہزار روپیہ نقد انعام کی پیش کش کرتے ہیں۔"

چیلنج منظور ہے

ہم واضح الفاظ میں اچھروی صاحب اور بہادر علی گھنگ کی پیش کش

اور چیلنج کو قبول کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں کہ آپ اپنی دس ہزار روپیہ کی رقم مسلمہ امین کے پاس جمع کرواتے ہوئے تاریخ مقررہ سے اطلاع دیجئے۔ تاکہ یہ رقم وصول کرکے ہم آپ کی جہالت شریف کو اہل زمانہ پر ثابت کر دکھائیں کہ "التجویز النظر" کتاب سے آپ کی پیش کردہ عبارت تو کیا نکلے گی۔ اس نام کی کوئی کتاب ہی تختہ دنیا پر موجود نہیں۔ یہ صرف اچھروی صاحب کی جہالت کا کرشمہ ہے کہ وہ تجویز النظر کے لفظ کو کتاب کا نام سمجھے ہوئے ہیں۔

حقیقت ملاحظہ فرمائیے

اپنے زمانہ کے مجتہد و امام علامہ نواب صدیق حسن خان صاحب نور اللہ مرقدہ' روضتہ الندیہ شرح درر البہیہ" میں فرماتے ہیں۔

"ویجوز ضاع الکبیر ولو کان ذالحیة لتجویز النظر لحدیث زینب بنت ام سلمة (روضة الندیہ ص ۱۵۸)

نواب صاحب تو فرما رہے ہیں کہ تجویزِ نظر کے لیے داڑھی والے آدمی کو بھی دودھ پلایا جا سکتا ہے۔ مگر اچھروی صاحب کی جہالت کا یہ حال ہے کہ وہ تجویز النظر کے لفظ کو کتاب سمجھ رہے ہیں۔

ختم شد بر تو جہالت ہم حماقت لا کلام
چوں شجاعت بر علیؑ بر مصطفیٰ پیغمبری

اچھروی صاحب نے عوام کو بہکانے اور گمراہ کرنے کی غرض سے مقیاس حنفیت میں از خود "وہابی" و "محمد عمر" کے نام سے سوال و جواب کا ڈھونگ رچایا ہے۔

اگرچہ ان کا یہ تمام بھروپ جہالت کا نمونہ ہے جسے دیکھ کر بریلوی دوست بھی ان کی جہالت کا ماتم کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔

غور سے سنئے

مشکوۃ شریف میں حدیث ہے:

"اللھم لا تجعل قبری و ثنا یعبد اشقدت غضب اللّٰہ علی قوم اتخذ وا قبور انبیاء ھم مساجد (باب المساجد فصل ثالث)

اس حدیث کا ترجمہ اچھروی کے مسلم و محبوب بزرگ قطب الدین صاحب نے "مظاہر حق" ترجمہ مشکوۃ میں یوں کیا ہے:

"(اے اللہ تعالیٰ) نہ کر میری قبر کو مانند بت کے بیچ تعظیم کرنے لوگوں کے اور بار بار آنے ان کے واسطے زیارت کے یعنی بطور میلے (عرس) کے اور متوجہ ہونے کے طرف اس کی واسطے سجدہ وغیرہ کے جیسا کہ سنتے اور دیکھتے ہیں ہم بعضے مزارات (بزرگوں) اور مقلات کو یعنی مثل استھان (بت) وغیرہ کے"

(مظاہر حق جلد ا ص ۲۵۳)

اچھروی صاحب ازخود بطور سوال و جواب لکھتے ہیں:

وہابی: حدیث شریف میں آتا ہے۔ لا تجعلوا قبری و ثنا یعبد (میری قبر کو بت نہ بنانا، جس کی عبادت کی جاتی ہے) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر پر متواتر جانے اور تعظیم کرنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ بت پرست کرتے ہیں۔ وہی عمل تمہارا ہے۔

محمد عمر: سبحان اللہ۔ جناب تم نے تو علم غیب کا اپنی زبان سے اقرار کرلیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ضرور حاصل تھا لیکن مذہبی تعصب سے زبانی اقرار نہیں کرتے اور اس حدیث کے مطلب کو غلط بیان کرکے عوام کی آنکھوں میں جادو کا کام کررہے۔ "ہاتھی کے دانت دکھانے کے واسطے اور کاٹنے کے اور۔" کیونکہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ "میری قبر کو بت نہ بنانا"

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ "بت کسے کہا جاتا ہے"؟ اور بت کیوں فرمایا؟

ابراہیم علیہ السلام نے بت کے صفات بیان فرمائے۔ یاابت لم تعبد مالا یسمع

ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئا ○

ترجمہ: اے میرے باپ تو اس چیز کی کیوں عبادت کرتا ہے' جو نہ سنتی ہے نہ دیکھتی ہے اور نہ تجھ سے کسی تکلیف کو دور کرتی ہے۔

ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا کہ ابھی وہ قوم پیدا بھی نہیں ہوئی جو آپؐ کی قبر کو بت سمجھے گی لیکن آپؐ نے تیرہ سو سال پہلے ارشاد فرما دیا کہ تم میری قبر کو بت نہ سمجھنا یعنی جیسا کہ بت نہیں سنتا' میری قبر کو ایسے نہ سمجھنا کیوں میں سنتا ہوں اور بعد وصال بھی سنتا رہوں گا۔ بلکہ مجھے قبر میں بصارت والا سمجھنا کیونکہ میں قبر میں بھی بصیر ہوں گا۔

پھر فرمایا بت نہ سمجھنا یعنی جیسا کہ بت پرست سے بت (بت پرستوں کی) کسی تکلیف کو دور نہیں کر سکتا' ایسا مجھے نہ سمجھنا کیونکہ میں رحمتہ اللعالمین ہوں۔ تمہاری ہر تکلیف کو دور کرتا رہوں گا۔"

(طبع اول ص ۲۴۲' ۲۴۱ طبع ثالث ص ۵۵۹)

بریلوی دوستو!

حدیث کے اصل الفاظ اور ان کا ترجمہ و تشریح خود اچھروی صاحب کے مسلمہ و محبوب حنفی کی قلم سے آپ کے سامنے ہے اور اچھروی صاحب کا الفاظ حدیث کو بددیانتی سے اول بدل کر پیش کرنا اور خلاف منشا حدیث ترجمہ و تشریح وغیرہ بھی آپ ملاحظہ فرما چکے۔

لہٰذا انصاف و ایمانداری سے کہئے کہ اچھروی سے بڑھ کر بھی کوئی دین دشمن آپ کی نظر سے گزرا ہے؟

شریعت ہوئی ہے نکو نام ان سے بہت فخر کرتا ہے اسلام ان سے

اگر اچھروی صاحب کی یہ حرکت ملاحظہ فرمانے کے بعد بھی آپ صاحبان صدق دل سے تائب نہ ہوئے تو آپ کا حشر بھی دشمنان دین کے ساتھ ہی ہوگا۔

۳۔ فریب و مغالطہ

مذکورہ بالا سے قطع نظر' فریب و مغالطہ کی بھی ایک مثال دیکھتے چلئے۔ اچھروی صاحب شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر اپنی فنکاری کرتے ہوئے جلی الفاظ میں لکھتے ہیں۔

"فرقہ وہابیہ و دیوبندیہ نماز کے بعد بلند آواز سے اجتماعی طور پر درود شریف پڑھنے کو بدعت کہتے ہی اور پڑھنے والے کو روکتے ہیں اور احناف کی مساجد میں صلوۃ فریضہ کے بعد درود شریف کو بلند آواز سے لازمی پڑھا جاتا ہے۔ اب تم اپنے عمل سے فیصلہ کرلو کہ تم وہابی ہو یا حنفی؟

۱ - ان اللہ وملئیکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذ ین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ○ (پ ۲۲ سورہ احزاب ع ۷)

ترجمہ : بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے رہتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو اور سلام بھیجو حق سلام بھیجنے کا۔

اس آیت کریمہ سے اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر دورد شریف پڑھنا حکماً" فرض کیا ہے ـــــــ باقی رہا نماز فریضہ کے بعد متصل ہی اس فریضہ صلوۃ و سلام کو حتمی طور پر ادا کرنا اور اس ہیئت کذائیہ سے بلواز بلند پڑھنا' تو اس کا ثبوت احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔

بخاری شریف ۱/۱۱۶ مسلم شریف ۱/۲۱۷

عن ابن عباس ان رفع الصوت بالذ کر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال ابن عباس کنت اعلم اذا انصرفوا بذلک اذا سمعتہ

ترجمہ: ابن عباس سے روایت ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا بعد از فراغت نماز مکتوبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا اور فرمایا ابن عباس نے نمازی جب نماز سے فارغ ہوتے تھے تو میں اس ذکر کو سنتا تھا اور میں زیادہ جانتا ہوں۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ بلند آواز سے مل کر ذکر کرنا بعد از نماز فریضہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسنون طریقہ ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہاں کون سا ذکر مراد ہو سکتا ہے ؟ تو لازمی امر یہ ہے کہ وہ درود شریف ہی ہے۔ (مقیاس حنفیت طبع اول ص ۲۱۵، ۲۱۴ طبع ثالث ص ۵۲۱)

بے بسی

اچھروی صاحب نے دعویٰ تو کردیا کہ بعد از نماز با جماعت بریلویہ کی مساجد میں اجتماعی طور پر جو مروجہ الفاظ کا درود باواز بلند پڑھا جاتا ہے۔ یہ حدیث سے ثابت ہے۔

لیکن جب کہ مروجہ من گھڑت درود کے الفاظ کا ثبوت حدیث سے تو کیا کتب فقہ حنفی سے بھی نہ مل سکا تو حواس باختہ ہو کر یوں بڑبڑانے لگے کہ :

"اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہاں کون سا ذکر مراد ہو سکتا ہے؟

تو یہ لازمی امر ہے کہ وہ درود شریف ہی ہے۔"

اچھروی صاحب کی اسی بے بسی پر کہا گیا ہے۔

حباب بحر کو دیکھو کہ کیسے سر اٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

بریلوی دوستو!

آپ اچھروی صاحب سے اپنی مساجد میں باواز بلند پڑھنے والے رواجی و من گھڑت درود کے الفاظ عہد نبوی میں بعد نماز جماعت مسجد نبوی کے نمازیوں

سے باواز بلند پڑھنے کا ثبوت دلوا دیں یا کم از کم' اچھروی صاحب پر اس مغالطہ و فریب کے عوض ——— ہی پڑھ دیں۔

چمن برباد ہوتا کیوں خزاں سے اگر لغزش نہ ہوتی باغباں سے

مغالطہ کا پول

اچھروی صاحب نے بخاری و مسلم کی جس روایت کو بریلوی مساجد میں مروجہ درود کو نماز با جماعت کے بعد باواز بلند پڑھنے کے ثبوت میں پیش کیا ہے وہ "باب الذکر بعد صلوۃ" کی حدیث ہے اور اس حدیث سے جس ذکر کو باواز بلند پڑھنا ثابت ہے اسے حضرت ابن عباس نے وضاحت سے بیان فرمایا ہے وہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی دوسری حدیث سے ظاہر ہے۔ ناظرین کی سہولت کے لیے مشکوۃ شریف کی متفق علیہ روایت سے عرض کیا جاتا ہے۔

۱ - عن ابن عباس رضی اللہ عنھما کنت اعرف انقضاء صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالتکبیر (مشکوۃ باب الذکر بعد الصلوۃ ص ۸۸)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز سے فارغ ہونے کو میں تکبیر (اللہ اکبر) کی آواز سے پہچانتا تھا۔

شارحین حدیث

فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس بوجہ نو عمر ہونے کے آخری صفوں میں ہوتے تھے۔ اس لیے مسجد میں جب حضورؐ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے اللہ اکبر کی آواز کا غلغلہ بلند ہوتا تو آپؓ (ابن عباس) معلوم کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوگئے ہیں۔

مزید اذکار و وظائف

مذکورہ حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ عہد نبوی میں نماز فرض سے سلام پھیرنے کے بعد بلند آواز سے پہلا ذکر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ تلاوت فرماتے وہ

"اللہ اکبر" ہے اور اس ذکر کی گونج سے آخری صفوں میں پڑھنے والے چھوٹے نو عمر صحابہ مثل ابن عباس حضور کا نماز سے فارغ ہونا پہچانتے تھے۔

اللہ اکبر کے بعد جو دوسرے اذکار باواز بلند پڑھے جاتے تھے' ان کی تشریح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے سنئے۔

۲ - قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا سلم من صلوتہ یقول بصوتہ الا علی

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو باواز بلند یہ اذکار تلاوت فرماتے :

۱ - لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر۔

۲ - ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ

۳ - لا الہ الا اللّٰہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل

۴ - ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللّٰہ مخلصین الہ الدین ولو کرہ الکفرون (مشکوۃ ص ۸۸)

تعامل صحابہؓ

حضرت معاویہؓ نے اپنے عہد خلافت میں مغیرہ بن شعبہؓ کو لکھا کہ مجھے ان اذکار و وظائف کی خبر دیجئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرنے کے بعد تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

حضرت مغیرہؓ نے حضرت معاویہؓ کو لکھ بھیجا کہ میں نے اپنے کانوں سے یہ سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ کلمات تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

۱ - لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر۔

۴ - اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذ الجد منک الجد (صحیح مسلم ص ۲۱۸ صحیح بخاری)

اور سنئے

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ ا انصرف من صلاتہ استغفر ثلاثا وقال اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذ الجلال والاکرام قال الولید فقلت لا وزاعی کیف الاستغفار قال یقول استغفر اللہ استغفر اللہ ثلاثا۔ (صحیح مسلم ص ۲۱۸)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز فرض سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار دہراتے اور اللھم انت السلام ومنک السلام الخ تلاوت فرماتے۔

ولید کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ حضرت امام اوزاعی سے دریافت کیا کہ استغفار کے الفاظ کیا ہیں ؟ تو فرمایا:

"استغفر اللہ استغفر اللہ تین مرتبہ دہرایا کرتے تھے۔"

۵ - کان عبد اللہ بن زبیر یقول فی دبر کل صلوۃ حین یسلم "لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ لا الہ الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکفرون۔ قال وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یھل بھن دبر کل صلوۃ (تفسیر ابن کثیر زیر آیت لا الہ الا ھو فادعوہ مخلصین لہ الدین الحمد للہ رب العالمین)

امام ابن کثیرؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہر نماز کے بعد یہ کلمات مبارکہ بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد ان کلمات مبارکہ کو پڑھا کرتے تھے۔

کتب حدیث

میں مذکور اذکار کے علاوہ بعض دوسرے اذکار و وظائف بھی باواز بلند پڑھنے کا عہد نبویؐ و صحابہؓ میں ثبوت ہے۔

لیکن ہم اسی پر اکتفا کرتے ہوئے مسلمانوں کو آگاہ کرتے ہیں کہ اچھروی صاحب کی تلبیس سے آگاہ رہیں اور بریلوی دوستوں کے مصنوعی درود سے احتراز کریں۔ اس لیے کہ اس رواجی درود کا وجود اور اجتماعی شکل میں پڑھنے کا ثبوت خیرالقرون میں تو کیا خود حنفی مذہب کی درسی کتب میں بھی نہیں۔ یہ سب اہل بدعت کی ایجاد ہے۔ (عیاذباللہ)

عجب مشکل میں آیا سینے والا جیب و داماں کا
جو یہ ٹانکا تو وہ ادھڑا' جو وہ ٹانکا تو یہ ادھڑا

بریلوی مذہب کا فتویٰ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح درود شریف کی فضیلت بالتفصیل فرمائی ہے۔ ویسے ہی الفاظ درود بھی خوب وضاحت سے تعلیم فرمائے ہیں۔

چنانچہ محدثین رحمہم اللہ نے درود شریف کے کم و بیش اسی صیغے نقل فرمائے ہیں جن میں سے ہر ایک کی ابتداء "اللھم" سے ہوتی ہے اور اس میں آل و اصحاب کا ذکر بھی موجود ہے۔

جس سے ظاہر ہے کہ درود وہی منظور ہے جس کی ابتداء "اللھم" سے ہو اور آل و اصحاب کا ذکر ہو' اور جو درود ان دونوں سے محروم ہے وہ عند اللہ قبول نہیں۔

چنانچہ بریلویہ کے اعلیٰ حضرت نے ترجمہ قرآن کے حاشیہ و تفسیر میں اس حقیقت کو یوں ذکر کیا ہے۔

"مسئلہ درود شریف میں آل و اصحاب کا ذکر متوارث ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آل کے ذکر کے بغیر مقبول نہیں' اور درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف

سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم ہے۔

علماء نے اللھم صل علی محمد کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ "یارب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عظمت عطا فرما۔" دنیا میں ان کا بلند اور ان کی دعوت غالب فرما' ان کی شریعت کو بقاء عنایت کر اخوت میں ان کی شفاعت قبول فرما کر ان کا ثواب زیادہ کرکے اولین و آخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر انبیاء و مرسلین و ملا کہ اور تمام خلق پر ان کی شان بلند کر۔" (حاشیہ ص ۵۰۶ سورہ احزاب پ ۲۲)

بریلوی دوستو

آپ کے مجدد و امام نے روز روشن کی طرح آشکار کردیا کہ درود میں "اللھم" ابتداء اور آل کا ذکر شرط ہے۔ لہٰذا ایمانداری سے کہئے کہ آپ جو درود: "الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللّٰہ" اور "صل علی نبینا وصل علی شفیعنا" وغیرہ الفاظ سے پڑھتے ہیں' ان میں یہ موجود ہیں؟ اگر نہیں' تو پھر یہ بدعت ہیں یا نہیں؟

یہ آئی کون سی منزل' نہ ساحل ہے نہ دریا ہے
شناور بحر غم کا اب کہاں ڈوبے کہاں نکلے؟

۴۔ خیانت کی مثال

تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص ۴۲۰ میں آیت کریمہ ونراہ قریبا کی تفسیر یوں لکھی ہے:

(ونراہ قریبا) ای المومنون یعتقدون کونہ قریبا وان کان لہ امد لہ یعلمہ الا اللہ

ترجمہ: مومن قیامت کے قریب ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں' اگرچہ اس کے لیے ایک مدت مقرر ہے' جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

لیکن اچھروی صاحب نے عوام کو دھوکہ دینے اور گمراہ کرنے کی غرض سے اس

حوالہ کو مقیاس حنفیت طبع ثالث ص ۳۶۰ سطر ۱۹ میں یوں نقل کیا ہے۔

"(ونراہ قریبا) ای المومنین یعنی مومنین اس کو قریب دیکھتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ مومنین انبیاء علیہم السلام اور اولیاء قیامت کو قریب دیکھتے ہیں۔

غور فرمایئے

کہ تفسیر ابن کثیر کی عبارت سے صرف لفظ "ای المومنون" نقل کرکے اس کے بعد کی عبارت بغیر ڈکار لیے اچھروی صاحب ہضم کر گئے ہیں تاکہ معنی بدل کر عوام کو فریب دیا جاسکے۔

آہ! کتنے ظالم ہیں ایسے لوگ جو قوم کی رہنمائی کے دعویدار ہوتے ہوئے قرآن کے معنی بدل کر عوام کو دھوکہ دینے سے بھی شرم نہیں کرتے اور کس قدر قابل رحم ہے۔ بریلوی پارٹی کہ جس کے مذہبی پیشوا ایسے ہی مکار لوگ ہیں۔

شریعت ہوئی ہے نکو نام ان سے ۔۔۔۔ بہت فخر کرتا ہے اسلام ان سے

شیطان مردود

اگرچہ تمام برائیوں کا "قائداعظم" ہے۔ مگر باوجود اس کے اسے برائی سے شرم محسوس ہوتی ہے۔

قرآن حکیم

اس نے مردود کی ندامت کو یوں نقل فرمایا ہے۔

۱ (کمثل الشیطن اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بری منک انی اخاف اللہ رب العالمین (پ ۲۸ حشر ع ۳)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ آپؐ نے شیطان کے متعلق اپنے صحابی سے فرمایا:

"اما انہ صدقک وھو کذوب (مشکوۃ شریف مطبوعہ ملک سراج الدین

(۱۹۵۵

ترجمہ: اگرچہ وہ جھوٹا ہے مگر تمہیں اس نے حق بات بتائی۔

مگر اچھروی صاحب، کذب بیانی میں اس درجہ صاحب کمال ہیں کہ ان کو جھوٹ بولنے سے جھجک محسوس نہیں ہوتی۔

مذکورہ حقیقت کی تفصیل و مثال مطلوب ہو تو امن کے عمل و کردار کا مختصر نمونہ ان کے الفاظ میں مقیاس حنفیت سے ملاحظہ فرمائیے۔

اچھروی صاحب مروجہ بریلوی مذہب یعنی قبروں کو پختہ بنانے، ان پر غلاف ڈالنے اور چراغ جلانے، ان سے مدد و امداد طلب کرنے اور پھر سالانہ عرس و میلہ وغیرہ جمیع رسومات کو اصل اسلام ثابت کرنے کی غرض سے پورے وثوق بلکہ خوب زوروشور اور دعوے سے لکھتے ہیں:

"تمام دنیا میں پہلا شخص ابن تیمیہ اور دوسرا مصنف کتاب التوحید محمد بن عبدالوہاب نجدی ہے جس نے عرسوں کو گناہ کبیرہ کہا ہے اور قبور کی بے حرمتی کا اعلان کیا ہے۔" (طبع اول ص ۴۵ طبع ثالث ص ۱۵۵)

اچھروی صاحب کا دعویٰ آپ کے سامنے ہے جو اس امر کا ثبوت ہے کہ مروجہ عرس جو بڑی بڑی خانقاہوں (مزاروں) مثلاً لاہور میں حضرت علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ جن کو جہلا داتا گنج بخش اور پاک پتن میں شیخ فرید رحمتہ اللہ علیہ کے مزار، جسے اہل بدعت بہشتی دروازہ کے نام سے تعبیر کررہے ہیں، اور پھر ملتان میں شیخ بہاء الحق اور شیر گڑھ ضلع ساہیوال کے مشہور مزار اور ایسے ہی دوسرے ان گنت مزارات بلکہ چھوٹی چھوٹی قبروں پر ہو رہے ہیں اور اپنی فحاشی و بدمعاشی اور مشرکانہ توہمات کا ثبوت ہیں۔ یا ان سے قدرے کم درجہ کے عرس جوکہ بریلوی علماء کی قیادت میں بریلویہ کے اعلیٰ حضرت اور شرق پور میں میاں شیر محمد وغیرہ کے مزارات پر ہوتے ہیں۔

ابتداء اسلام سے صلحاء کی قبروں پر ایسے ہی ہوتے آئے ہیں اور ان عرسوں کو منع کرنے اور گناہ کبیرہ کہنے والا تمام دنیا میں پہلا شخص ابن تیمیہ ہی ہے جوکہ چھیویں

سا ... صدی ہجری میں ہوا ہے اور اس کے بعد بارہویں صدی ہجری میں شیخ محمد نجدی نے ابن تیمیہ کے مذہب کو دوبارہ فروغ دیا ہے۔

مزید سنئے

اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

"چنانچہ ان امور سے ان کا منع ان کے جواز کی بین دلیل ہے کیونکہ ان امور (قبروں کی حد سے زیادہ تعظیم اور ان پر غلاف ڈالنا' چراغ جلانا اور مختلف رسومات سے ان پر اجتماع یا عرس و میلہ کرنے) کا ثبوت پہلے خیرالقرون میں چلا آتا تھا اور ان کے شرالقرون میں ان حسنات (مذکورہ امور) کی نیکی ان کو بھلی معلوم نہ ہوئی تو انہوں نے بند کیا اور دوسری دلیل کتاب التوحید کی خود مذکورہ بالا عبارت کا عنوان (جوکہ اوپر بریکٹ مین مذکور ہے) صحیح ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

جیسا کہ لکھا گیا ہے کہ اس زمانہ میں تمام علماء اور تمام عباد ان امور کو مستحسن سمجھ کر اور خیرالقرون (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم' تابعین اور ائمہ اربعہ رحمتہ اللہ علیہم) کی سنت حسنہ پر عامل تھے اور مصنف ہذا اکیلا علماء و عباد امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع امت کے خلاف چلا ہے جو فی کثیر المسلمین بالعلماء والعباد کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اس زمانہ کے بھی مسلمانوں کی کثرت اور علماء حقہ کا جم غفیر اور زہاد کی جماعت ان ہی امورات کے عامل تھے اور یہ من شذ شذ فی النار کی زد میں آگئے۔

اسی کی اقتداء میں تمام فرقہ وہابیہ اور دیوبندیہ مسلمانان دنیا کو کفر کے جعلی فتوے لگا رہے ہیں اور انبیاء و اولیاء کی (مروجہ) تعظیم سے بند کر رہے ہیں۔" (طبع اول ص ۴۵ طبع ثالث ص ۱۵۵)

اچھروی صاحب کا دعویٰ آپ ملاحظہ فرما چکے کہ صلحاء کی قبروں کو پختہ بنوانا اور ان پر گنبد و عمارت کا کھڑا کرنا' غلاف ڈالنا' چراغ جلانا' دور و نزدیک سے چل کے ان پر منت و نذر و نیاز چڑھانا' ان سے بوقت مشکل و مصیبت مدد و امداد چاہنا اور فریاد و استغاثہ کرنا اور سالانہ عرس و میلہ لگانا وغیرہ مروجہ تمام رسومات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' عہد خلافت راشدہ' زمانہ تابعین' بلکہ ائمہ اربعہ ' حضرت امام مالک ' ابوحنیفہ' شافعی' احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہم کے وقت ہی سے نہیں' بلکہ ان کے قول و فتویٰ سے ہوتے چلے آرہے ہیں۔ مذکورہ تمام امور کو روکنے اور منع کرنے والا تاریخ اسلام میں پہلا شخص ابن تیمیہ اور دوسرا شیخ محمدؒ ہے۔

بریلوی دوستو!

آپ میں اگر کچھ دینی غیرت' خدا کا خوف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت' خلفاء راشدین اور ائمہ اربعہ سے کوئی واسطہ یا محبت ہے تو آپ کا فرض ہے کہ اچھروی صاحب کو مجبور کریں کہ اہل سنت کی تفاسیر' کتب احادیث اور ان کی شروع' کتب سیرو رجال سے بالفاظ واضح یہ دکھا دیں کہ :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد اور دیگر اجلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبروں کو پختہ بنوایا اور مروجہ تمام امور کو خود کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو کرنے کا حکم دیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین اور دوسرے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم ان تمام مروجہ توہمات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اور سنت ثابتہ سمجھتے ہوئے ادا کرتے رہے۔

حتیٰ کہ ائمہ اربعہ نے اپنے اساتذہ وغیرہ' صلحاء کی قبروں کو پختہ بنوایا اور ان پر مروجہ عرس وغیرہ کروائے اور اپنے بعد آنے والے مسلمانوں کو قبور پر ہونے والی مروجہ تمام رسومات کو ادا کرنے کا فتویٰ دیا۔ یا فقہ حنفیہ کی درسی کتب قدوری' ہدایہ' کنز اور شرح وقایہ وغیرہ میں قبروں پر ہونے والی تمام مروجہ رسومات کا حکم و فتویٰ واضح الفاظ

میں موجود ہے۔"

اگر تو اچھروی صاحب اپنا دعویٰ ثابت کر دکھائیں کہ ابتداء اسلام سے عرس اور قبروں کی مروجہ تعظیم ہوتی چلی آئی ہے تو آپ کو بریلویت مبارک۔ ورنہ آپ کا اخلاقی و مذہبی فرض ہے کہ اچھروی صاحب یا بریلوی مذہب سے تائب ہو کر مسلمان ہو جائیں اور اچھروی صاحب کے باطل دعوے اور خیرالقرون پر بہتان عظیم سے اپنے بعد آنے والے تمام مسلمانوں کو آگاہ کر جائیں۔

وہ شاید قفس ہی میں عمریں گنوائیں
گئیں بھول صحرا کی جن کو فضائیں

قبر پرستی اور عرسوں کی حقیقت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح فرمان اور حنفی مذہب کے مسلمہ شارحین حدیث یعنی حضرت ملا علی قاری (جسے مجدد بریلویہ خان صاحب بلکہ خود اچھروی صاحب بھی اپنی تصنیفات میں بطور سند و دلیل بار بار پیش کرتے ہیں) کی مرقاۃ شرح مشکوۃ کے عربی الفاظ اور ان کا اردو ترجمہ مولانا نواب قطب الدین دہلوی کے قلم سے ملاحظہ فرمایئے' جسے اچھروی صاحب بریلویت کا بہت بڑا رکن' زبردست حامی اور وہابیت کا سب سے زیادہ رد کرنے والا مانتے ہیں۔

چنانچہ اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

"مولوی احمد علی صاحب کے بڑے شاگرد نواب قطب الدین صاحب جنہوں نے مشکوۃ کی اردو شرح (مظاہر حق) بھی لکھی ہے۔ مولوی نذیر حسینؒ صاحب (دہلوی) جب کبھی وہابیت کا مسئلہ جاری فرماتے یا تحریری اشاعت کرتے تو نواب صاحب رات کو ہی اس کا جواب لکھ کر صبح کو شائع کروا دیتے اور مسلمانوں پر حقیقت واضح ہو جاتی اور دھوکے سے بچ جاتے۔

(مقیاس حنفیت طبع اول ص ۲۵۸۔ طبع ثالث)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اللھم لا تجعل قبری و ثنا یعبد الحدیث کی شرح فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں :

(ای لا تجعل قبری مثل الوثن فی تعظیم الناس و عود ھم للزیارت بعد بد ئھم واستقبالھم نحوہ فی السجود کما نسمع ونشاھد الان فی بعض المزارات و المشاھد (مرقاۃ جلد ا ص ۴۴۷ مطبوعہ مصر)

نواب قطب الدینؒ کا مذکورہ الفاظ کا ترجمہ

(یااللہ) نہ کر میری قبر کو مانند بت کے بیچ تعظیم کرنے لوگوں کے اور بار بار آنے ان کے واسطے زیارت کے یعنی بطور میلے (عرس) کے اور متوجہ ہونے کی طرف اس کی واسطے سجدہ (وغیرہ) کے جیسا کہ سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں ہم اب بعض مزارات (بزرگوں) اور مقامات کو یعنی مثل استھان (بت) وغیرہ کے۔"

(مظاہر حق جلد ا ص ۲۵۳)

حقیقت ظاہر ہو گئی

رکن مذہب حنفی حضرت ملا علی قاری صاحبؒ اور بقول اچھروی بریلویت کے سب سے بڑے حامی حضرت نواب قطب الدینؒ کے اعلان اور فیصلہ سے ظاہر ہے کہ صلحاء کی قبروں کی تعظیم' ان پر گنبد و عمارت بنانا' اور غلاف ڈال کر' چراغ جلا کر ان کا طواف اور سجدہ' پھر ان کے پاس اعتکاف اور سالانہ اجتماع بصورت عرس و ختم و ایصال ثواب وغیرہ کے نام سے کیا جائے تو اس وقت یہ قبریں مثل و ثن' استھان یا بت وغیرہ کے ہو جاتی ہیں اور ان امور کو قبور صلحا کی تعظیم کا نام دینا کفر و شرک ہے۔

دربار رسالت اور خلافت راشدہ کا فیصلہ

حنفی مذہب کے شارحین نے جو کچھ اعلان فرمایا اس کی دلیل و سند' خلافت راشدہ کے فیصلہ سے ملاحظہ فرمائیے۔

ا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ابی الہیاجؒ کہتے ہیں کہ امیر المومنین

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے عہد خلافت میں مجھے فرمایا :

"الا ابعثک علی ما بعثنی علیه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان لا تدع تمثالا الا طمسته ولا قبرا مشرفا الا سویته (صحیح مسلم مع نووی مطبوعہ نور محمد جلد ا ص ۳۱۲)

۲ - دوسری حدیث میں "ولا صورة الا طمستها" بھی وارد ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم آپ کو ایسے کام پر مامور نہ فرمائیں کہ جس پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مامور فرمایا۔ وہ یہ کہ :

"نہ چھوڑے کوئی تصویر یا بت حتیٰ کہ ملیا میٹ کردے اس کو اور نہ چھوڑے کوئی پختہ و بلند قبر حتیٰ کہ اس کو زمین کے برابر کردے۔"

حضرت امام شافعیؒ

عہد رسالت اور خلافت راشدہ میں اونچی و بلند و پختہ قبروں اور بتوں وغیرہ کی تباہی کا جو قانون و فیصلہ جاری ہوا۔ اس کے عمل و نفاذ کا جو معمول خیر القرون میں جاری و ساری رہا۔ اس کی چشم دید شہادت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کی زبانی سنئے۔

امام نوویؒ رقمطراز ہیں کہ :

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اپنی خود نوشت کتاب الام میں لکھتے ہیں :

وریت الائمة بمکة یامرون بهد م ما یبنی ویرید الهد م قوله ولا قبرا مشرفا الاسویته (صحیح مسلم مع نووی جلد ا ص ۳۱۲)

ترجمہ : ہم نے اپنے عہد کے مشاہیر ائمہ مکہ مکرمہ کو یہ حکم اور فتویٰ دیتے ہوئے بچشم خود دیکھا کہ قبروں پر گنبد وغیرہ جو عمارت بھی ہے اس کو گرا کر قبر زمین کے برابر کردی جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ :

"کسی پختہ و اونچی قبر کو نہ چھوڑا جائے مگر اسے زمین کے برابر کردیا جائے۔"

یہ امر پختہ و بلند قبروں اور ان پر کی تمام عمارتوں کو گرا دینے کی دلیل ہے۔

دعا ہے کہ اللہ عزوجل کوئی ایسی جماعت اور مجاہد پیدا فرما کر ایک بار پھر اس فیصلہ

کو عملی صورت میں نافذ و کامیاب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

امام ابن ہمامؒ

ملا علی قاری نے مذکورہ حدیث کی شرح میں امام ابن ہمامؒ جو حنفی مذہب کے نامور مجتہد اور استاذ الاساتذہ شمار کیے جاتے ہیں اور جن کی وفات ۸۶۱ھ اور پیدائش ۷۹۰ھ میں ہوئی' کا قول یوں نقل کیا ہے:

"ھو الذی بنی علیه حتی ارتفع -------- وقال ابن الھمام ھذا الحدیث محمول علی ما کانوا یفعلون من تعلیة القبور بالبناء الحالی۔" (مرقاۃ جلد۹ ص ۳۷۹ باب دفن المیت)

اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ قبر کی کھدائی سے جو مٹی برآمد ہوتی ہے اس سے زائد جو عمارت بھی تعمیر کی جائے اس کو تباہ و برباد کر کے قبر کو ایک بالشت کی بلندی کے برابر باقی چھوڑا جائے۔

مزید سنئے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"نھی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان یجصص القبر وان یقعد علیه وان یبنی علیه (صحیح مسلم جلد ۱' ص ۳۱۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر گنبد و عمارت وغیرہ کھڑا کرنے سے منع کر دیا ہے۔

حقیقت ظاہر ہو گئی

نامور فقہاء حنفیہ کے فیصلہ' حدیث کے واضح الفاظ اور حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کی چشم دید شہادت سے ظاہر ہو گیا کہ اچھروی صاحب کی یہ ہذیان کہ:

"تمام علماء و عباد ان امور (قبروں کی مروجہ تعظیم اور عرسوں وغیرہ) کو مستحسن سمجھ کر خیرالقرون کی سنت حسنہ پر عامل تھے۔" اور ------

"ابن تیمیہ ہی وہ پہلا انسان ہے جس نے عرسوں کو گناہ کبیرہ کہا" کی حقیقت ظاہر ہو گئی کہ اچھروی صاحب کی ہرزہ سرائی' دھوکہ و فریب ہے۔ کیونکہ عہد خیرالقرون میں جب کہ پختہ قبروں اور بتوں کو ایک ہی مقام و حیثیت دے کر گرانے اور تباہ کرنے کا حکم و آرڈر تھا تو پھر پختہ قبروں پر غلاف' چراغ اور سالانہ عرس و اجتماع کا تو وہم و گمان ہی سراسر بکواس ہے۔

؎ یہی شمع اسلام روشن کریں گے　　بتوں کا یہی نام روشن کریں گے

روضہ انور کی زیارت

خان صاحب نے ایک رسالہ انوار البشارت فی مسائل الحج و الزیارت لکھا ہے جس میں زیارت روضہ انور سے متعلق ہدایات کی ایک لمبی فہرست پیش کی ہے۔ ان میں سے تین نمبر پیش خدمت ہیں۔

نمبر۱۷: خبردار ! جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو' کیونکہ خلاف ادب ہے بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ۔ (انور البشارت ص ۲۹ مطبوعہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی)

نمبر۳۸: روضہ انور کا نہ طواف کرو' نہ سجدہ۔ نہ اتنا جھکو کہ رکوع کے برابر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اطاعت ہے۔ (انوار البشارت ص ۴۷ مطبوعہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی)

خان صاحب

نے واضح کردیا کہ مرقد انور کے گرد طواف و اعتکاف' بطور سلام جھکنا اور سجدہ' حتیٰ کہ جالی شریف کو تبرکاً" چھونا" یا اسے بوسہ دینا یا رومال وغیرہ تبرکاً" ملنا (لگانا) یہ تمام امور خلاف شریعت اور حرام ہیں۔ ان سے احتراز کرو۔ آپ کا ادب و احترام اور تعظیم آپ کی اطاعت میں ہے۔

درود و سلام

عرض کی ہدایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"جالی شریف سے چار ہاتھ دور فاصلہ پر کھڑے ہو جاؤ ———

نمبر ۱۸: الحمد للہ اب کہ دل کی طرح تمہارا منہ بھی اس پاک جالی کی طرف ہے جو اللہ عزوجل کے محبوب عظیم الشان صلی اللہ علیہ وسلم کی آرام گاہ' نہایت ادب و وقار کے ساتھ بلواز حزیں و صورت درد آگیں و دل شرم ناک و جگر چاک چاک' معتدل آواز سے نہ بلند و سخت کہ ان کے حضور آواز بلند کرنے سے عمل اکارت ہو جاتے ہیں۔ نہ نہایت نرم و پست کیونکہ سنت کے خلاف ہے۔"

(انوار البشارت ص ۷۰۔ مطبوعہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی)

خان صاحب نے فیصلہ کر دیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرام گاہ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف فرما ہونا یقینی ہے' وہاں بلند آواز موجب حبط اعمال ہے۔

پس اگر تو آپؐ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو پھر مساجد اور مجالس میں بلند آواز سے سلام و درود کا شور بلکہ گھروں اور بازاروں وغیرہ کی غوغا آرائی اور لاؤڈ سپیکر پر وعظ و خطبہ یقیناً حبط اعمال کا موجب ہے۔ اگر روضہ انور سے دور' علیحدہ یہ امور جائز ہیں تو پھر عقیدۂ حاضر و ناظر باطل و بیکار۔

نہیں جانتے کہ یہ جاتے کدھر ہیں
گئے بھول رستہ یا وہ راہ پر ہیں!
من نہ گویم ایں کن یا آں کن
مصلحت ہیں و کار آساں کن

قبروں کی تعظیم و بوسہ

حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ' جنہیں بریلوی دوست غوث الاعظم اور مشکل کشا مانتے ہوئے ان کے نام کے وظیفے جپتے اور گیارہویں دیتے ہیں۔

آپ کی پیدائش ۴۷۱ھ اور وفات ۵۶۱ھ ہے۔ آپ اپنی کتاب غنیتہ الطالبین میں رقمطراز ہیں :

واذا زار قبرا لا یضع یدہ علیہ ولا یقبلہ فانہ عادۃ الیھود (غنیتہ الطالبین مطبوعہ اسلامیہ لاہور ص ۸۸)

ترجمہ : جب کسی بزرگ کی قبر کی زیارت میسر آئے تو نہ ہی تو قبر کو بطور تبرک چھوا جائے اور نہ ہی اس کو بوسہ دیا جائے یعنی قبر پر ہاتھ لگا کر منہ' آنکھوں پر نہ رکھا جائے کیونکہ یہ یہود کی عادت ہے۔

پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا فیصلہ

بلفظہ آپ ملاحظہ فرما چکے کہ بزرگوں کی قبروں کی مروجہ تعظیم و تکریم یہودیت ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ ابتداء اسلام سے چھٹی صدی ہجری کے وسط تک کے علماء و فقہاء کرام کا متفقہ فتویٰ یہی چلا آیا ہے جسے پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ یہودیت اعلان فرما رہے ہیں

گر اسلام کی کچھ حمیت ہے تم کو !
تو جلدی سے اٹھو اور اپنی خبر لو

امام ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ

یہ امر محتاج تعارف نہیں کہ حضرت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور امام ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ حنبلی المذہب مشہور ہیں۔ پس ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ نے جو کچھ قبروں کی تعظیم اور عرسوں وغیرہ کے خلاف لکھا ہے وہ درحقیقت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے قول و فتویٰ کی ترجمانی اور وضاحت ہی ہے کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ حضرت پیر صاحب سے ایک صدی بعد میں پیدا ہوئے ہیں اور آپ نے قبور کی تعظیم اور عرسوں وغیرہ کے خلاف جو کچھ لکھا وہ حضرت پیر صاحب کے فتویٰ کی روشنی میں لکھا ہے۔ لہٰذا اچھروی صاحب کی جملہ ہرزہ سرائی بالکل عبث ہے۔

اہل کتاب کی قبر پرستی

حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ سے ذکر ہو چکا کہ صلحاء کی قبروں کو بطور تبرک چھونا (ہاتھ لگانا) اور بوسہ وغیرہ یہود و نصاریٰ کی علوت اور خصلت ہے۔

ذیل میں یہود کی قبر پرستی اور ان کی تعظیم و تکریم کی مذمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاحظہ فرمایئے۔ احادیث اگرچہ بکثرت ہیں مگر ہم صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث نقل کرتے ہوئے حنفی مذہب کے رکن خاص اور نامور شارح سے اس کی تشریح و وضاحت عرض کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا:

لعن اللہ الیہود والنصارٰی اتخذ وا قبور انبیاء ھم مساجد ا (متفق علیہ مشکوۃ باب المساجد)

ترجمہ: یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا۔

حنفی مذہب کے رکن

ملا علی قاری جن کی وفات حسب تصریح کشف الظنون مصنفہ علی چلپی حنفی ۱۰۱۶ھ یا بالفاظ دیگر شیخ محمدؒ نجدی سے ایک صدی پہلے گزرے ہیں۔

مذکورہ حدیث کی شرح فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

قال الطیبی کانہ علیہ السلام عرف انہ مرتحل وخاف من الناس ان یعظما قبرہ کما فعل الیہود والنصارٰی نعرض یلعنھم لئلا یعاملوا معہ ذلک فقال (لعن اللہ الیہود والنصارٰی) سنبب لعنھم اما لانھم کانوا یسجد ون لقبور انبیاء ھم تعظیما لھم و ذلک ھو الشرک الجلی ------- ننھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ عن ذلک اما المشابھۃ

ذلک الفعل سنة الیهود ----------

وقال القاضی کانت الیهود والنصارٰی یسجد ون قبور انبیاء هم و یجعلونها ما قبله ویتوجهون فی الصلوة نحوها فقد اتخذوها او ثانا فلذالک لعنهم ومنع المسلمین عن مثل ذالک (مرقاة شرح مشکوة علی قاری جلد ۱ ص ۴۵۶)

مظاہر حق

قاری صاحب کی شرح کا اردو ترجمہ بھی ہندوستان کے مسلمہ حنفی بزرگ مولانا نواب قطب الدین صاحب دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی قلم سے پڑھئے۔

"جب جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اجل نزدیک پہنچی ہے اور ڈرے امت سے کہ مبادا قبر شریف کو سجدہ کریں' جیسے کہ یہود و نصارٰی انبیاء کی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں۔ پس آگاہ کیا اس کے منع ہونے پر ساتھ لعنت کرنے یہود و نصارٰی کے (مظاہر حق جلد ۱ ص ۲۴۱)

فتح الباری

مسلمہ حنفی بزرگوں کی شرح و ترجمہ کو ذہن نشین رکھتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ کی شرح بھی سنتے ہی چلئے۔

وکانه صلی اللّٰه علیه وسلم علم انه مرتحل من ذالک المرض فخاف ان یعظم قبره کما فعل من مضی فلعن اللّٰه الیهود والنصاری اشارة الی ذ م من یفعل فعلهم وقوله اتخذ وا جملة مستانفة علی سبیل البیان لموجب اللعن (فتح الباری جلد ۱ ص ۴۲۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سمجھ لیا کہ یہ بیماری پیغام موت ہے۔ پس آپؐ اس امر سے خوفزدہ ہوئے کہ ایسا نہ ہو کہ ہماری قبر شریف کی تعظیم و تکریم بھی اسی طرح شروع ہو جائے جیسا کہ یہود و نصارٰی اپنے انبیاء کی قبروں

کی کرتے چلے آرہے ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی تعظیم کی مذمت کرتے ہوئے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی۔

حنفی شارح شیخ عبدالحق ؒ

لمعات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

"فخشی ان یفعل بعض امته بقبره الشریف ما فعلته الیهود والنصاری بقبور انبیائهم فنهی عن ذالک

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سمجھ لیا کہ اس بیماری سے وفات ہونے والی ہے "تو آپؐ خوف زدہ ہوئے کہیں جہلاء امت ہمارے مرقد انور (قبرشریف) کی ایسی ہی تعظیم نہ شروع کردیں جیسا کہ اہل کتاب اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کی کرتے آرہے ہیں۔ پس آپ نے قبر شریف کی تعظیم سے روک دیا۔" یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی اور امت کو اس فعل بد سے متنبہ و آگاہ کردیا۔

مزید فرماتے ہیں

"والدلیل علی ذم الوجهین قوله صلی الله علیه وسلم اللهم لا تجعل قبری وثنا یعبد اشتد غضب الله علی قوم اتخذ وا قبور انبیائهم مساجدا

ترجمہ: قبروں کی تعظیم وغیرہ کی مذمت کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ہے کہ:

"یااللہ میری قبر کو ایسا نہ کرنا کہ لوگ بتوں کی طرح اس کی پرستش شروع کردیں۔"

اور امت کو آگاہ فرماتے ہوئے متنبہ کردیا کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ غضب اس قوم پر ہے جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم　　　نہ کرنا قبر پر مری سر کو خم تم

بریلوی قائد

مفتی نعیم الدین صاحب خان صاحب کے ترجمہ قرآن کے تفسیری فوائد بیان کرتے ہوئے ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ الایۃ کا حاشیہ لکھتے ہیں :

"جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے احبار و رہبان کو رب بنایا کہ انہیں سجدہ کرتے اور ان کی عبادتیں کرتے۔"

شارحین احناف کی قلم سے

واضح ہو گیا کہ قبور کی تعظیم و تکریم قبروں کو بتوں کی مانند بنا دیتی ہے۔ چنانچہ اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد الحدیث (اے اللہ میری قبر کو ایسا نہ بنائیو کہ جہلا بتوں کی طرح اس کی پوجا شروع کریں) اس امر کا ثبوت ہے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم

میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

"فلولا ذالک لا برز قبرہ غیر انہ خشی ان یتخذ مسجدا۔"

ترجمہ : اگر یہ خطرہ پیش نظر نہ ہوتا کہ کہیں امت قبر شریف کو یہود و نصاریٰ کی طرح عبادت گاہ نہ بنا لے' تو آپ کا مرقد انور حجرہ شریف سے باہر بنایا جاتا۔

گویا کہ مرقد انور کے حجرے میں بنوانے کی حکمت یہی تھی کہ امت کا جاہل طبقہ یہود و عیسائیوں کی طرح کہیں قبر شریف کی پرستش ہی نہ شروع کر دے۔

خلاصہ و مطلب

شیخ محمد نجدیؒ نے "کتاب التوحید" میں جو کچھ قبروں کی تعظیم اور عرسوں کے خلاف لکھا ہے وہ علی قاری حنفی کے قول و فتویٰ کی روشنی میں لکھا ہے۔ لہٰذا اچھروی صاحب کا یہ دعویٰ کہ :

"قبروں کی تعظیم و تکریم بذریعہ عرس اور میلہ اور ان پر چراغاں و خلاف

سنت خیرالقرون ہے۔"

لاف زنی ہے۔

اسلام ایسی تعظیم سے بالکل انکاری ہے' اس لیے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ بنانے سے منع کردیا۔ نہ صرف یہی بلکہ بلند و پختہ قبروں کو بتوں کی ذیل میں شمار کرتے ہوئے ان کو مسمار کرنے کی غرض سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مامور فرما دیا اور حضرت علیؓ نے اپنے عہد خلافت میں اس حکم کو عملی طور پر جاری کرنے کی غرض سے ابی الہیاجؒ کو مامور فرمایا حتیٰ کہ اس حکم کا نفاذ و اجراء حضرت امام شافعیؒ نے بچشم خود اپنے زمانہ میں مشاہدہ فرماتے ہوئے کتاب الام میں نقل کیا ہے۔

چنانچہ حدیث کے واضح الفاظ یہ ہیں:

"لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرات القبور المتخذین علیها المساجد و السرج رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی

(مشکوۃ باب المساجد ص ۷۱ مطبوعہ نور محمد دہلی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی اور قبروں کو مسجد بنانے اور ان پر چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

ایسے ہی سالانہ عرس و اجتماع وغیرہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لا تجعلوا قبری عیدا کا اعلان فرما کر عرسوں وغیرہ کی حرمت و ممانعت واضح فرما دی جس کی تشریح و وضاحت ملا علی قاریؒ اور نواب قطب الدین سے ہو چکی۔

اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ یہ کام اہل اسلام کے نہیں بلکہ یہ کردار یہود و نصاریٰ کے ہیں چنانچہ لعن اللہ الیهود والنصاری الحدیث کے الفاظ اور حنفی شارحین حدیث ملا علی قاری' شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور نواب قطب الدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہم کی تشریح اور خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجرؒ کی تصدیق سے ذکر ہو چکا ہے۔

تیرے رندوں پہ سارے کھل گئے اسرار دیں ساقی
ہوا علم الیقیں ' عین الیقیں ' حق الیقیں ساقی

یہودیت اسلامی بہروپ میں

بریلویہ کا پختہ قبریں بنوانا اور ان پر چراغ جلانا' غلاف ڈالنا اور عرس وغیرہ' یہ سب اہل کتاب کی تقلید ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور دلائل نبوت یہ پیشین گوئی فرمائی کہ:

"امت کے جہلاء کا بدنصیب گروہ بمعہ اپنے پیشواؤں کے اہل کتاب کا نمونہ ثابت ہو گا۔"

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے الفاظ یہ ہیں:

"لا تقوم الساعة حتی تاخذ امتی باخذ القرون قیلها شبرا بشبر و ذ راعا بزارع فقیل یا رسول اللّٰه کفارس والروم فقال ومن الناس الا اولٰئک (فتح الباری مطبوعہ مصر جلد ۱۳ ص ۲۵۶)

ترجمہ: قیامت واقع نہیں ہو گی جب تک کہ امت کی اکثریت پہلی قوموں کی نمونہ نہ ہو جائے۔ اس پر صحابہؓ نے عرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' کیا مسلمان کفار فارس اور کفار روم کا کردار اختیار کر کے ان کے نمونہ ہو جائیں گے؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً" فرمایا:

"ہاں فارس و روم کے کفار ہی کی تقلید اختیار کر کے ان کی عملی تفسیر ہو جائیں گے۔"

دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں

لتبعن من کان قبلکم شبرا بشبر و ذ راعا یذ راع حتی لو د خلوا جحرضب تبعتموهم قیل یارسول اللّٰہ الیهود والنصارٰی قال فمن

(حوالہ مذکور)

ترجمہ: ضرور ہے کہ امت کی اکثریت ہو بہو پہلی امتوں کی مانند و مثل ہو جائے۔ حتیٰ کہ پہلی امتوں سے کوئی ضب (سانڈھے) کی سوراخ میں بھی داخل ہوا ہوگا تو ضرور ہے کہ امت سے کوئی ایسا بھی کر ہی گزرے گا

یہ سن کر صحابہؓ نے عرض کیا:

"یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا امت کے لوگ یہود و نصاریٰ کی مانند ہو جائیں گے؟"

جواباً فرمایا:

"یہ ہو کر رہے گا۔"

دونوں حدیثوں کی مطابقت

خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجر دونوں حدیثوں کی تطبیق بیان کرتے ہوئے رطب اللسان ہیں کہ:

"بظاہر دونوں حدیثیں اگرچہ مختلف ہیں یعنی پہلی میں اہل فارس و روم کا نمونہ ہونے کی تصریح ہے اور دوسری میں یہود و نصاریٰ کے رنگ میں رنگین ہونے کی وضاحت۔ لیکن دونوں کا مقصود صرف ایک ہی ہے۔ اس لیے کہ علامہ کرمانی فرماتے ہیں:

"الروم نصارٰی قد کان فی الرفس یهود"

یعنی اہل روم میں اکثریت نصاریٰ کی ہے اور فارس میں یہودی لوگ بھی آباد ہیں۔ لہٰذا مطلب واضح ہے کہ مسلمان اہل کتاب کا نمونہ ہوں گے۔"

علامہ عینی رقمطراز ہیں:

"فان قلت ھذا مغائر لما تقدم انفا انھم کفارس (قلت) الروم نصاریٰ و فی الفرس کان یھود۔" (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری)

ترجمہ: پس اگر تو یہ اعتراض کرے کہ دوسری حدیث پہلی حدیث کے مخالف ہے' اس لیے کہ اس میں فارس و روم کا نمونہ ہونے کی تصریح ہے اور دوسری حدیث میں یہود و نصاریٰ کی عملی تفسیر ہونے کی وضاحت تو میں پورے دعوے سے یہ کہوں گا کہ:

"اہل روم چونکہ عیسائی ہیں اور ملک فارس میں یہود بھی آباد ہیں' اس لیے دونوں حدیثوں کا منشا یہی ہے کہ امت کی اکثریت یہود و نصاریٰ کا نمونہ ہو کر رہے گی۔"

تاریخ کی روشنی میں

احادیث اور شارحین کی واضح تشریحات سے قطع نظر تاریخی شواہد بھی اس امر کا ثبوت ہیں کہ عراق کا ملک و علاقہ مدت و مدید و عرصہ بعید سے فارس کے زیر حکومت رہنے کی وجہ سے فارس کا جزو لاینفک قرار پا چکا تھا۔

مزید برآں خود عراق کی آبادی بھی کچھ اس قسم کی تھی کہ مشرکین قبائل عرب کے ساتھ ہی ساتھ عراق میں یہود و نصاریٰ بھی آباد تھے۔ نہ صرف یہی بلکہ عراق کی سرحدیں چونکہ شام سے ملحق ہیں اور شام عیسائیت کا مرکز اور روم کی زیر حکومت ہونے کے سبب سے روم کا جزو شمار ہو رہا تھا۔ حالانکہ شام کی اکثریت مشرک عربوں پر مشتمل تھی۔ تاہم فارس و روم کا درمیانی ملک ہونے کی حیثیت سے عراق' روم و فارس یعنی یہودیت و عیسائیت سے بھی متاثر تھا۔

سب سے بڑی بات یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اہل عراق

کفر پر اس درجہ مصر تھے کہ اسلام اور مسلمانوں کو اذیت دینے میں تمام ہمسایہ ملکوں سے پیش پیش تھے۔ نہ صرف یہی بلکہ سرزمین عراق فطری طور پر ہی چونکہ فتنہ و فسادات کا مرکز اور کفر کا سرچشمہ واقع ہوئی ہے۔

بنا بریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عراق کو راس الکفر اور فتنہ و فسادات کا منبع اور شیطانی کردار کا مرکزی دارالاشاعت قرار دیا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عراق سے متعلق پیش گوئیوں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور تاریخ و جغرافیہ کی تصریحات اور عراق سے ظاہر ہونے والے فتنوں اور اس سے پیدا شدہ گمراہ فرقوں کی تفصیل ہم اپنے رسالہ اکمل البیان میں پوری شرح و بسط سے بیان کر چکے ہیں کہ قیامت تک کے وہ تمام ہولناک فتنے جو امت پر آنے والے ہیں' وہ سب کے سب عراق ہی سے ظاہر ہوں گے۔

مقصد و مدعا

یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیش گوئی جو یوں ارشاد فرمایا کہ:

"امت کی اکثریت یہود و نصاریٰ کا عملی نمونہ ثابت ہوگی۔"

اس کا آغاز و ظہور اور ابتداء عراق ہی سے ہوئی۔ یعنی یہود و نصاریٰ کے عمل و کردار کا مظہر اتم عراقی لوگ ہی ثابت ہوئے اور ان کے مذہب و طریق کو روز افزوں اس درجہ ترقی ہوئی کہ عالم اسلام کی بہت بڑی اکثریت عملاً یہود و نصاریٰ کے مذہب و طریق یعنی قبر پرستی کی علمبردار ہو رہی ہے۔

جو بات نبی فرماتے ہیں معیار صداقت ہوتی ہے
خود لفظ شکل بن جاتے ہیں اور سچی ثابت ہوتی ہے

اسلام میں یہودیت کو کیسے فروغ ہوا؟

احادیث اور حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان سے یہ حقیقت ظاہر ہو چکی

ہے کہ قبروں کی مروجہ تعظیم و تکریم یہودیوں کا طرز عمل ہے۔

اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ یہودیانہ رسم و رواج مسلمانوں میں کیونکر جاری ہوا اس کی جستجو کے لیے زیادہ کتابوں کی ورق گردانی کی ضرورت نہیں' کیونکہ پیر صاحبؒ نے غنیۃ الطالبین میں روافض کے مذاہب اور فرقوں کی فہرست پیش کرتے اور ان کے مخصوص عقائد و اعمال گنواتے ہوئے پورے دعویٰ سے لکھا ہے:

فقد شبهت مذاهب الروافض باليهودية قال الشعبي محبة الروافض محبة اليهود (غنیہ مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور ص ۲۰۵)

ترجمہ: پس تحقیق رافضی یہود کے مشابہ ہیں۔ شعبی فرماتے ہیں کہ:

"روافض سے محبت کرنا یہود سے محبت کرنا ہے۔"

رافضیوں کی اگر پوری تاریخ بیان کی جائے تو مضمون طویل ہو جائے گا۔ اس لیے یہاں صرف یہی ذکر کر دینا کافی ہے کہ صنعا جو یمن کا سرسبز و شاداب علاقہ ہے' اس میں یہودی النسل لوگ آباد تھے۔

ان کا سرگروہ عبداللہ بن سبا تھا جو نہایت ہوشیار تھا۔ قوم اس کو عزت کی نظر سے دیکھتی۔ خلافت عثمانؓ میں جب صنعا کا علاقہ فتح ہوا اور پوری قوم نے اسلام قبول کر لیا تو ابن سبا دربار خلافت میں حاضر ہو کر خاص منصب کا خواہاں ہوا۔ خلیفہ وقت نے اس کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اس کی درخواست کو رد کر دیا۔

پس اس نے فطری تقاضا کے تحت جل بھن کر امیر المومنین کے خلاف غلط پراپیگنڈا شروع کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے بلوا کر تنبیہہ فرمائی' مگر یہ باز نہ آیا۔ حضرت عثمانؓ نے اسے مدینہ منورہ سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

چنانچہ یہ مدینہ منورہ سے نکل کر بصرہ پہنچا اور اپنی عداوت کو بروئے کار لایا یعنی حضرت عثمانؓ کے خلاف خوب زور و شور سے پراپیگنڈا شروع کر دیا جس کا نتیجہ شہادت عثمانؓ کی صورت میں برآمد ہوا۔

جب حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے اور صحابہ کی اکثریت نے حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے

والے بلوائیوں کو سزا دینے کا مطالبہ کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی کسی خاص مصلحت کے پیش نظر اس مطالبہ کو پورا نہ کیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی الگ الگ دو جماعتیں ہو گئیں۔

اس وقت ابن سبا کو اپنے بغض و عداوت کو بروئے کار لانے کا خوب موقعہ میسر آیا۔ پس اس نے اسلامی لباس میں یہودیت کو فروغ دینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ اس نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے پہلی طرح تو یہ ڈالی۔

"عیسیٰ علیہ السلام جب کہ دوبارہ دنیا میں تشریف لا سکتے ہیں تو افضل الانبیاء اور سید الرسل اس سے زیادہ احق ہیں کہ وہ دوبارہ تشریف فرما ہوں۔"

لیکن اس عہد میں صحابہ رضی اللہ عنہم بکثرت موجود تھے۔ اس لیے ابن سبا کا مسئلہ رجعت (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ تشریف فرما ہونا) ناکام ہو کر رہ گیا۔

اس ناکامی کے بعد ابن سبا نے پینترا بدلا اور حب اہل بیعت کا راگ الاپنا شروع کیا جس میں اسے کامیابی ہوئی۔ چنانچہ اس نے یہودی عقائد و اعمال کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنا شروع کیا۔ یعنی روافض کی شکل میں یہودیت کو فروغ دے دیا۔

چنانچہ حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ نے روافض و یہودی اعمال و عقائد کا موازنہ و مقابلہ کرتے ہوئے غنیتہ الطالبین میں ایک فہرست پیش فرمائی ہے طالب تفصیل کو غنیتہ الطالبین کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

زبان حال سے اشکال کی تشریح کرنے دے
عوام الناس کی خاطر ذرا توضیح کرنے دے

معترض بآسانی یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ چونکہ اہل سنت کے ہیرو ہیں اس لیے انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ شیعہ سنی باہمی عداوت کا نتیجہ ہے اس لیے ہم حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ کی تصدیق کی غرض سے خود شیعہ مذہب کی مستند کتب سے دکھا دینا چاہتے ہیں کہ روافض کا مذہب اور ان کے امتیازی عقائدواعمال عبداللہ بن سبا یہودی کی اختراع ہیں۔

چنانچہ بطور شہادت رافضی مذہب کی تین مستند کتابوں کے اصل الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔

شیعہ مذہب کی پہلی شہادت

"چوں عبداللہ (ابن سبا) مے دانست کہ مخالفان عثمان در مصر بسیار اند روئے توجہ بداں دیار نہاد مصریاں ملحق گشتہ باظہار تقویٰ و علم خویش بسیارے از اہل مصر را بفرایقت۔ بعد از رسوخ عقیدہ آں طائفہ بایں شان دومیان نہاد کہ نصاریٰ مے گویند کہ عیسیٰ مراجعت نمودہ از آسمان برزمین نازل خواہد شد۔ بہ ہم گنان روشن است کہ حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوات افضل از عیسیٰ است۔ پس او برجعت اولیٰ باشد و خدائے عزوعلاوے را نیز بایں وعدہ فرمودہ۔ چنانچہ مے گوئد کہ ان الذی فرض علیک القران لراد ک الی معاد

بعد از آنکہ سفہائے مصر بریں معنی عبداللہ را مصدق واشتند باایشاں گفت کہ ہر پیغمبرے را خلیفہ و وصی مے بودہ است۔ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی است کہ بحلیہ زہد و تقویٰ و علم و فتویٰ آراستہ است و شمیہ کرم و شجاعت و شیوۂ امانت و دیانت و تقویٰ پیراستہ و امت بخلاف نص محمد علیہ السلام بر علی ظلم جائز و اشتند و خلافت کہ حق وے بود با ونگزاشتند اکنوں نصرت و معاونت آنحضرت بر جہانیاں واجب و الزم است و اتباع اقوال و افعال او زمت عالمیان اسرے مستحتم وبسیارے از مردم مصر کلمات ابن سبارا ور خاطر جاوا دہ پائے از دائرۂ مطالفت و مطاوعت عثمان بیرون نہاوند۔"

(روضہ الصفا جلد دوم ص ۲۹۲)

ترجمہ: جب عبداللہ (ابن سبا) نے معلوم کیا کہ عثمانؓ کے مخالفین (اعداء) مصر میں بہت زیادہ ہیں تو یہ مصر پہنچا اور اہل مصر کو لاف زنی سے اپنے علم و تقویٰ پر فریفتہ کرلیا اور اپنے اثرورسوخ سے عقیدہ رجعت کا اظہار کیا کہ جب عیسائی حضرت عیسیٰ

کے دوبارہ تشریف فرما ہونے کا یقین رکھتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ حق دار ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے پختہ وعدہ فرمایا ہے۔

ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد

پس سفہائے مصر نے ابن سبا کے اس عقیدہ پر یقین کیا (۲) - بعد ازاں ابن سبا نے دوسرا عقیدہ یوں ایجاد کیا کہ:

"چونکہ ہر پیغمبر کا خلیفہ اور وصی ہوتا ہے۔ بنا بریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل خلیفہ اور وصی حضرت علیؓ ہیں جو زہد و تقویٰ اور علم و فتویٰ سے آراستہ اور شجاعت و امانت و دیانت وغیرہ خصائل و فضائل سے خوب پیراستہ ہیں مگر امت نے خلاف نصوص ظلماً" آپ کو خلافت سے محروم کردیا۔ لہٰذا اب فرض اور وقت ہے کہ حضرت علیؓ کی ہر ممکن طریق سے مدد کرکے ان کو خلیفہ بنایا جائے۔"

چنانچہ ابن سبا کی اس پر فریب چال میں مصر کے بہت سے لوگ آگئے اور حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت کردی۔

دوسری شہادت

"ذکر بعض اهل العلم ان عبداللّٰه ابن سبا كان يهود يا فاسلم و والى عليا عليه السلام وكان يقول وهو على يهود ية فى يوشع بن نون وصى موسٰى بالغلو فقال فى السلامه بعد وفات رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى على عليه السلام مثل ذ الك وكان اول من اشهر بالقول بفرض امة على واظهر البراء ة من اعدائه وكاشف مخالفيه واكفرهم فمن ههنا قال من خالف الشيعة اهل التشيع والرفض ماخوذ من اليهودية (رجال کشی ص ۷۱)

ترجمہ: بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ عبداللہ بن سبا (یوشع بن نون کے مذہب کا یہودی تھا۔ پس جب یہ مسلمان ہوا تو اس نے اپنے آبائی مذہب کے عقیدہ کہ یوشع بن نون موسیٰ علیہ السلام کے وصی ہیں' کے پیش نظر یوں غلو کیا کہ:

"حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی خلیفہ اور وصی ہیں۔"

چنانچہ سب سے پہلے حضرت علیؓ کی خلافت کے فرض ہونے کو شہرت اسی نے دی ہے اور اپنے اس عقیدہ کے مخالفین کو کافر قرار دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شیعہ کے مخالفین شیعہ کو یہودیت سے ماخوذ مانتے ہیں۔

تیسری شہادت

"عبد اللہ بن سباو کان من اظهر الطعن علی ابی بکر و عمر و عثمان و الصحابة وتبرا منهم وقال ان علیا علیه السلام امره بذالک فاخذه علی فسئاله عن قوله هذا فاقربه فامر بقتله فصاح الناس الیه یا امیر المومنین السقتلن وجلا یدعو الی حبکم اهل بیتکم والی ولا یتک والبراءة من اعدائک فصیره الی المدائن وحکی جماعة اهل العلم من اصحاب علی علیه السلام ان عبد اللہ بن سبا کان یهودیا فاسلم و والی علیه السلام وکان یقول وهو علی یهودیة فی یوشع بن نون بعد موسیٰ علیه السلام بهذه المقالة فقال فی السلامة بعد وفاة النبی صلی اللہ علیه واله فی علی علیه السلام واظهر البراءة من اعدائه وکاشف مخالفیه فمن هنالک قال من خالف الشیعة ان اصل الرفض ماخوذ عن الیهودیة (فرق الشیعه لابی محمد الحسن بن موسیٰ النونجی من اعلام القرن الثالث المجرة (ص ۲ مطبع نجف)

ترجمہ: عبداللہ بن سبا ہی پہلا وہ شخص ہے جس نے ابی بکرؓ، عمرؓ عثمانؓ اور دیگر صحابہ کے خلاف طعن و تشنیع اور مذمت و برائی کا سلسلہ شروع کیا اور اس تمام یا وہ گوئی کو حضرت علی علیہ السلام کے نام سے موسوم و منسوب کیا۔

پس جب کہ حضرت علیؓ کو اس کی اس غلط گوئی کا علم ہوا تو آپ نے اسے حکماً طلب کیا اور اس یا وہ گوئی کی اصلیت بیان کرنے کو فرمایا، تو ابن سبا نے اقرار کیا کہ:

"واقعی میں نے آپ پر یہ افتراء کیا ہے۔"

اس پر حضرت علی علیہ السلام نے اس کو قتل کر دینے کا حکم فرمایا۔ یہ معاملہ دیکھ کر شیعان علیؓ نے شور برپا کیا کہ اے امیر المومنین! آپ ایسے شخص کو کیوں قتل کرتے ہیں جو آپ کی اور اہل بیت کی محبت کا علمبردار' آپ کی ولایت و خلافت کو برحق مانتا اور آپ کے دشمنوں کی برائی میں سب سے زیادہ پیش پیش ہے۔

پس اس شوروغوغا سے متاثر حضرت علیؓ نے ابن سبا کو مدائن کی طرف نکل جانے کا حکم دیا۔

حضرت علیؓ کی اہل علم جماعت و صحابہ سے مروی ہے کہ:

"ابن سبا یوشع بن نون کے مذہب و طریق کا یہودی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے آبائی مذہب و عقیدہ کے پیش نظر حضرت علیؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت و نیابت کا صحیح حق دار مشہور کیا اور اس نے علیؓ کی خلافت کے فرض ہونے کا پرچار شروع کیا اور اپنے اس عقیدہ کے مخالفین کو دشمن اہل بیت و کافر وغیرہ قرار دیا۔"

یہی وجہ ہے کہ مخالفین مذہب شیعہ رافضی مذاہب کو یہودیت سے ماخوذ مانتے ہیں۔

اہل کوفہ پر روافض کا رنگ

تاریخی حقیقت ہے کہ روافض کا منحوس وجود کوئی آب و گل کے خمیر کا اثر ہے اور اس کو جھٹلایا بھی نہیں جا سکتا کہ حنفی مذہب کا منبع بھی عراق ہی ہے۔ جس سے یہ سمجھ لینا بالکل آسان ہے کہ حنفی عوام روافض کے اعمال و عقائد سے ضرور متاثر ہوئے ہوں گے۔

نہ صرف یہی بلکہ تاریخی شواہد اس امر کا ثبوت ہیں کہ روافض کے عقاید سے

متاثر اہل علم اہل سنت والجماعت اہل کوفہ کی دو جماعتیں ہو گئیں۔ ایک گروہ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل سمجھتا ہوا اپنے کو علوی کہلانے لگا اور جو لوگ ان کے ہم عقیدہ نہ ہوئے بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل جانتے تھے۔ یہ عثمانوی کہلانے لگے۔

حتیٰ کہ علوی و عثمانوی نسبتیں موجب فخر ٹھہریں۔ چنانچہ صحیح البخاری کتاب الجہاد والسیر کی ایک روایت میں یوں ہے:

"عن عبد الرحمٰن وکان عثمانیا فقال لابن عطیة وکان علویا

(صحیح البخاری باب اذا اضطر الرجل الی النظر فی شعور اہل الذمہ)

ترجمہ: عبدالرحمٰن سلمی نے جو عثمانی تھے۔ انہوں نے ابن عطیہ علوی سے کہا۔

حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ ان امتیازی نسبتوں کی تشریح فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"وھو مشہور بجماعة الکوفة (فتح الباری مطبوعہ مصر جلد ۶ ص ۱۴۳)

مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ

نے فیض الباری شرح صحیح بخاری میں بھی لکھا ہے کہ۔

"یہ دونوں نسبتیں ایک مدت تک فخریہ جاری رہیں اور پھر امتداد زمانہ سے خود بخود مفقود ہو گئیں۔"

یہ شہادت

اس امر کا بین ثبوت ہے کہ کوفہ و عراق کے اہل علم اہل سنت والجماعت جب روافض کے عقیدہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے تو عوام جہلا کا روافض کے اعمال و عقائد سے متاثر ہونا یقینی ہے۔

فقہ حنفی

مذکورہ حقائق سے قطع نظر خود فقہ حنفی اس امر کا ثبوت ہے کہ متاخرین فقہاء کی

بے احتیاطی سے روافض کے کئی ایک مسائل اس میں داخل ہو چکے ہیں۔

مسائل کی فہرست اور کتب روافض سے ثبوت پیش کرنے کی بجائے ہم اس کے متعلق دو ہندوستانی علماء احناف کی شہادتیں پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

سید دیدار علی شاہ خطیب مسجد وزیر خان نے اپنے رسالہ "ہدایت الغوی بارشاد علی" میں مذکورہ حقیقت کو جس وضاحت سے بیان کیا ہے' بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

۱ - "ابو جعفر خزاعی جو امام ابو حنیفہ نام سے ہے' قرآن مجید کے نام سے قرآن کے متعلق قرات موضوعہ کی اور زیادتی کے ساتھ مخالف قرآن موجودہ کے ایک کتاب جمع کردی ہے۔"

(ہدایت الغوی بارشاد علی ص ۱۹)

۲ - بلاشک یہ ابو حنیفہ بھی ابو حنیفہ النعمان بن منصور رافضی ہے نہ امام ابو حنیفہ النعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ (حوالہ مذکورہ)

مولانا محمد عبدالحی لکھنوی جن کو اعلیٰ حضرت بریلویہ اپنی مصنفات میں بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ مذکورہ حقیقت کو بیان کرتے ہوئے اپنے رسالہ میں رقم طراز ہیں:

"وکم من حنفی حنفی فرعا مرجی او زید ی اصلا و بالجملة فالحنفية لها فروع باعتبار الاختلاف العقيدة فمنهم الشيعة ومنهم المعتزلة ومنهم المرجية" (الرافع و التکمیل ص ۲۷ مطبوعہ انوار محمدی لکھنؤ ۱۳۰۰ھ ملحقہ میزان الاعتدال)

ترجمہ: اور کتنے حنفی فروعات میں حنفی اور اصل میں زیدی شیعہ یا مرجی حاصل کلام یہ کہ حنفیہ کی باعتبار اختلاف عقیدہ کئی شاخیں ہیں پس ان میں شیعہ بھی ہیں اور معتزلی اور مرجیہ بھی۔

اس پر مزید شواہد بھی گنوائے جاسکتے ہیں مگر یہاں صرف اشارہ ہی مقصود ہے کہ: حنفی عوام کا روافض کے عقائد و اعمال سے متاثر ہونا کوئی تعجب خیز بات نہیں۔"

ے اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے   شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

حقیقت کا خلاصہ

ممکن ہے کہ مضمون کی طوالت طبع گرامی پر گراں گزر رہی ہو مگر ذہن نشین رکھنے کی غرض سے بطور خلاصہ ضرور ملاحظہ فرماتے چلئے۔

۱۔ روافض کی اصلیت کیا ہے ؟

۲۔ یہ اسلام دشمن گروہ کس مکاری سے عالم اسلام پر مسلط ہوا ؟

۳۔ اگروہ نے اپنی اسلام دشمنی کے کس طرح مظاہرے کیے ؟

۴۔ کتاب و سنت کی تعلیم سے ناواقف مسلمان روافض کے مصنوعی دعوے محبت اہل بیت سے کس طرح متاثر ہوئے ؟

۵۔ علمائے سو اور جاہل مشائخ نے اپنے ذریعہ معاش کو مستحکم بنانے کی غرض سے روافض کے عقاید باطلہ کو اسلامی لباس میں ملبوس کرکے قبورین کا مذہب کس طرح ایجاد کیا ؟

میرے ہمراہ اک منزل پلٹ چلنا گوارا کر
نزاعِ کفر و ایماں کے نتائج کا نظارہ کر

تحریک کا آغاز

روافض کی معتبر کتب سے گزر چکا کہ ابن سبا صنعانی یہودی نے اپنی اسلام دشمنی کے نتیجہ میں مسلمانوں کو اصل شاہراہ اسلام سے گمراہ کرنے اور ان میں دائمی عداوت برپا کرنے کی غرض سے محبت اہل بیت کے خوشنما لیبل سے مسلم نما یہود کی جو تحریک شیعان علی کے نام سے چلائی۔ اگرچہ اس کی یہ تحریک عراقی و ایرانی وغیرہ نو مسلموں کے لیے اپنی جگہ نہایت ہی دلچسپ تھی مگر فتنہ خوارج نے جو شیعان علی ہی کا بگڑا ہوا گروہ تھا' کی اسلام دشمنی نے ابن سبا کی تحریک کو کامیاب بنانے میں سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔

حضرت علی رضی اللہ علیہ پر جب ابن سبا کی اسلام دشمنی کا راز کھلا تو آپ نے اس کو طلب کیا۔ اس مردود نے اپنی مکاری کا اعتراف کیا۔ اس پر جناب علیؓ نے اس مردود کو قتل کردینے کا حکم صادر فرمایا۔

مگر روافض یعنی شیعان علیؓ آڑے آئے اور انہوں نے حضرت علیؓ کو ابن سبا کے قتل سے یہ کہہ کر روک دیا کہ :

"یہ آپ کا خیرخواہ' اہل بیت کا شیدائی اور ہمارا سرگروہ ہے۔"

بنا بریں اسے معاف کردیا جائے پس ابن سبا بال بال بچ گیا۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس مردود کو مزید موقعہ مل گیا کہ اپنی اسلام دشمنی بروئے کار لائے۔

تحریک تیز ہوگئی

ابن سبا کی تحریک تیزی سے پھیل رہی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حادثہ پیش آگیا۔

اگرچہ سیاسی اعتبار سے ابن سبا کی تحریک کا حضرت علیؓ کی شہادت سے خاتمہ ہوگیا مگر اعتقادی و مذہبی حیثیت سے اس تحریک کو بہت تقویت پہنچی۔

کربلا کے ہولناک حادثہ سے روافض اندر ہی اندر متلاشی تھے کہ ایک جگہ جمع ہو کر میدان سیاست کو شعلہ زار بنائیں۔

چنانچہ مختار ثقفی مکار آگے بڑھا جس نے شہدائے کربلا کا انتقام لینے کا نعرہ بلند کیا۔ روافض کا گروہ اس کے گرد جمع ہوا اور کافی خون خرابہ کے بعد وہ کوفہ و نواح کوفہ کا حکمران ہوگیا۔

اس ظالم نے ابن سبا کی اسلام دشمنی کا ریکارڈ بھی توڑ کے رکھ دیا یعنی روافض کی تحریک جو ذہنی طور پر یہودیانہ توہمات کا نمونہ تھی۔ مختار نے اسے قبرپرستی کا عملی نمونہ بنا دیا۔

روافض یہود کا نمونہ ہو گئے

مختار نے دیکھا کہ روافض کا گروہ میرا شیدائی ہو چکا ہے تو اس نے اپنی اسلام دشمنی کے مظاہرے شروع کردیئے جس کی ابتداء اس مردود ——— نے یوں کی کہ:

"حضرت علی کرم اللہ وجہ' جس کرسی پر اکثر تشریف فرما ہوا کرتے تھے (جو ان کے بھانجے حضرت جعد بن امہانی بنت ابوطالب کے پاس تھی) اس شیطان نے وہ کرسی حضرت جعدؓ سے طلب کی۔"

جعدؓ چونکہ اسے بطور یادگار محفوظ کیے ہوئے تھے۔ لہٰذا انہوں نے وہ کرسی تو نہ دی مگر اس کی شرارت سے محفوظ رہنے کی غرض سے ایک دوسری کرسی مختار کے پیش کردی۔

اس مردود نے وضو کیا اور اس کرسی کو سامنے رکھ کر دو رکعت نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس کو تعظیماً" بوسہ دیا اور اپنے تمام ساتھیوں کو بوسہ دینے کا حکم دیا۔ پس اس کے تمام حاشیہ بردار روافض نے تعظیماً" کرسی کو بوسہ دیا۔

چنانچہ روافض آج بھی مختار کی سنت پر عمل کرتے دیکھے جارہے ہیں۔ یعنی ٹھیکری' انگوٹھی' رومال وغیرہ سامنے رکھ کر نماز پڑھتے اور بعد نماز آنکھوں پر رکھتے اور چومتے بھی ہیں۔

تابوت سکینہ

مختار نے ایک نہایت بیش قیمت مرصع صندوق منگایا۔ اس کرسی کو اس میں بند کرکے چاندی کی زنجیر و قفل سے مقفل کرکے کوفہ کی جامعہ مسجد میں رکھوا دیا اور اس پر فوجیوں کا پہرہ مقرر کرکے یہ حکم جاری کردیا کہ:

"ہر ایک نمازی بعد نماز اس صندوق کو بوسہ دیا کرے۔ کیونکہ ہمارے لیے یہ ویسے ہی تابوت سکینہ ہے جیسا کہ بنی اسرائیل کے لیے تابوت سکینہ تھا۔ پس ہماری کامرانی کا راز اسی میں مضمر ہے۔"

شہدائے کربلا کے مزارات

مختار نے صرف کرسی اور تابوت سکینہ کے بوسہ وغیرہ پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ نجف اشرف میں حضرت علیؓ کی جو فرضی قبر ہے اس کو اور شہدائے کربلا کے مزارات کو پختہ بنوا کر ان پر مزین عمارتیں کھڑی کردیں۔

مزارات پر غلاف اور چراغاں کا انتظام کیا' مسافر خانے بنوائے' نیاز و ایصال' ثواب کے نام پر لنگر جاری کروا دیئے اور روافض کو ان کی زیارت اور تعظیم میں بوسہ و سجدہ وغیرہ کا حکم دیا۔

یا علیؓ اور یا حسینؓ کے نعرے رائج کرکے ان کو ہر درد کی دوا' اور ہر مرض کی شفا اور ہر مشکل و مصیبت کو دور کرنے کا ذریعہ مشہور کردیا۔ چنانچہ رافضی گروہ یہود کی طرح قبر پرستی کا عملی نمونہ بن گئے۔

غرض کہ مروجہ تعظیم بزرگان اور ایصال ثواب وغیرہ رسومات کا اصل موجد مختار ثقفی ہے۔ حضرت حسینؓ کے فضائل و مناقب اور ان کی شہادت سے متاثر جاہل سنی مسلمان بھی ان توہمات میں مبتلا ہوگئے اور کربلا کی زیارت کا جذبہ پیدا ہو تا گیا اور شہداء کی قبور بالخصوص حضرت حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار تو مشرکانہ اعتبار سے بت پرستی کی انتہاء پر منتج ہونے لگا۔ نہ صرف یہی بلکہ روافض کی سیاسی سازشوں کا مخصوص سیاسی مرکز بن گیا۔

بدکرداری کی انتہا اور قتل

"اپنی شامت اعمال کے نتیجہ میں مختار نے بتدریج اپنی پارسائی سے الہام اور وحی کا دعویٰ کیا' پھر اپنی نبوت کی بیعت لینے لگا۔

پس اس کی نبوت اور بداعمالیوں کو ختم کرنے کی غرض سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے داماد حضرت مصعبؓ بن زبیرؓ نے جو کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ (خلیفہ) رضی اللہ عنہم کے بھائی تھے' مختار پر لشکر کشی کرکے ۶۷ ہجری میں اسے جہنم رسید کیا۔

مختار نے شہداء کربلا کی پرستش وغیرہ کو چونکہ عام فروغ دیا تھا اور وہ

روزافزوں ترقی پذیر تھی۔ لہٰذا متوکل علی اللہ عباسی خلیفہ نے اپنے عہد میں شرعی و سیاسی اعتبار سے اسلام و مسلمانوں کے لیے خطرناک محسوس کرتے ہوئے ۲۳۶ھ میں کربلا کی طرف سفر کو ممنوع قرار دے کر مزار کی ملحقہ عمارتیں یعنی مسافر خانہ اور لنگر وغیرہ کو مسمار کروا دیا۔ (تاریخ الخلفاء اردو ص ۲۳۳ مطبوعہ صدیقی لاہور)

مختصر

یہ کہ رافضی مذہب کی تحریک اگرچہ ابن سبا نے شروع کی تھی مگر اس تحریک میں مشرکانہ توہمات و رسومات (قبور کی پختگی و تعظیم وغیرہ) کو اس کے جانشین مختار ثقفی نے فروغ دیا۔

زنگیوں کا رفض

مختار کے بعد روافض کی تحریک مذہبی حیثیت میں جاری رہی۔ حتیٰ کہ زنگیوں نے (جو کہ رافضی تھے) خروج کیا اور بصرہ وغیرہ کے قرب و جوار میں قتل عام شروع، آبادیوں کو آگ لگائی۔ حتیٰ کہ ۲۵۶ھ سے ۲۷۰ھ تک جنگ رہی اور بقول مورخ صولی ایک کروڑ پچاس ہزار آدمی قتل ہوئے اور صرف شہر بصرہ میں ایک ہی روز میں تیس ہزار مسلمان شہید ہوئے۔

زنگیوں کے سپہ سالار بہبود نے برسرممبر حضرت عثمان، طلحہ، زبیر، عائشہ، معاویہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیں۔

پس اس کی شامت اعمال نے اسے دعوے نبوت پر آمادہ کیا اور نبوت کاذبہ کا یہ مدعی بھی ۲۷۰ میں جہنم رسید ہوگیا۔ ۲۴۵ ص ۲۴۴)

قرامطہ کا خروج اور مظالم

"قرامطی بھی رافضی تھا۔ بحرین میں ۲۸۶ھ میں خروج کیا، آہستہ آہستہ اس گروہ کی بحرین، عراق اور عرب پر بھی حکومت ہوگئی۔

یہ اس درجہ اسلام دشمن تھے کہ ۳۱۲ھ میں حاجیوں کے قافلے بری طرح لوٹے اور ان کو تہ تیغ کردیا حتیٰ کہ ۳۱۳ھ میں کسی نے بھی حج نہیں کیا۔

پھر ۳۱۸ھ میں عین ایام حج میں مکہ معظمہ پر حملہ کرکے حاجیوں کا قتل عام کیا' چاہ زمزم کو لاشوں سے پاٹ دیا اور حجر اسود کو گرزوں سے توڑ کر دیوار بیت اللہ سے نکالا اور بحرین اپنے ہمراہ لے گیا اور تیس برس تک حجر اسود ان ہی کے قبضہ میں رہا۔

۳۲۷ھ میں فی شتر حاجیوں سے پانچ دینار ٹیکس یا محصول وصول کرنے کی شرط پر حج کی اجازت دی۔" (حج ٹیکس کی ابتداء قرامطہ سے ہوئی) (مخلصاً ص ۲۰۳)

شام و مصر میں

۳۵۷ھ میں شام و مصر میں عبیدی خاندان کے رافضی برسراقتدار آئے اور ۳۶۰ھ میں دمشق کے اندر بھی شیعہ حکومت قائم ہوئی۔

۳۹۳ھ میں مصر میں رافضی حکومت کے گورنر نے دمشق کے ایک سنی امیر کو گدھے پر سوار کرکے تمام شہر میں پھرایا جس کے ساتھ منادیہ بکواس کررہا تھا کہ:

"یہ ہے اس شخص کی سزا جو ابوبکرؓ و عمرؓ سے محبت رکھے۔"

اور بالآخر اسے شہید کروا دیا۔

۳۹۵ھ میں خود عبیدی شاہ مصر نے بہت سے سنی علماء کو تہ تیغ کیا اور مسجدوں کے دروازوں اور شارع عام پر کتبے آویزاں کیے۔

"جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو نام بنام گالیاں دی گئیں اور اپنے رافضی عمال کو حکم دیا کہ صحابہ کو گالیاں دی جائیں۔"

مقصد و مدعا

یہ کہ "افریقہ' مصر' شام' حجاز' یمن' عراق اور بحرین میں رافضی راج قائم

ہو گیا اور ہندوستان میں ملتان' قرامطی رافضیوں کی نشرواشاعت کا مرکز ٹھہرا۔"
(تاریخ الخلفاء اردو ص ۲۷۵)

دیلمیوں کا اقتدار

عباسی حکومت مختلف سازشی اور حملہ آور گروہوں کی وجہ سے زوال پذیر ہو کر رہ گئی۔ چنانچہ ۳۳۰ھ میں دیلمیوں نے ترکوں کو شکست دے کر اقتدار حاصل کر لیا۔

چونکہ معزالدولہ دیلمی رافضی تھا۔ بنا بریں اس نے عباسی متقی اللہ کو معزول کر کے اس کی دونوں آنکھیں نہایت بے رحمی سے نکلوا دیں اور ارادہ یہ کیا کہ بنو فاطمہ سے کسی شخص کو خلیفہ مقرر کر کے عباسی خلافت کو رافضی خلافت سے بدل دیا جائے مگر اس کی پارٹی کے برسراقتدار رافضیوں نے اسے اس ارادہ سے یہ کہہ کر روک دیا کہ:

"تیرا وقار ختم ہو جائے گا۔"

چنانچہ مشیروں کا مشورہ تسلیم کر کے اس نے مستکفی باللہ عباسی کو خلیفہ مقرر کر دیا اور مستکفی باللہ نے از روئے خوشامد معزالدولہ کو امیر الامراء کا منصب دار بنا دیا جس کا انجام یہ ہوا کہ معزالدولہ نے حکومت کی باگ ڈور خود سنبھال لی اور اپنے ہی نام کا سکہ جاری کروا دیا۔

خلیفہ کو پانچ ہزار دینار روزانہ کا وظیفہ دے کر معطل بنا دیا۔ چندے بعد جبکہ معزالدولہ کو مستکفی باللہ سے بھی بدگمانی ہوئی تو اسے گرفتار کر کے اس کی آنکھیں بھی نکلوا دیں اور المطیع اللہ عباسی کو اس کی جگہ خلیفہ مقرر کر دیا اور ایک سو دینار روزانہ اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔

جب کہ معزالدولہ نے اس ترکیب سے اپنا رعب جما لیا تو اسے روافض کا پارٹ ادا کرنے میں کوئی حجاب باقی نہ رہا۔

چنانچہ ۳۵۱ھ میں اس کے اشارہ پر بغداد کی تمام مساجد کے دروازوں پر رافضیوں نے یہ لکھوا دیا (نقل کفر' کفر نہ باشد)۔

۱۔ "معاویہؓ پر لعنت۔

۲ - پھر اس پر لعنت جس نے حضرت فاطمہؓ کا جائز حق باغ فدک ظلماً غصب کیا۔
۳ - اس پر بھی لعنت جس نے حضرت حسنؓ کو اپنے نانا جی کے پڑوس میں دفن ہونے سے روک دیا۔
۴ - اس پر بھی لعنت ہو جس نے ابوذرؓ کو مدینہ سے نکال دیا۔"

اس پر بغداد میں رنج و غصہ کی لہر دیکھی تو راتوں رات مذکورہ عبارتیں مٹا دی گئیں اور پھر معز الدولہ نے حکماً یہ لکھوایا۔

"معاویہ پر لعنت اور پھر ان لوگوں پر لعنت جنہوں نے اہل بیت پر ظلم کیا۔"

تعزیہ کی ابتداء

۳۵۲ھ میں عاشورہ (محرم) کے دن معز الدولہ نے تمام کاروبار بند کروا دیئے۔ نانبائیوں اور باورچیوں کو کھانا پکانے سے حکماً روک دیا۔

عورتیں ماتمی لباس پہنے' سر کے بال کھولے روتی پیٹتیں اور حسین کا ماتم کرتی ہوئیں بصورت جلوس بازاروں میں نکلیں۔ سنی بے چارے دم بخود رہ گئے۔

عید غدیر خم

اسی سال ۳۵۲ھ میں ذی الحجہ کو معز الدولہ کے حکم سے عید غدیر خم بڑی دھوم دھام سے منائی گئی اور خوب ڈھول بجائے گئے۔

(تاریخ الخلفاء اردو ص ۲٦۸)

۳۵۳ھ

عاشورہ محرم کو معز الدولہ نے دوبارہ ماتمی جلوس نکالنے کا حکم دیا اور سنیوں کو شرکت پر مجبور کیا۔

عوام تو شامل ہوئے مگر غیور و متدین سنی اس کو برداشت نہ کرسکے بنا بریں بہت بڑا خونی ہنگامہ ہوا۔ اس کے بعد رافضیوں نے اس ماتمی جلوس کو مقدس مذہبی رسم اور

کار ثواب کی حیثیت سے ہر سال منانا شروع کیا۔ بغداد و عراق کے علاوہ دوسرے ممالک بھی اس سے کم و بیش متاثر ہوئے۔

سینوں پر اثر

ذکر ہو چکا کہ کوفہ کے اہل علم اہل سنت بھی روافض کے غلو سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے تو بے چارے عوام کالانعام اور دین سے غیر مانوس امراء اور فوجیوں وغیرہ ملازمین کا روافض کے اعمال و عقائد سے متاثر ہونا امر لازم تھا۔

علماء سوء کی رال ٹپکی

شکم پرور کلکل ملاؤں اور مشائخ زادوں نے سنی عوام اور سرمایہ دار ملازمین کو روافض کے اعمال و عقائد سے متاثر پایا تو اس اسلام دشمن گروہ نے اپنے ذریعہ معاش کو فروغ دینے اور مستحکم کرنے کی غرض سے رافضی عقائد و اعمال کو اہل سنت کے سانچہ میں عوام کے روبرو اپنے سنی بزرگان دین کی تعظیم اور ایصال ثواب کے نام سے پیش کردیا۔ جو ان کے آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام کا مصداق ثابت ہوا۔

۱- یہ طریقہ ان کا ذریعہ معاش ہوگیا۔

۲- عوام روافض کی تقلید میں ان (روافض) کی پارٹی میں شامل ہونے سے رک گئے۔

۳- کربلا کے مزارات کی نقل میں سنی صلحاء کی قبریں پختہ بنوانے اور ان پر غلاف' عالی شان عمارتیں تعمیر کرنے کی تحریک شروع ہوئی۔

۴- سالانہ ماتمی جلوس کی نقل میں عرس' نیاز حسین وغیرہ خیرات اور ان کی تعظیم کی بجائے ایصال ثواب' ختم اور عام لنگر کا رواج ہوا۔

۵- یاعلی' یاحسین" کے نعرے کی جگہ یا محمد' یا رسول اللہ' یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاللہ اور دیگر صلحاء کے نام کے مشرکانہ وظیفے رواج پذیر ہوئے۔

۶- "یاعلی مدد" کی نقل میں سنی صلحاء سے استغاثہ شروع ہوا اور ان کی خوشنودی مزاج کے لیے ان کے نام کی نذر و منت کا سلسلہ شروع ہوا۔

دیگر ممالک سے قطع نظر صرف ہندوستان میں روافض کی تقلید و نقل میں سنی قبورین کے مذہب کی ترویج جن وجوہات کی بنا پر ہوئی' درج ذیل ہے۔

سندھی و ہندی مسلمان چونکہ ہندو بت پرست اقوام ہی سے مشرف باسلام ہوئے۔ ان کے قلوب ہندو ذہنیت سے متاثر تھے۔ ان کی اکثر برادریاں بھی ہندو ہی تھیں۔ شادی و غمی' موت و پیدائش بلکہ ہندوؤں کی قومی و مذہبی رسومات میں ان کو شرکت کے اکثر مواقع میسر تھے۔

ہندو و سادھوؤں اور مہنتوں وغیرہ کی مڑھیوں کو پختہ اور نقش و نگار سے مزین کرنا' ان میں چراغ جلانا' ان پر سالانہ میلے اور اجتماع' پھر سالانہ ایصال ثواب کے طور پر شرادھوں کے نام سے کھانے کا عام سلسلہ اور نوانی کے نام شربت وغیرہ کا رواج بھی ان کے سامنے تھا۔

ہندو بزرگوں کی مڑھیوں کی تعظیم' جھک کر بوسہ و سجدے کا عام رواج بھی وہ دیکھ رہے تھے۔ استھانوں کے گدی نشین مہنتوں اور برہمنوں کی تعظیم کا سلسلہ کچھ ان سے پوشیدہ نہیں تھا۔

بنا بریں جب کہ روافض کے عقائد و اعمال (تعظیم بزرگان اور ایصال ثواب کے نام سے) اسلامی لباس میں ان کے سامنے آئے تو انہیں قبوریین کے اس مذہب کو قبول کرنے میں ذرہ بھر بھی جھجک محسوس نہ ہوئی۔

ہندوستان میں' ملتان قرامطی مذہب کا مدت تک مرکز رہا اور یہ سب سے زیادہ قبر پرست اور مشائخ پرست واقع ہوئے ہیں۔ ان کی صحبت و اثر سے سندھ و ملتان میں قبوریین کے مذہب کو بہت فروغ ہوا۔

چنانچہ سندھ و ملتان کی مشہور گدیاں' خانوادے' بڑے بڑے مزارات خانقاہیں' قبر پرستی' مشائخ پرستی' نعلی ساجـ[1] اور روافض کی بڑی بڑی جاگیریں یہ سب قرامطہ ہی منحوس یادگار ہیں۔

۱۔ لواری کا حج وغیرہ۔

پیرپگاڑو کی پرستش کا یہ عالم کہ سندھ کے اشتہاری ڈاکو اور قاتل رحیم حر کو گرفتار کر کے مقدمات کی بنا پر جب پھانسی کا حکم سنایا گیا اور وہ پھانسی کے تختہ پر کھڑا ہوا تو اخبارات نے اس کا آخری کلمہ اور نعرہ یوں نقل کیا ہے۔

"اے پیر پگاڑو مدد کر۔"

مغلیہ خاندان

کا پہلا سربراہ تیمور' رافضی تھا۔ ہندوستان میں رفض کو فروغ دینے میں اس نے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔

چنانچہ تعزیہ و ذوالجناح کے جلوس و ماتم وغیرہ کی ترویج تیمور ہی کی نحوست کا نتیجہ ہے۔ غرض کہ سنی مسلمانوں میں قبر پرستی کے رواج دینے میں تیمور کا خاص حصہ ہے۔

حیدر آباد دکن میں روافض کا خوب زور و شور رہا ہے۔ حتیٰ کہ خاندان آصفیہ رافضی چلا آیا ہے۔ چنانچہ تقسیم ہند ۱۹۴۷ء تک جو نواب حکمران رہا اس کا رافضی ہونا محتاج تعارف نہیں۔

مغل سلاطین

تیمور کے بعد آنے والے مغل سلاطین اگرچہ تیموری قماش کے نہ تھے' مگر ان کی اکثر بیگمات سے کچھ تو ایران کے رافضیوں کی بیٹیاں اور کچھ ہندو زادیاں تھیں۔

چنانچہ مغلیہ خاندان کی حکومت کے کل پرزے ان ہی بیگمات کے اقرباء و رشتہ دار تھے' یا پھر نام کے مسلمان اور کردار کے ملحد۔ لہٰذا بمصداق۔

"الناس علی دین ملوکھم"

عامتہ المسلمین' روافض و ہندوانہ رسومات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور قبر پرستی کا شکار ہو گئے۔

عوام تو کیا مشائخ و علماء کا بادشاہ کو روزانہ "تعظیما" سجدہ کرنا ایک خاص درباری رسم تھی۔ بنا بریں صلحا کی قبروں کی تعظیم کے لیے درباری سجدہ بھی خصوصیت سے موید

ہوا۔

اکبر کی لا مذہبیت' سورج وغیرہ کی پرستش اور داراشکوہ کا ملا جلا دین و مذہب کہ :

"قرآن مجید اور اپ نشدھ (وید) یا اسلام اور ویدک دھرم ایک ہی ہیں۔"

کی شہرت بھی قبوریین کے مذہب کی ترویج کا خاص سبب ہوئی۔

خلاصہ کلام

ہندوستان میں قبرپرستی' مشائخ پرستی کا سلسلہ اگرچہ ہندوانہ ذہنیت کا نتیجہ ہے مگر اسلامی لباس میں اس کی ترویج روافض کی نقل ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں جو اسلامی فقہ اشاعت پذیر ہوئی' اس کا اور قبوریین کے مذہب کا منبع و صدر دفتر عراق ہے۔

چنانچہ عہد حاضرہ میں بریلوی حنفی فرقہ جو اہل سنت کا واحد اجارہ دار بھی ہے' روافض کی تقلید' ہندوانہ توہمات سے متاثر مدت مدید سے چلا آ رہا تھا مگر کتابی صورت میں اس مذہب کے توہمات کے دلائل وغیرہ کا نشان تک بھی نہیں تھا۔

جس دوست کو ہمارے اس بیان میں شک و شبہ ہو وہ آج سے اڑھائی سو سال پہلے کی ہندوستانی علمائے اسلام کی تصنیفات کو بنظر غائر ایک بار نہیں بلکہ مکرر سہ کرر خوب کھنگال کر دیکھے' اگر وہ فطری طور پر کج فہم نہیں بلکہ متلاشی حق واقع ہوا ہے تو یقیناً وہ ہمارے بیان کی تصدیق پر مجبور ہوگا۔

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

قبورین کے مذہب و فرقے

قبرپرست اگرچہ بڑی وسیع برادری ہیں جن میں اکثر جہلا کالانعام ہیں جو ہر ننگے دھڑنگے' پاگل سے پاگل مرد و عورت کو قلندر اور مختار کل مان کر ان کے قدموں پر سجدہ کرتے اور ہر گھوڑے شاہ' بوہڑ شاہ' کھنگر شاہ' روڑے شاہ' چپ شاہ' چوہے شاہ'

چوہے شاہ' فرضی و مصنوعی قبروں کے بھنگی' چرسی' افیون خور' عیاش و لٹیرے' حرام خوروں کا آلہ کار بن کر ہر قبر پر میلہ کی رونق کا موجب اور غنڈے و بدکردار قسم کے مجاوروں و گدی نشینوں کو سامنے بھی سربسجود ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ نہ کوئی ایسا جنگل و ویرانہ ہے اور نہ ہی کوئی ریلوے لائن یا نہر اور دریا کا کنارہ اور نہ ہی کوئی چھوٹی سے چھوٹی بستی یا گاؤں اور شہر کہ جہاں روڑے شاہ و کوڑے کی قبر نہ ہو اور پھر اس پر دھوم دھام سے ایسا میلہ نہ ہوتا ہو کہ اس کی بدمعاشیوں کو دیکھ کر شیطان بھی نادم نہ ہو اور ان عام شرکیہ مراکز سے قطع نظر مشاہیر صلحاء کی قبور ہیں کہ ان پر بدمعاشی اور شرکیہ رسومات کی وہ بھرمار ہے کہ بنارس و الہٰ آباد بلکہ سومنات کے مندر پر بھی ان کا وہم و گمان نہیں ہو سکتا۔

مدعیان علم

جو کچھ ذکر ہوا اس کے متعلق تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اسلام سے بے خبر عوام جہلاء کا کردار اور حرام خور مجاوروں اور عیاش و لٹیرے قسم کے گدی نشینوں اور پیرزادوں کا نتیجہ ہے۔ اہل علم و مذہبی طبقہ کے لوگ مذکورہ جملہ مشرکانہ حرکات سے بیزار عوام کو اس سے دور رہنے کی تلقین کرتے اور حتی الوسع روکتے رہے ہیں۔

وجودی و حلولی

قبورین کے یہ گروہ صرف قبور کے سامنے ہی سجدہ ریز نہیں بلکہ اپنے پیرو مرشد کے سامنے بھی سربسجود اور اس شرک اکبر کو وہ تعظیم بزرگان جانتے ہیں اور قبور پر بڑی دھوم دھام سے سالانہ عرس مناتے ہیں۔

ہمارے گردوپیش (پنجاب میں) پیر محل ضلع فیصل آباد (لائل پور)' فتح پور گوگیرہ دھیڑ ضلع ساہیوال' کھرپیڑ متصل چونی ضلع لاہور ان کی گدیاں ہیں۔

اشاعت مذہب کی خاطر آفتاب قادری' تحفہ عرفانی وغیرہ ان کی تصنیفات شائع شدہ ہیں جن میں غالی روافض اور ہندو مذہب کے توہمات کی کھل کر اشاعت کی گئی ہے۔

بریلوی

اہل بدعت قبورین کے مذاہب و فرقوں میں سے حلولی و وجودی وغیرہ بہ نسبت بریلویہ کے بہت پرانے فرقے ہیں۔ ان کے عقائد و اعمال کا ذکر اور ان کا رد و تردید متاخرین کی تصنیفات میں موجود ہے۔

مگر عہد جدید کا بریلوی مذہب بالکل نیا مذہب ہے جو عہد انگریز کی ویسے ہی پیداوار ہے جیسا کہ مرزائیت اور فتنہ انکار حدیث وغیرہ۔ اس مذہب کو کتابی صورت میں مدون (جمع) کرنے کی ابتداء خان صاحب احمد رضا بریلوی نے کی ہے۔

چنانچہ خان صاحب نے "حسام الحرمین" میں اس کا یوں اعلان کیا ہے۔

"زمانے میں میں ہو اگرچہ سب سے آخر
مگر لاؤں گا وہ جو اگلوں سے ممکن نہ تھا
خدا سے یہ ہرگز اچنبا نہ جان   کہ جمع ہو اک شخص میں جہاں

(صفحہ ۵۱، ۱۹ مطبوعہ اہل سنت بریلی)

اچھروی صاحب

کا مقصد طلب زر ہے۔ بنا بریں نہ یہ وجودی ہیں نہ بریلوی۔ ان دونوں میں سے جو بھی بھاری فیس دے دے، اسی کی مجلس کو رونق دینے پر مستعد ہیں۔

حافظا گر وصل خواہی، صلح کن با خاص و عام
با مسلماں اللہ اللہ با ہنوداں رام رام!

اگرچہ مقیاس حنفیت کا اکثر حصہ بریلوی لٹریچر ہی سے ماخوذ ہے۔ مگر اچھروی صاحب طالب جاہ و زر ہیں۔ لہذا باوجود خان صاحب کی توصیف و تعریف کے پھر بھی عام قبورین کی خوشنودی نہ مزاج کی بنا پر بریلوی مذہب سے مخالفت بھی کر گزرتے ہیں۔

چنانچہ بطور نمونہ خان صاحب کا قول فتاویٰ افریقہ پڑھیے۔

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن مولود فی سرته من تربته التی خلق منها حتی یدفن فیها وانا وابوبکر وعمر خلقنا من تربة فیها ندفن۔"

ترجمہ: ہر بچے کی ناف میں اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا۔ یہاں تک کہ (مرنے کے بعد) اسی (مٹی) میں دفن کیا جائے گا اور میں اور ابوبکر' عمر ایک ہی مٹی سے بنے ہیں۔ اسی میں دفن ہوں گے۔

(مطبوعہ رضوی پریس ۱۳۳۶ھ ص ۸۵)

خان صاحب کی قلم

اعلان کر رہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر' عمر رضی اللہ عنہما ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے اسی میں دفن ہوں گے اور بزبان قرآن حکیم جو مٹی سے پیدا ہوا وہ بشر یا آدمی ہے۔

گویا کہ خان صاحب "بشر" کا ترجمہ آدمی" سے کرتے ہوئے اعتراف و اعلان کر رہے ہیں کہ:

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بشر و انسان ہی تھے۔"

اچھروی صاحب کی مخالفت

احناف کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہہ کر پکارنا (بشر ماننا) کفر ہے۔ (مقیاس حنفیت طبع اول ص ۷۸' طبع ثالث ۲۳۴)

خلاصہ کلام

یہ کہ بریلوی مذہب خان صاحب کی ایجاد ہے جو محض انگریز کے اشارہ پر جاری شدہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بریلوی عقیدہ کے علماء و عوام "بریلوی رضوی" نام سے موسوم ہونے کو باعث فخر جانتے ہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ "مدائح آنحضرت" نامی شائع شدہ رسالہ

(جو کہ بریلویہ میں مقبول عام ہے) میں خان صاحب کی ناجائز مدح و ستائش کے علاوہ اعلیٰ حضرت خان صاحب سے فریاد و استغاثہ بھی کیا گیا ہے۔

بلفظہ پڑھئے۔

مشکلیں میری آسان فرمایئے میرے مشکل کشا احمد رضا
ایسا ہے میرا مرشد احمد رضا سب کا ہے مشکل کشا احمد رضا
کون دیتا ہے ؟ کس نے دیا ؟ جو دیا تم نے دیا احمد رضا
بات ہے ایمان کی حق کی قسم ! آپ سے ایمان ملا احمد رضا'
دل ملا ' آنکھیں ملیں ' ایمان ملا جو ملا تم سے ملا احمد رضا

(مدائح اعلیٰ حضرت ص ۲۰ '۲۶ '۴۷ '۴۸)

روافض کے عقائد کا رنگ

روافض کے امتیازی عقائد کو دو نمبروں میں پیش کیا جاتا ہے۔

۱ ۔ اولاً حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب غنیتہ الطالبین سے

۲ ۔ پھر ان ہی عقائد کو روافض کی معتبر کتب سے۔

تاکہ مدعیان اہل سنت والجماعت پر واضح ہو جائے کہ حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ ان عقائد کو گمراہ فرقے کے عقائد جانتے ہوئے عامتہ المسلمین کو خبردار کر رہے ہیں کہ :

"اسلام اور مسلمانوں کو ان عقائد باطلہ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ عقائد موجب لعنت اور جہنم ہیں۔"

۳ ۔ تیسرے نمبر میں یہ عقائد باطلہ بریلوی لٹریچر اور خود مجدد بریلویہ اعلیٰ حضرت سے پیش کیے گئے ہیں۔

تاکہ حق شناس اور شیدائیان سنت مصطفیٰ' باسانی فیصلہ کر سکیں کہ روافض کے امتیازی عقائد کو سنی لباس و بہروپ میں پیش کرنے کا پارٹ کسی بیرونی اشارہ سے

مسلمانوں کے اندر پھوٹ پیدا کرنے کی غرض ہی سے کیا گیا ہے۔

خلوص دل

سے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ فقیر کی اس سعی اور محنت کو قبول فرماتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور ہمسائگت کا موجب گردانے ' عامتہ المسلمین کو اس سے استفادہ اور صراط المستقیم کی طرف رجوع کی توفیق فرمائے۔

۱- خدا خود رسول خدا ہو کے آیا

حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

الف - وادعت الضیاء ان علیا کان الھا (غنیہ ص ۲۰۰)

ترجمہ: روافض کا دعویٰ ہے کہ حضرت علیؓ خود خدا ہیں۔

ب - زعمرا ان جعفرا ھو اللہ (غنیہ ص ۲۰۱)

ترجمہ: روافض کا خیال ہے کہ حضرت جعفرؓ خود خدا ہی ہیں۔

ج - ان اللّٰہ تعالیٰ فی خمسۃ اشخاص النبی و الہ یعنی فی النبی والہ وھم العباس وعلی و جعفر و عقیل (غنیہ ص ۲۰۲)

ترجمہ: رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل یعنی عباس' علی' جعفر اور عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم خود ہی خدا ہیں۔

د - رافضیوں کا عقیدہ زبان زدعام یوں بھی ہے۔

خدا کے نور سے ہیں پانچوں تن
نبیؐ ' فاطمہؓ ' علیؓ اور حسینؓ و حسنؓ

روافض کے عقائد معتبر کتب روافض سے

غنیہ الطالبین کی تصدیق کے لیے روافض کی معتبر و مستند کتاب "اصول کافی" سے

صرف ایک ہی حوالہ عرض کیا جاتا ہے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے نام سے اصول کافی میں ایک قول یوں مروی ہے۔

"نحن عین اللہ فی خلقه" ص ۸۴

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں ہم اہل بیت خود خدا ہی تو ہیں۔

روافض کا عقیدہ ملاحظہ فرمانے کے بعد اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بریلوی عقیدہ بھی سنتے چلئے۔

۱ ۔ قائد بریلویہ خاں صاحب فرماتے ہیں کہ :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اللہ تعالیٰ کے نور ہی سے پیدا شدہ ہیں۔"

ان کے الفاظ یہ ہیں :

"اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔" (ملفوظات حصہ اول ص ۶)

۲ ۔ اچھروی صاحب نے مذکورہ قول کو عام فہم بنانے کی غرض سے مقیاس حنفیت میں یوں لکھا ہے :

الف ۔ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نور محض پیدا کیا اور نور ہی رہے اور نور ہی رہیں گے۔ ہاں ہمارے نفع کے واسطے انسانی لباس پہنا کر دنیا کے سامنے مبعوث فرمایا۔"

(طبع اول ص ۷۷ طبع ثالث ص)

ب ۔ "جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک و مبرا ' بے مثل یدین' بے مثل ساق اور بے مثل وجہ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ایسے ہی تم کو بھی نبی اکرم' نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء پاک پر کوئی مثل قائم کرنا منع ہے۔" (طبع اول ص ۸۳۔ طبع ثالث ص)

ج ۔ مذکورہ عقیدہ کو مقیاس حنفیت کے تیسرے ایڈیشن میں ص ۲۳۵ پر یوں لکھا ہے۔

"خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نوره

ترجمہ : تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

۳۔ پیر جماعت علی شاہ علی پوری وغیرہ کا عقیدہ

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر   اتر پڑا مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

۴۔ بریلویہ کا ایک گروہ یوں بھی کہتا ہے۔

شریعت کا ڈر ہے نہیں صاف کہہ دوں
خدا خود رسول خدا ہو کے آیا

۵۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے ۔

محمد سر قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

۶۔ احد دے وچہ میم ٹکا کے احمد نام دھرایائی
قدرت کامل ظاہر ہوئی گھر عبداللہ جایائی !

(کلیات خواجہ نور حسن چینڈ ضلع شیخوپورہ)

۷۔
میم مطلب رمز پچھانی نی   احد احمد کو جانی نی
وچہ غیر نہ ذات سمانی نی   آپے گھر عبداللہ جمیاں نی

۸۔ عرب ہوں اے پروچہ عین نہیں   میرا نام احمد ہے پروچہ میم نہیں
عین نہیں تو رب ہے   میم نہیں تو احد ہے (تحفہ عرفانی ص ۳۸)

۹۔ مولوی محمد عظیم کھرپیڑی ضلع لاہور "آفتاب قادری ص ۴ میں لکھتے ہیں :

نور اپنے تھیں نور نبی دا ظاہر وچہ لیایا
احد دا اس گیت سنایا تدایہہ رتبہ پایا
احد دے وچ میم رلایا برقعہ یزدانی ،
تا پھر نام رکھایا اپنا سلطانی یزدانی

روافض کا عقیدہ متعلقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم و اہل بیت' آپ ملاحظہ فرما چکے اور

بریلوی عقیدہ بریلوی قائدین کی زبان سے بھی سن چکے۔

یہود و نصاریٰ کا عقیدہ متعلقہ عزیر و مسیح علیہما السلام' آپ نے قرآن مجید کے الفاظ میں بارہا سنا اور پڑھا ہو گا (ھو اللہ المسیح ابن مریم عزیر ن ابن اللہ) یعنی انسانی لباس میں یہ خود خدا ہی ہیں۔ جیسا کہ اچھروی صاحب کا اعلان ذکر ہو چکا کہ :

"انسانی لباس پہنا کر دنیا کے سامنے مبعوث فرمایا"

جس سے ظاہر ہے کہ روافض بریلوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانی صورت میں خدا جانتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک

اللھم لا تجعلنا منھم'

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کلی ہے

شیخ جیلانیؒ لکھتے ہیں :

ومن ذلک ان الامام یعلم کل شئی ما کان وما یکون من امرا الدنیا والدین حتی عدد الحصی وقطر الامطار

ترجمہ : رافضیوں کے عقائد میں ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ ہمارے ائمہ کو علم غیب کلی حاصل ہے یعنی جو کچھ ہوا اور آئندہ ہونے والا ہے۔

خواہ امر دین ہو یا دنیا اس سب کچھ کا علم ہمارے ائمہ کو ہے حتیٰ کہ ریت و کنکر کے ذرات' بارش کے قطروں کی مقدار اور درختوں کے پتوں وغیرہ کی گنتی و تعداد کا بھی ان کو علم ہے۔

(غنیۃ الطالبین ص ۱۹۹)

۱۔ اصول کافی میں ہے :

باب ان الائمۃ علیھم السلام یعلمون ما کان وما یکون۔"

ترجمہ : باب ہے اس بیان میں کہ آئمہ کرام کو ماکان و مایکون کا علم غیب کلی

حاصل ہے۔

ب ۔ اس باب میں حضرت امام جعفر سے ایک قول اس طرح مروی ہے :

"انی لا علم ما فی السموت وما فی الارض واعلم ما فی الجنة واعلم ما فی النار واعلم ما کان وما یکون۔"

ترجمہ : تحقیق میں جانتا ہوں ہر اس شے کو جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ بلکہ جنت و دوزخ میں جو کچھ ہے' میں اسے بھی کما حقہ' جانتا ہوں حتیٰ کہ جو کچھ ہوا اور آئندہ ہونے والا ہے' مجھے اس کا پورا پورا علم ہے۔ (اصول کافی ص ۴۰)

ج ۔ حیات القلوب میں لکھا ہے :

"وہمہ چیز احصار کردہ ایم در امام مبین یعنی لوح محفوظ یا امیر المومنین۔ا۔"

ا ۔ ص ۸۴۵ مطبوعہ نو لکشور

ترجمہ : دونوں جہان کی تمام چیزیں لوح محفوظ میں مرقوم اور حضرت علیؓ کے علم میں ہیں۔

ا ۔ اعلیٰ حضرت بریلویہ لکھتے ہیں :

"حضرت عزت عظمتہ نے اپنے حبیب اکبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا۔

شرق تا غرب ' عرش تا فرش سب انہیں دکھایا ' ملکوت السموت والارض کا شاہد بنایا اور روز اول سے آخرت تک کا سب ما کان و ما یکون انہیں بتایا۔ اشیاء مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔

علم عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم ان سب کو محیط ہوا۔ نہ صرف اجمالاً بلکہ ہر صغیر و کبیر' ہر رطب و یابس جو پتہ گرتا ہے' زمین کے اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے' سب کو جدا جدا تفصیلاً" جان لیا۔

یہ جو کچھ بیان ہوا ہرگز ہرگز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا علم نہیں بلکہ علم حضورؐ سے ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔"

(انباء المصطفیٰ ص ۳)

۲- مزید لکھتے ہیں :

"حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام دربارہ معجزات و ادراک مغیبات کی یہی حالت ہے کہ رب عزوجل نے انہیں ظاہری جوارح و سمع و بصر کی طرح باطنی صفات وہ عطا فرمائی ہیں کہ جب وہ چاہیں خرق عادات فرمائیں۔ چاہیں نہ فرمائیں۔"

اولیاء اللہ کو بھی علم غیب ہے

خان صاحب تو یہاں تک کہتے ہیں کہ انبیاء سے قطع نظر اولیاء اللہ کو بھی علم غیب کلی ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کو جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامان غلام کے کفش بردار ہیں علوم غیب دیتا ہے۔"

(ملفوظات حصہ دوم ص ۲۳)

مزید سنئے

"عرض ' غوث کو مراقبہ سے حالات منکشف ہوتے ہیں۔ ارشاد نہیں بلکہ انہیں ہر حال (ما کان و ما یکون) یوں ہی مثل آئینہ پیش نظر ہے۔ (ملفوظات حصہ اول ص)

تشریح سے لکھتے ہیں

ما کان و ما یکون تو ان حوادثات کا نام ہے جو اول روز سے آخر تک ہوئے اور ہوں گے۔"

ملفوظات حصہ سوم ص ۹)

اچھروی کی بھی سنئے

"ہمارا تو عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عالمین کا

علم غیب کلی حاصل ہے۔"

(طبع اول ص ۱۷۰ طبع ثالث ص)

اور سنئے لکھتے ہیں:

"ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے علم غیب کلی کے قائل ہیں۔ جس کے اجزاء تمام مخلوقات ہیں۔" (طبع اول ص ۱۸۳۔ طبع ثالث ص)

خلاصہ یہ کہ بریلویہ کے چھوٹے بڑے سب افراد کا عقیدہ ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کلی ہے۔"

جس کا مطلب یہ ہے کہ درختوں کے ہر پتہ کے گرنے' زمین کے ہر ایک ذرہ' بارش کے ہر قطرہ کے گرنے اور ہر ایک دانہ کا جو کہ زمین کی اندھیریوں میں پڑا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' بلکہ اولیاء کو بھی علم ہے اور یہی عقیدہ روافض کا ہے۔
چنانچہ ذکر ہو چکا کہ "بریلوی عقیدہ کا اصل سرچشمہ یا ماخذ روافض کا عقیدہ ہی ہے"

کہاں توفیق ہے ان کو رہ سنت پہ چلنے کی!
قیاس و رائے کے پیچھے یہ اپنے کو لگاتے ہیں

حنفی مذہب کا عقیدہ

روافض و بریلوی عقیدہ ملاحظہ فرمانے کے بعد اب حنفی مذہب کا اصل عقیدہ بھی سنئے۔

حنفی مذہب کے امام الائمہ' ابن الھمام نے اپنی تصنیف "مسائرہ" (جس کی شرح ابن کمال نے مسائرہ لکھی ہے) جسے قائد ملت بریلویہ اور اچھروی صاحب خود دلیل وسند مانتے ہوئے بطور حجت اپنی تصانیف میں پیش کرتے ہیں' میں علم غیب کے متعلق واضح الفاظ میں لکھا ہے:

"وکذا علم المغیبات ای وکعدم علم بعض المسائل عدم علم

المغیبات فلا یعلم النبی منها الاما اعلمه اللّٰه تعالٰی به احیانا و ذکر الحنیفة فی فروعهم تصریحا بالتکفیر باعتقاد "ان النبی یعلم الغیب" لمعارضة قوله تعالٰی "قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللّٰه (کتاب المسائرہ طبعۃ الکبری الامیریہ ۱۳۱۷ھ مصر ۲۰۲)

ترجمہ: اور اسی طرح غیب کی باتوں کا علم یعنی مثل بعض مسائل کے معلوم نہ ہونے کے لیے نہ جاننا غیب کا باتوں کا۔ پس نہیں جانتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان (غیب کی باتوں) میں سے مگر وہ (باتیں) جن کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو کبھی کبھی اطلاع دے دی اور ذکر کیا' (علماء) حنفیہ نے اپنی فروع میں صراحت سے تکفیر کی ہے اس اعتقاد کی کہ:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔"

بوجہ معارض ہونے کے اس قول خداوندی کے:

"قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللّٰہ"

ترجمہ: اے پیغمبر کہئے کہ نہیں جانتا کوئی بیچ آسمانوں کے اور زمین کے غیب کو مگر اللہ تعالیٰ ہی۔"

فیصلہ خود فرمایئے

ہم نے احقاق حق کی غرض سے روافض و بریلویہ کے عقیدے کو خود ان کی تصنیفات سے بلفظہ نقل کرکے حنفی مذہب کا عقیدہ بھی اصل کتاب سے پیش کردیا ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری نے بھی یہی الفاظ نقل کیے ہیں۔

اب یہ آپ کا فرض ہے کہ حنفی مذہب کا عقیدہ تسلیم کرتے ہوئے اصلی حنفی بن جائیں یا بریلوی عقیدہ کو قبول کرکے یہودیت کا پارٹ ادا کریں ۔

امام بو حنیفہ کے خلاف ہیں سب عمل ان کے
مگر جب پوچھئے اپنے کو حنفی یہ بتاتے ہیں

۳۔ مختار کل

رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ :

"ان اللہ فرض تدبیر الخلق الی الائمۃ وان اللہ قدر اقدر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الخلق العالم وتدبیرہ (غنیہ ص ۲۰۲)

ترجمہ : اللہ تعالیٰ نے تدبیر خلق میں ہمارے ائمہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار کل بنا دیا ہے۔

الف ۔ اصول کافی میں حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے ایک قول یوں مرقوم ہے :

"ونحن ولاۃ امر اللہ فی عبادہ (ص ۸۴)

ترجمہ : اور ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں کے ہر امر میں مختار کل ہیں۔

ب ۔ انا تسیم اللہ بین الجنۃ والنار وانا الفارق الاکبر۔"

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں یہ کلی اختیارات ہیں کہ جس کو چاہیں ہم جنت میں بھجوائیں اور جسے چاہیں دوزخ میں پہنچائیں اور ہم ہی فارق اکبر ہیں۔

رافضیوں کا عقیدہ آپ سن چکے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے ائمہ مخلوق کے ہر دنیوی نفع و نقصان اور دینی معاملہ حتیٰ کہ دوزخ و جنت میں پہنچانے کے سلسلہ میں مختار کل ہیں۔

اس کو ذہن نشین رکھتے ہوئے احمد رضا خان کی بھی سنئے۔

۱ ۔ وہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) بتملیک الٰہی جنت کے مالک، کارخانہ الٰہی کے مختار ہیں، ضمانتیں فرماتے ہیں، ذمے لیتے ہیں، عطا فرماتے ہیں، بیع کر دیتے ہیں۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ بیع وہی کرے گا جو خود مالک ہو، یا مالک کی طرف سے ماذون و مختار ہو ورنہ فضولی ہے جس کا قصد فضول اور عقد بیکار

الحمد للہ اہل حق کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نفاذ و تصرف کی دونوں

وجہیں حاصل ہیں۔ حقیقت عطائیہ لیجئے تو وہ ضرور جناں و ملا ئکہ کے مالک ہیں اور ذاتیہ لیجئے تو مالک حقیقی کے ماذون مطلق و نائب کل (الامن والعلی ص ۱۸۲)

۲- مزید تشریح سنئے۔

حضرت جل جلالہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ منصب دیا تھا کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں' جس طرح حرم مکہ کے نبات کو حرام فرمانا۔

حدیث میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یارسول اللہ گیاہ اذخر کو اس حکم سے نکال دیجئے۔"

فرمایا:

"اچھا نکال دیا' اس کا کاٹنا جائز کردیا۔"

اگر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے حضور کو یہ رتبہ نہ دیا ہوتا' کہ اپنی طرف سے جو شریعت چاہیں مقرر فرمادیں' تو حضور ہرگز جرات نہ فرماتے کہ جو چیز خدا نے حرام کی اس میں سے مستثنیٰ فرمادیں۔"

(الامن والعلی لناعی المصطفیٰ بدافع البلاء ملقب بہ تاریخی اکمل العامہ علی شرک سوی بامور العامہ مطبوعہ نوری کتب خانہ ص ۱۵۳)

اچھروی صاحب

مختار کل کے دلائل گنواتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایک مسئلہ اس حدیث پاک سے آپؐ کے مختار کل ہونے کا ثابت ہوگیا۔

(طبع اول ص ۱۴۹۔ طبع ثالث ص)

مزید لکھتے ہیں:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اختیار سے بجائے اس کے کہ مجرم کفارہ ادا کرے' آپؐ نے اپنی طرف سے مجرم کو ساٹھ مسکین کا کھانا عطا کردیا اور کفارہ کے ادا ہونے کی سند بھی دے دی۔ کیا یہ مختار کل ہونے کی دلیل

نہیں؟

(طبع اول ص)

اور بھی کئی ایک مثالیں آپ کے مختار ہونے کی ذکر کی ہیں۔

اولیاء بھی مختار کل ہیں

بریلویہ کا اصل مقصد تو اہل قبور کا مختار کل ثابت کرنا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ تو محض عوام کی آنکھوں پر پٹی باندھنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ملفوظات میں ہے:

"عرض ——— (کیا) غوث ہر زمانہ میں ہوتا ہے؟

ارشاد ——— بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔"

(ملفوظات حصہ اول ص ۱۰۱)

خان صاحب کے قول سے ظاہر ہے کہ زمین و آسمان کو قائم و برقرار رکھنا' خدائی طاقت سے باہر ہے۔ اس کو برقرار رکھنا غوث ہی کا کام ہے۔ یعنی اس سلسلے کا مختار کل غوث ہی ہے۔

مفتی احمد یار خان گجراتی

جاء الحق ص ۱۸۷ میں اولیاء کے مختار کل ہونے کے متعلق لکھتے ہیں:

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ   تیر جستہ باز گرداند ز راہ

ترجمہ: اولیاء کو اللہ تعالٰی سے یہ قدرت ملی ہے کہ (تقدیر کا) چھوٹا ہوا تیر واپس کرلیں۔

اچھروی صاحب

مقیاس حنفیت میں اولیاء کے مختار کل ہونے کے ثبوت میں ایک بزرگ کی نظم بطور سند و دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

نیست خلل ہیچ ولی را بموت   قوت امداد نہ زو گشت فوت

موت ولی ہست حیات ابد ہر کہ نہ اقرار کرد گشت رد"

برابر کے مختار ہیں

حضرات بریلویہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخ عبدالقادرؒ اور دوسرے بزرگ تو کیا عام بھیک منگے فقیر بھی جو چاہیں کر گزریں۔ انہیں کوئی روک ٹوک نہیں۔ کیونکہ وہ بھی مختار کل ہیں۔ یقین نہ آئے تو خان صاحب کا فیصلہ سنئے۔

"ایک فقیر بھیک مانگنے والا ایک دکان پر کھڑا کہہ رہا تھا کہ ایک روپیہ دے دو' وہ نہ دیتا تھا۔ فقیر نے کہا۔ روپیہ دیتا ہے تو دے ورنہ تیری ساری دکان الٹا دوں گا۔ اس تھوڑی سی دیر میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔

اتفاقاً" ایک صاحب دل کا گزر ہوا' جن کے سب لوگ معتقد تھے۔ انہوں نے دکان دار سے فرمایا:

"اسے جلدی روپیہ دے دے ورنہ دکان لوٹ لی جائے گی۔"

لوگوں نے عرض کیا:

"حضرت یہ بے شرع جاہل کیا کر سکتا ہے؟"

فرمایا:

"میں نے اس فقیر کے باطن پر نظر ڈالی کہ کچھ ہے بھی' معلوم ہوا' بالکل خالی ہے' پھر اس کے شیخ کو دیکھا' اسے بھی خالی پایا' اس کے شیخ کے شیخ کو دیکھا' انہیں اہل اللہ پایا اور دیکھا کہ وہ منتظر کھڑے ہیں کہ کب اس کی زبان سے نکلے اور میں دکان الٹ دوں۔ تو بات کیا تھی کہ شیخ کا دامن قوت کے ساتھ پکڑے ہوئے تھا۔

ائمہ دین فرماتے ہیں کہ:

"حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفتر میں قیامت تک کے مریدوں کے نام درج ہیں۔ جس قدر غلامی میں ہیں یا آنے والے ہیں۔

حضور پر نور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رب عزوجل نے مجھے ایک دفتر عطا فرمایا جو کہ منتہائے نظر تک وسیع تھا اور اس میں قیامت تک کے میرے مریدوں کے نام تھے اور مجھ سے فرمایا:
"وھبنھم لک" -میں نے یہ سب تمہیں بخش دیئے)

(ملفوظات حصہ دوم ص ۴۳'۴۴)

کیا اب بھی روافض و بریلوی عقیدہ میں کوئی فرق ہے؟

سلف لکھ گئے جو قیاس اور گماں سے ‏ ‏ ‏ صحیفے ہیں اترے ہوئے آسماں سے

احمد رضا بھی مختار کل ہیں

روافض جس طرح حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اور اپنے دوسرے مخصوص ائمہ کو مختار کل مانتے ہوئے ان کے نام کے وظیفے جپتے اور مدد و امداد کے لیے ان کو پکارتے ہیں' ویسے ہی بریلوی دوست نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخ عبدالقادرؒ اور اپنے دوسرے پسندیدہ بزرگوں کو بھی مختار کل جانتے ہوئے امداد و مشکل کشائی کے لیے پکارتے ہیں۔ حتیٰ کہ احمد رضا خان صاحب کو بھی مختار کل مانتے ہوئے پکارتے ہیں۔

چنانچہ مدائح اعلیٰ حضرت کے مختلف مقامات سے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

مشکلیں میری آسان فرمایئے ‏ ‏ ‏ میرے مشکل کشا احمد رضا
ایسا ہے مرشد احمد رضا ‏ ‏ ‏ سب کا ہے مشکل کشا احمد رضا
گر مصیبت میں کوئی چاہے آقا سے مدد ‏ ‏ ‏ دفع فرماویں بلا احمد رضا
دین و دنیا میں میرے بس آپ ہیں ‏ ‏ ‏ میں ہوں کس کا آپ کا احمد رضا
کون دیتا ہے؟ مجھے کس نے دیا؟ ‏ ‏ ‏ جو دیا تم نے دیا احمد رضا
دونوں عالم میں تیرا ہے آسرا ‏ ‏ ‏ ہاں مدد فرما احمد رضا

(مدائح اعلیٰ حضرت ص ۲۰ '۲۶ '۲۷ '۲۸)

خان صاحب کا دعویٰ

حسام الحرمین میں قائد بریلویہ نے اپنی عظمت و شان یوں بیان کی ہے۔

زمانہ میں میں اگرچہ ہوا آخر	وہ لاؤں گا جو اگلوں سے ممکن نہ تھا
خدا سے کچھ اس کا اچنبا نہ جان	کہ اک شخص میں جمع ہو سب جہاں

(حسام الحرمین مصنفہ خان صاحب ص ۱۱۹' ۵۱' مطبوعہ اہل سنت بریلی)

اصلیت واقعہ

روافض و بریلویہ کا عقیدہ ان کی مسلمہ کتب سے آپ کے سامنے ہے۔ ساتھ ہی یہ امر بھی محتاج بیان نہیں کہ اہل کتاب اور ہنود وغیرہ مشرکین بھی اپنے مخصوص بزرگوں سے یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ:

"وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری مشکلات و مصائب کے دور کرنے میں مختار و ماذون ہیں۔"

چنانچہ اسی عقیدہ و نظریہ کی بنا پر مشرکین و کفار اپنے اپنے مخصوص بزرگوں کو پکارتے اور ان کی نذرونیاز دیتے ہیں۔

یاد رکھئے

مختار کل کا عقیدہ اگر اہل سنت کا عقیدہ ہوتا تو حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے روافض کے عقائد میں گنوانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے جو اس کو روافض کے عقائد میں گنوایا ہے تو صرف یہی دلیل کافی ہے کہ یہ عقیدہ اہل اسلام کا نہیں' بلکہ روافض اور ابن سبا یہودی کی اسلام دشمنی کا نتیجہ ہے۔

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

وہ شاید قفس ہی میں عمریں گنوائیں	گئیں بھول صحرا کی جن کو فضائیں

۴۔ قبور صلحاء کو بوسہ و سجدہ

☆ روافض کا اپنے بزرگوں کی قبروں کو پختہ بنوانا' ان پر غلاف و چراغ اور

گنبد و عالی شان عمارتیں کھڑی کرکے ان کو مزین کرنا' بطور تعظیم و تکریم ان کے پاس اعتکاف' طواف و بوسہ اور ان کو سجدہ وغیرہ' شہداء کربلا' نجف اشرف' موسیٰ کاظم وغیرہ کی قبور سے ظاہر ہے۔

نہ صرف یہی بلکہ روافض کا یہ مخصوص شعار ہے کہ اپنے مخصوص بزرگوں' تو کیا عوام کی قبروں کو بھی پختہ بنواتے ہیں اور پھر ان کی تعظیم و تکریم وغیرہ' تعزیہ و ذوالجناح کے سالانہ جلوسوں سے ظاہر ہے۔

☆ روافض کی دیکھا دیکھی بریلویہ بھی اپنے پسندیدہ بزرگوں کی قبروں کو پختہ بنوانے کے عادی ہیں' ان کے گرد اعتکاف' ان کو بوسہ' ان سے مدد و استمداد کو سنت خیرالقرون ثابت کرنے پر کمربستہ ہیں۔

☆ چنانچہ اچھروی صاحب مقیاس حنفیت طبع اول ص ۴۵' طبع ثالث ۱۵۵ میں لکھتے ہیں:

"چنانچہ ان امور سے ان کا منع کرنا ان کے جواز کی بین دلیل ہے کیونکہ ان امور (قبروں کی حد سے زیادہ تعظیم اور ان پر خلاف ڈالنا' چراغ جلانا اور مختلف رسومات سے ان پر اجتماع یا عرس و میلہ کرنے) کا ثبوت پہلے خیرالقرون میں چلا آتا تھا اور ان کے شرالقرون میں ان حسنات (مذکورہ امور) کی نیکی ان کو بھلی معلوم نہ ہوئی تو انہوں نے بند کیا۔ الخ"

یہود کی قبرپرستی کی وجہ سے ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت و پھٹکار بلکہ پختہ و بلند قبور کی تمام عمارتوں کو بتوں کی فہرست میں شامل و شمار کرتے ہوئے ان کو برباد کرنے کا حکم دربار نبوت اور خلافت راشدہ کے دربار سے ہی نہیں بلکہ تعامل خیرالقرون کا اٹل فیصلہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اور حنفی مذہب کے ممتاز ائمہ ابن ہمام اور ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہم سے ذکر ہو چکا۔ حتیٰ کہ روضہ انور کے گرد طواف و اعتکاف اور جھک کر سلام و بوسہ اور سجدہ کی حرمت خود بریلوی قائد کی قلم سے آپ پڑھ چکے۔

جب مرقد انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی تعظیم و تکریم ناجائز و حرام ہے تو دوسرے بزرگوں کی قبروں سے ایسا سلوک بالاولی ناجائز و حرام ہوا۔

جس سے ظاہر ہے کہ قبروں کا پختہ بنوانا اور مروجہ تعظیم و تکریم اہل سنت کا عمل و شعار نہیں بلکہ روافض کی نقل یا یہود کا عمل و کردار ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

ترے رندوں پہ سارے کھل گئے اسرار دیں ساقی
ہوا علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین ساقی

۵ - حیات انبیاء و اولیاء

۱ - وان علیا وسائر الائمۃ لم یموتوا بل ھم باقون الی ان تقوم الساعۃ (غنیہ ص ۱۹۹)

ترجمہ: حضرت علیؓ اور تمام ائمہ فوت نہیں ہوئے بلکہ قیامت تک باقی ہیں۔

۲ - ویقولون بامامۃ جعفر و انہ حی لم یمت (غنیہ ص ۲۰۴)

ترجمہ: امام جعفر زندہ ہیں، نہیں مرے۔

۳ - وقولھم ھو حی لم یمت ولا یموت (غنیہ ص ۲۰۴)

ترجمہ: موسیٰ بن جعفر زندہ ہیں، وہ نہیں مرے اور نہ مریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہم اور جمیع ائمہ، حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم زندہ ہیں، مرے نہیں۔

قائد ملت بریلویہ فرماتے ہیں:

"انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے، ان پر تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لیے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے۔ پھر

فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرما دی جاتی ہے۔ اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں۔ ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا۔ ان کی ازواج کا نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں۔ وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے' نماز پڑھتے ہیں ——— انبیاء علیہم الصلوٰة والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں' وہ ان سے شب باشی کرتے ہیں۔

(ملفوظات حصہ سوئم ص ۲۶)

فتنہ گریوں تری جدت طرازیاں اخلاق اور علم سے یوں بے نیازیاں

انبیاء کی حیات کا ذکر ملاحظہ فرمانے کے بعد اب اولیاء اللہ کی زندگی دیکھئے' ملفوظات حصہ سوم ص ۲۵' ۲۴ میں لکھا ہے کہ :

"سید احمد بدوی کبیر کی قبر پر دھوم دھام سے سالانہ عرس ہوتا اور امام عبدالوہاب شعرانی ہر سال حاضر ہوتے۔

یہ میلہ (عرس) تین دن ہوتا ہے۔ ایک سال حضرت شعرانی کو تاخیر ہوگئی اور آخری دن پہنچے جو اولیائے کرام مزار مبارک پر مراقب تھے' انہوں نے فرمایا :

"کہاں تھے ؟ دو روز سے حضرت مزار مبارک کا پردہ اٹھا اٹھا کر فرماتے ہیں :

"عبدالوہاب آیا' عبدالوہاب آیا ؟"

انہوں نے فرمایا :

"کیا حضرت کو میرے آنے کی اطلاع ہوتی ہے ؟"

انہوں نے فرمایا۔

"اطلاع کیسی : حضور (سید احمد کبیر بدوی) فرماتے ہیں۔"

"کتنی ہی منزل پر کوئی شخص میرے مزار پر آنے کا ارادہ کرے' میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اس کی حفاظت کرتا ہوں۔

اگر اس کا ایک ٹکڑا رسی کا جاتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال کرے گا (یہ

کیوں گم ہوا)"

لباس خضر میں یاں سینکڑوں راہزن بھی پھرتے ہیں
اگر دنیا میں رہنا ہے تو کچھ پہچان پیدا کر

مزید سنئے

"حضرت شعرانی ایک مرتبہ اسی عرس پر حاضری کے لیے چلے آتے تھے۔ ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑی' فوراً نگاہ پھیرلی' کہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے:

"النظرة الاولی لک والثانية عليک"

ترجمہ: پہلی نظر تیرے لیے ہے اور دوسری تجھ پر یعنی پہلی نظر کا کچھ گناہ نہیں اور دوسری کا مواخذہ ہوگا۔

خیر نگاہ تو آپ نے پھیرلی' مگر وہ آپ کو پسند آئی۔ جب مزار شریف پر حاضر ہوئے' ارشاد فرمایا:

"عبدالوہاب وہ کنیز تمہیں پسند ہے؟"

عرض کی

"ہاں! اپنے شیخ سے کوئی بات چھپانا نہ چاہیے۔"

ارشاد فرمایا:

"اچھا ہم نے تم کو وہ کنیز ہبہ کردی۔"

اب آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں۔ معاً" وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزار اقدس کی نذر کردی۔ خادم کو اشارہ ہوا' انہوں نے آپ کی نذر کردی۔

ارشاد فرمایا:

"عبدالوہاب! اب دیر کاہے کی ہے؟ فلاں حجرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔" (ملفوظات حصہ سوئم ص ۳۵)

بریلوی دوستو:

اگر اہل قبور قبروں میں ایسے ہی زندہ ہیں تو انہیں قبروں سے نکال کر بالمشافہ کلام چلایئے۔

اخلاق کی عبا جو تیری داغدار ہے
ہستی سے تیری بزم زمانہ کو عار ہے

۶۔ سالانہ عرس و ختم

روافض کے سالانہ تعزیہ و ذوالجناح کے جلوس' کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہر سال دیکھے اور سنے جارہے ہے۔

جس کی رونق کا موجب بھی خود بریلوی مرد اور عورتیں ہی ہیں اور ایصال ثواب و نیاز و فاتحہ کا سلسلہ بھی محتاج تعارف نہیں کیونکہ خود بریلوی حضرات کے گھروں میں ایصال ثواب کا یہ سلسلہ عام اور شربت و برفانی پانی وغیرہ کا وسیع انتظام ہر سال دیکھا جارہا ہے اور پھر تعزیہ و ذوالجناح کی تعظیم بھی ہر سال دیکھنے میں آرہی ہے۔

بریلویہ کی نیاز و فاتحہ اور عرس و ختم وغیرہ سب روافض کی نقل ہی ہے۔ بریلوی دوست دوسرے ائمہ سے قطع نظر اگر صرف حضرت امام ابوحنیفہؒ یا ان کے ارشد تلامذہ قاضی ابویوسف امام محمد حسن بن زیاد اور زفر رحمہم اللہ تعالیٰ کے عمل و فتویٰ سے یہ ثابت کردکھائیں کہ یہ تمام بزرگ اپنے عہد میں اپنے ممتاز شیوخ اکابر صلحا امت کی قبور پر عرس و ختم وغیرہ کے لیے سفر کرنے اور نیاز و فاتحہ و ختم کے عادی تھے' تو ان کو منہ مانگا انعام دیا جائے گا ورنہ ---- الخ

۷ - بریلویہ کے کعبے

روافض کا مشہد کربلا اور نجف اشرف وغیرہ کی طرف حج اور اس کو حرم کعبہ کی مثل ٹھہرانا وغیرہ محتاج بیان نہیں۔

لیکن بریلوی دوستوں نے روافض کی نقل میں اپنے پسندیدہ بزرگوں کی قبور کو جس طرح کعبہ قرار دیا ہے۔ بطور نمونہ سنتے چلئے۔

حج فقیر بر آستانہ پیر

شائع کردہ انجمن نقشبندیہ قصور ۱۳۷۳ھ میں متعدد مقامات پر اپنے مشائخ کی قبور کی طرف سفر اور ان کے گرد طواف کو حج کعبہ لکھا ہے۔ چند حوالے درج ذیل ہیں۔

مزارات دہلی ہمہ کام بخش بدلہائے عشاق آرام بخش

چو گویم ازاں کعبہ عارفین کہ آح نیست جز روضہ قطب دی

مختصر یہ کہ قطب الدین دہلوی کے روضہ کے عارفین کا کوئی کعبہ نہیں (حوالہ مذکور ص ۲۹)

خانہ کعبہ طواف کرتا ہے

جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں' جب وہ اپنے خاص مقام پر ہوتے ہیں تو خانہ کعبہ کو حکم دیا جاتا ہے کہ ان کے گرد طواف کرے۔ (حوالہ مذکور ص ۲۹)

کسی مرید نے اپنے شیخ کی عقیدت میں یوں بھی کہا ہے۔

جھکتے ہیں ہم نماز میں کعبہ کے روبرو کعبہ جھکا ہوا ہے ترے در کے سامنے

حج کی ضرورت نہیں

واضح اور جلی الفاظ میں نقشبندی بریلویہ نے یوں بھی لکھا ہے۔

"بہ حج کسے رود کہ او را پیر نباشد"

ترجمہ: حج کرنے کو وہ جاتا ہے جس کا پیر نہ ہو۔ (حوالہ مذکور ص ۳۲) حوالہ مذکور ص ۳۳ پر لکھا ہے۔

"میرے پیر کے روضے پر جا کر سات دفعہ طواف کر لے حج ہو جائے گا۔"

(بحوالہ انوار صوفیہ جلد ۵ نمبر ۴ بابت ماہ جنوری ۱۹۰۹ء لکھا ہے۔

قبلہ عالم ہست مرشد ما طاعتش بہ ز صد نماز

غلاموں کو تیرے ہے گویا مدینہ علی پور سیداں جماعت علی شاہ

انوار صوفیہ بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۰ء میں لکھا ہے۔

مدینہ بھی مطہر ہے مقدس ہے علی پور بھی

ادھر جائیں تو اچھا ہے ' ادھر جائیں تو اچھا ہے

انوار صوفیہ بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۲۴ء میں لکھا ہے۔

سرکار علی پور بھی ہیں شاہ مدینہ پروانہ سادہ عشق محمد میں فنا ہیں

سوال حج پہ محشر میں جو پوچھیں گے تو کہہ دوں گا

میں زائر ہوں علی پور کا علی پور والیا شلہا

جو دیکھا کے طواف کر کے رہا مدینے کے زائروں میں

نظر میں آیا ہو بہو تو ہزار بارہا دیکھا سر جھکا جھکا کر

نیست کعبہ در دکن جز در گہ گیسو دراز پادشاہ دین و دنیا خواہ بندہ نواز

ترجمہ: دکن میں آپ (خواجہ بندہ نواز گیسو دراز) کے دربار کے سوا کوئی کعبہ نہیں۔ (ص ۲۰)

اپنے مرشد سے مرید کہہ رہا ہے:

میرا کعبہ قبلہ مسجد منبر مصحف تے قرآن وی توں

میرے فرض فریضے حج زکوٰۃ صوم صلوٰۃ اذان وی توں

چاچڑ وانگ مدینے جا تم کوٹ مٹھن بیت اللہ !
رنگ بناں ب رنگی آیا کیتم روپ تجلی
(حج فقیر بر آستانہ پیر ص ۴۵)

غلام فرید بازیدوی ضلع ساہیوال جوہر فریدی میں لکھتا ہے۔

قاری نہیں کوئی شعلہ باری لیل قدر چمکارا ای
کھوہا کوثر حوض نشانی مسجد عرش مناری ای
روضہ کعبے وانگ وسیندا ہے سجدہ جدھر ہمارا ای !

عقیدت مندان احمد رضا

کہتے ہیں ' اے احمد رضا

تیری تعظیم ہے سرکار عرب کی تعظیم تو ہے اللہ کا ' اللہ تیرا

آخری فیصلہ

خان صاحب فرماتے ہیں کہ :

"کعبہ ' قبلہ ہے جسم کا اور شیخ (کا مزار) قبلہ ہے روح کا۔ (ملفوظات ج ۲ ص ۶۴)

۸ - روافض کا ریکارڈ بھی توڑ دیا۔

روافض کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ کے والد ابوطالب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین جنتی ہیں۔

چنانچہ شیعہ سنی اتحاد کے پیش نظر مشاہیر علماء وغیرہ کی اس تجویز پر مغربی پاکستان کے شیعہ مبلغ اعظم نے اپنے ہفتہ وار "اخبار صداقت" (گوجرہ ضلع لائل پور) میں شیعہ کی ترجمانی جن الفاظ سے کی وہ یہ ہیں۔

"سینوں سے صلح کی آسان صورت یہ ہے کہ وہ اعلان کردیں کہ ہم خاتم الانبیاء کے والدین شریفین کو کافی نہیں کہیں گے۔"

(اخبار صداقت مجریہ ۸ جنوری ۱۹۵۷ء)

اعلیٰ حضرت بریلویہ سے اگرچہ ذکر ہو چکا' تاہم یاددہانی کے لیے درج ذیل ہے۔

"ہمارے نزدیک صحیح و راجح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و امہات حضرت عبداللہ و آمنہ سے حضرت آدم علیہ السلام و حوا تک سب اہل توحید و اسلام اور نجات ہیں۔"

(احکام شریعت جلد ۲ ص ۸۸

مبلغ شیعہ مولوی اسماعیل اور دوسرے تمام علماء و عوام شیعہ صرف اس بات پر اتفاق کے لیے آمادہ تھے کہ:

"سنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو کافر نہ کہیں۔"

مگر خان صاحب نے تو ان خواہش سے بڑھ چڑھ کر عبدالمطلب' ہاشم' عبد مناف سے اوپر تک کے تمام کو جنتی کہنے کا اقرار کرلیا ہے۔

کون کہتا ہے ہم تم میں جدائی ہو گی   یہ خبر کسی دشمن نے اڑائی ہو گی

۹۔ یا علیؓ یا حسینؓ کا نعرہ

روافض کا اٹھتے بیٹھتے نعرہ یا علیؓ یا حسینؓ' عوام و خواص کی زبان پر چونکہ اکثر جاری رہتا ہے اور کتبوں کی صورت میں آویزاں دیکھا جارہا ہے۔

بنا بریں اس کے دلائل گنوانے کی ضرورت نہیں۔

حضرات بریلویہ نے اس نعرہ کی نقل میں "یارسول اللہ ' یا محمدؐ' یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ۔"

"ماچوں گدائے مستمند مدد خواہم ز خواجہ نقشبند"

"معین الدین اجمیری تو کشتی پار کر میری"

"تو سلطانی و قیوم زمانی نہ آفات جہاں دل تنگ دارم"

"مدد کن یا مجدد الف ثانی" اور مدائح اعلیٰ حضرت کے اشعار وغیرہ درودیوار اور

کتبوں کی صورت میں آویزاں کرنے کے علاوہ ہیں۔ جو بریلویہ کے رافضی ہونے کی دلیل ہے۔

۱۰۔ خلافت راشدہ سے انکار

روافض کا عقیدہ ہے کہ حضرت ابوبکر' عمر' عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت غلط ' ناجائز بلکہ غصب و ظلم ہے۔

چنانچہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف ان کی ہرزہ سرائی محتاج بیان نہیں۔

بریلوی ' مسئلہ خلافت میں روافض سے بھی چار قدم آگے ہیں۔

چنانچہ بریلویہ کے موجودہ قائد یا صدر مرکزی حزب الاحناف و جمعیتہ العلماء کل پاکستان سید ابوالحسنات محمد احمد صاحب خطیب مسجد وزیر خان کی کتاب "اوراق غم" سے پڑھئے۔

خلافت پر اترے تو سنئے لطیفہ یہ لگتی ہے رائے جچی و خفیفہ
کہ اجماع سے جو کے اہل سقیفہ بناتا تھا حضرت حسنؓ کو خلیفہ
تو نہ ہوتے اتنے تفنن کے جھگڑے تشیع کے قصے تسنن کے جھگڑے
نہ یوں اہل اسلام آپس میں لڑتے نہ امت میں یہ اختلافات پڑتے
نکلتی نہ باتیں فساد و خلل کی !
نہ شاخیں فدک کی ' نہ راہیں جمل کی

(اوراق غم مصنفہ ابوالحسنات ص ۱۷۶)

۱۱۔ عاشورۂ محرم کا ماتم

روافض کا عاشورۂ محرم میں سیاہ لباس میں ملبوس' ننگے سر مرثیہ خوانی' عام مشاہدہ

ہے۔ جس پر دلائل گنوانے کی ضرورت نہیں۔

بریلوی دوست عاشورۂ محرم میں ماتم و نوحہ اور مرثیہ خوانی کو جس درجہ کار ثواب اور موجب اجر جانتے ہیں' وہ بھی موجودہ قائد بریلویہ کی تصنیف اوراق غم سے ملاحظہ فرمائیے۔

۱ ۔ ہم تو ننگے سر ہیں اس لیے کہ نہیں سر پر پدر
پر تیرے سر سے اٹھا کون ؟ کہ ہے ننگے سر
بولی منہ پیٹ کے کہ تم سے کہوں میں کیوں کر
ہائے سوگ میں ہوں ' دوں دوسرے ماتم کی خبر
ایک مدت سی سراسیمہ و بے ہوش ہوں
دھم محرم سے سیاہ پوش ہوں !
بس ارے بس زمین اب تو ہلی جاتی ہے
لے مجھے فاطمہؓ ننگے سر نظر آتی ہے

۲ ۔ "ان کے فرزند دلبند کو غریب الوطنی' معیبت زدگی' بیکسی' تشنہ کامی کی حالت میں ہم شکار تیر بلا بنا کر جور وجفا' ستم گاروں سے بھوکا' پیاسا میدان کربلا میں شہید کرائیں گے۔

ابراہیم خلیل اس خبر کے سنتے ہی زاروقطار اشک بار ہوئے

ارشاد ہوا کہ :

"اے خلیل جو ان کے غم میں روئے گا ' اسے اس قدر ثواب عطا فرمائیں گے کہ جتنا تمہیں تمہارے فرزند کی قربانی میں عطا ہوا۔"

(اوراق غم ص ۲۲)

۳ ۔ "زبہر آل محمدؐ ارواح انبیا غوغا برآمد" (اوراق غم ص ۲۹۴)

ترجمہ : آل محمد کے ماتم کی غرض سے انبیا کی ارواح نے شور برپا کیا۔

۱۲- تعزیہ داری

روافض کی تعزیہ داری محتاج تعارف نہیں' کیونکہ ہر سال مشاہدہ میں آتی ہے۔

لیکن بریلوی دوستوں کے نزدیک تعزیہ داری کی تعظیم اور اس کی تمثال پاس رکھنا جس درجہ کار ثواب ہے' بریلوی قائد کے برادر خورد ابوالبرکات سید احمد صاحب کے شائع کردہ اشتہار ۱۹۵۳ء کے الفاظ سے پڑھیئے۔

"تعزیہ داری کی اصل صرف اسی قدر تھی کہ روضہ پرنور شہزادہ گلگون قبا حسین شہید ظلم و جفا صلوۃ اللہ وسلمہ علی جدہ الکریم وعلیہ کی صحیح نقل کے مطابق اصل بنا کر بہ نیت تبرک مکان میں رکھنا' اس میں شرعاً" کوئی حرج نہ تھا۔ کیونکہ تصویر مکانات وغیرہ غیر جانداروں کی بنانا' بیچنا سب جائز و مباح ہے اور ایسی چیزیں کہ بزرگان دین کی طرف منسوب ہو کر عظمت پیدا کریں' ان کی محبت بڑھائیں' ان کی تمثال بہ نیت تبرک رکھنا جائز ہے۔"

۱۳- احترام انبیاء علیہم السلام

بریلوی دوست عوام کو اہل توحید سے بیزار کرنے کی غرض سے یہ پراپیگنڈا کرتے ہیں کہ:

"یہ لوگ انبیاء علیہم السلام اور بزرگان کی توہین کرنے کے عادی ہیں۔"

بنا بریں ذرا بریلوی دوستوں کے ادب و احترام انبیاء کا نمونہ بھی دیکھتے چلیئے۔

خادم ہیں تیرے سارے جتنے حسین جہاں کے
یوسف سے تجھ پہ قرباں شیریں مقال والے

(انوار علی پور ص ۱۰)

؎ برائے چشم بینا از مدینہ بر سر ملتان　　بشکل صدر الدین خود رحمتہ اللعالمین آمد

(احمد یار بہاول پوری)

مزید سنئے

چاروں صاحب شریعت و کتاب انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کی توہین کا رنجدہ منظر بھی دل تھام کر سنتے ہی چلئے۔

عقیدت مند پیر جماعت علی شاہ کی شان میں یوں کہتا ہے:

حور و ملک عرش پر فرش زمین یہ تیرے
کھڑے ہیں دست بستہ چاروں کتاب والے

بریلویہ کا شافع

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ:

قبر میں جب نکیرین سوال کریں گے تو ربی اللّٰہ' نبی محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم اور دینی الاسلام کے جواب سے نجات ہوگی۔"

مگر بریلوی حضرات کا عقیدہ بالکل اس کے برعکس ہے۔

چنانچہ خود ان ہی کے الفاظ میں پڑھئے۔

نکیرین آ کے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے؟
ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خاں کا

مطلب واضح ہے کہ بریلویوں کو قبر میں بھی ربی اللہ کہنا میسر نہیں' بلکہ ربی احمد رضا کا نعرہ بلند کریں گے۔

۲۔ ساقی کوثر مسلمانوں کا تو عقیدہ ہے کہ:

ہمارے ساقی کوثر ختم المرسلین' سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔" مگر بریلوی حضرات کو مسلمانوں کے ساقی کوثر کی ضرورت ہی نہیں' کیونکہ ان کے ساقی کوثر احمد رضا خان ہیں۔

چنانچہ بریلویہ کی زبان سے سنئے۔

؎ جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے جام کوثر کا پلا احمد رضا

(مدائح اعلیٰ حضرت)

۳۔ مسلمانوں کا تو عقیدہ ہے کہ:

"محشر میں عرش عظیم کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں۔"

مگر بریلوی دوستوں کو عرش عظیم کے سایہ کی ضرورت نہیں بلکہ ان کے لیے وہاں بھی مسلمانوں کے برخلاف دوسرا سایہ ہوگا۔

حشر میں ہو جب قیامت کی تپش اپنے سایہ میں چھپا احمد رضا

بریلوی معتقدات کی چونکہ بات چل نکلی ہے لہٰذا بریلویہ کے اعلیٰ حضرت کے دو مزید عجیب و غریب فتوے سنتے چلئے۔

وضو میں مسح کا طریق محتاج بیان نہیں' کیونکہ ہر نمازی ہر وضو میں دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح کرنے پر مامور ہے۔

لیکن خان صاحب لکھتے ہیں۔

ا۔ مسئلہ: مسح کے لیے ہاتھ کی ضرورت نہیں' اگر لکڑی بھگو کر سر پر پھیر دی کہ چہارم سر تر ہو گیا' مسح ہو گیا۔" (کتاب الطہارت ص ۲۴۰)

وضو سے پہلے سر کا مسح

خان صاحب لکھتے ہیں:

"بے وضو شخص نے پانی کے برتن میں اپنا سر داخل کیا' یہاں تک کہ چہارم سر کو پانی لگ گیا' مسح ادا ہو گیا۔" (العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ص ۲۵۷)

نماز میں احتلام

احتلام عرف عام اور لغت عرب میں منی کے اس اخراج کو کہتے ہیں جو کہ حالت نیند میں خارج ہوتی ہے۔ عالم بیداری جاگتے ہوئے احتلام نہیں ہوتا۔

حقیقت اختلام کو ذہن نشین رکھتے ہوئے اعلیٰ حضرت کا فتویٰ "نماز میں احتلام ہونے اور نماز کے صحیح و جائز ہونے" سے متعلق سنتے چلیے۔

مسئلہ نمبر ۵ ض نماز میں احتلام ہوا اور منی باہر نہ آئی کہ نماز تمام کرلی اس کے بعد اتری تو غسل واجب ہوگا' مگر نماز ہوگئی۔"

(العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ مطبوعہ علمی پرنٹنگ پریس لاہور ص ۱۱۸)

اچھروی صاحب

تو فقہ وہابیہ کے نام سے منی پاک ہونے کا مسئلہ بیان کرکے مذاق اڑاتے ہیں لیکن بریلوی قائد نماز میں احتلام ثابت کررہے ہیں۔

بریلوی دوستو! ایمانداری سے کہنا بھی محل شہوت ہو سکتی ہے؟ اور آپ کو نماز ہی میں احتلام ہوا کرتا ہے؟

کیے اس پیار میں بھی آپ نے لاکھوں ستم ہم پر
خدا ناخواستہ تم خشمگیں ہوتے تو کیا کرتے

اہل قبور سے ڈاک سروس

عالمی لوکل و ہوائی ڈاک کا سلسلہ تو آپ کے سامنے ہے کہ انسانی آبادی کے ہر حصے سے ڈاک آ اور جا رہی ہے

لیکن بریلویہ نے اس کا ریکارڈ مات کرتے ہوئے اہل قبور کے ساتھ ڈاک سروس کا سلسلہ بھی قائم کر رکھا ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلویہ فرماتے ہیں:

"ایک بی بی نے مرنے کے بعد خواب میں اپنے لڑکے سے فرمایا:

"میرا کفن ایسا خراب ہے کہ مجھے اپنے ساتھیوں میں جاتے شرم آتی ہے۔ پرسوں فلاح شخص آنے والا ہے' اس کے کفن میں (میرے لیے) اچھے کپڑے کا کفن رکھ دینا۔"

صبح کو صاحبزادہ نے اٹھ کر اس شخص کو دریافت کیا' معلوم ہوا کہ وہ بالکل تندرست ہے اور کوئی مرض نہیں۔

تیسرے روز خبر ملی' اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ لڑکے نے فوراً نہایت عمدہ کفن سلوا کر اس کے کفن میں رکھ دیا اور کہا:

"یہ میری ماں کو پہنچا دینا۔"

رات کو صالحہ خواب میں تشریف لائیں اور اپنے بیٹے سے کہا:

"خدا تمہیں جزائے خیر دے' تم نے بہت اچھا کفن بھیجا ہے۔"

(ملفوظات حصہ اول ص ۸۳ مطبوعہ نظامی پریس بدایون ۱۳۳۸ھ)

نیاز و فاتحہ

بریلوی دوستو! اگر خان صاحب کا قول و فتویٰ صحیح ہے تو پھر آپ حضرت کو گیارہویں وغیرہ کی نیاز و فاتحہ کا مروجہ سلسلہ ترک کر کے اپنے مرنے والوں کے ذریعہ بالکل اصل چیزیں ہی اپنے بزرگوں تک پہنچانے کا طریق اختیار کرو۔

کیونکہ اس صالحہ بی بی کی سفارش سے ظاہر ہے کہ بریلوی دوست جنت کے نعمتوں سے بالکل محروم اور قطعاً" مایوس ہیں' اگر کچھ امید اور توقع ہوتی تو اس بی بی کو اپنے بیٹے سے نیا اور عمدہ کفن طلب کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

سونے پر سہاگہ

خان صاحب اعلیٰ حضرت کی آخری وصیت ملاحظہ فرماویں:

فرماتے ہیں

"اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہر ہفتہ دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔

دودھ کا برف خانہ' ساز اگر بھینس کے دودھ کا ہو' مرغ پلاؤ خواہ بکری کا' شامی کباب' پراٹھے اور بالائی' فرنی' ارد کی پھریری دال بمعہ ادرک و لوازم۔

گوشت بھری کچوریاں' سیب کا پانی' انار کا پانی' سوڈے کی بوتل' دودھ کا برف' (چھوٹے مولانا نے عرض کیا):

اسے تو حضور تو پہلے لکھ چکے ہیں۔"

فرمایا:

"پھر لکھو ' اگر روزانہ ایک ہو سکے یوں کرو یا جیسے مناسب جانو مگر بطیب خاطرہ۔ (وصایا شریف احمد رضا خان ص ۸ مطبوعہ گلزار عالم پریس لاہور)

اس سے ظاہر ہے کہ بریلوی حضرات جنت کی نعمتوں سے محروم ———— یہی وجہ ہے کہ یہ اپنے ورثا سے عمدہ چیزیں بھجوانے کی درخواست و فرمائش کرتے ہیں۔

حقہ پینے والوں کے لیے

خان صاحب کو حقہ سے خاص محبت تھی جو ان کے ارشاد سے واضح ہے:

"جو بغیر بسم اللہ کھائے پئے' اس کے کھانے پینے میں شیطان شریک ہوتا ہے ——— حقہ پیتے وقت (میں بسم اللہ) نہیں پڑھتا" (ملفوظات حصہ دوم ص ۹۳' ۹۲ مطبوعہ نظامی پریس بدایون ۱۳۳۸ھ)

۔ میراث میں آئی انہیں مسند ارشاد زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

اہل سنت کے عقائد

اسلام ہی نہیں بلکہ تمام آسمانی صحائف کا متفقہ بیان ہے کہ :

"انسان کی ابتدائی پیدائش مٹی سے ہوئی۔"

اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی اسلام کا ہی پیش کردہ عقیدہ ہے کہ :

"انسانی ہدایت و رہنمائی کے لیے جس قدر بھی انبیاء ہوئے' وہ سب کے سب اولاد آدم علیہ السلام ہی کے فرد بشر ہیں۔"

قرآن مجید میں اس مضمون کی بکثرت آیات ہیں۔ بطور مثال صرف دو آیات اور ان کا ترجمہ بانی مذہب بریلویہ احمد رضا خان کے مترجم قرآن مجید اور اس کے حاشیہ سے ملاحظہ فرمایئے۔

۱ - یبنی ادم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم ایتی (سورہ اعراف ' رکوع ۴)

ترجمہ : اے آدم کی اولاد اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں میری آیتیں پڑھتے

مفتی صاحب : حاشیہ نمبر ۴ میں لکھتے ہیں :

"مفسرین کے اس میں دو قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ رسل سے مراد تمام رسول ہیں۔ دوسرا یہ کہ خاص سید عالم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جو تمام خلق کی طرف رسول بنائے گئے ہیں اور صیغہ جمع تعظیم کے لیے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام

کی شان بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے۔

۲ - ووھبنا لہ اسحق ویعقوب وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتب (پ ۲۰۔ سورہ عنکبوت ' رکوع ۳)

ترجمہ : اور ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے اور ہم نے اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی۔

سید المفسرین بریلویہ نمبر ۳ نبوت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

"حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے انبیاء ہوئے سب آپ کی نسل سے ہوئے۔"

دربار نبوت کا اعلان

قرآن مجید کی آیات اور رضا خانی ترجمہ ملاحظہ فرمانے کے بعد اب امام ابو حنیفہؒ کی تصنیف "فقہ اکبر" کی شرح ملا علی قاری سے دربار رسالت کا فرمان پوری توجہ سے سنئے۔

قاری صاحب بحوالہ مسند احمد مندرجہ ذیل حدیث لائے ہیں۔

انہ سئل عن عدد الانبیاء مائۃ الف و اربعۃ وعشرون الفا والرسل منھم ثلثمائۃ وحشر اولھم ادم واخرھم محمد صلی اللہ علیہ وسلم"

(شرح فقہ اکبر مطبوعہ کانپور ص ۶۸ اور مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۴۹)

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انبیاء علیہم السلام کی تعداد سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ :

"ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی گزرے ہیں جن میں تین سو دس رسول ہیں' حضرت آدم علیہ السلام پہلے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری ہیں۔"

حنفی مذہب کا عقیدہ

مومن صادق کے لیے اگرچہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ہی کافی ہیں مگر مسلمانوں میں چونکہ مذہب پرستی کی وبا پھوٹ چکی ہے اور ہر مسلمان اپنے ہی فرقہ و مذہب کی مصنفات (کتابوں) کو سند و دلیل مانتا ہے۔

لہٰذا حنفی مذہب کے عقائد کی درسی کتاب "شرح عقائد نسفی" جو بریلوی مدارس میں بھی پڑھائی جاتی ہے' اس سے نبی کی تعریف کا مسئلہ نقل کیا جاتا ہے۔

"والرسول انسان بعثه اللّٰه تعالٰی الی الخلق لتبلیغ الاحکام" (شرح عقائد نسفی مطبوعہ کان پور و مجتبائی ص ۱۴)

ذکر ہو چکا ہے کہ شرح عقائد نسفی حنفی مذہب کے عقائد کی بنیادی کتاب ہے۔ چنانچہ اکابر بریلویہ نے اس عبارت کا اردو ترجمہ اپنی مصنفہ کتب میں جس انداز سے درج کیا ہے۔ نمبردار ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ سید المفسرین بریلویہ

مفتی نعیم الدین (جو احمد رضا خان صاحب کے دست راست اور ان کے ترجمہ قرآن کے مفسر و محشی ہیں) نے بریلوی عقیدت مندوں کے عقائد کی درستگی کے لیے ایک مختصر رسالہ "کتاب العقائد" کے نام سے لکھا ہے۔

"نبوت کا بیان" کے عنوان سے شرح عقائد نسفی کی عبارت کا ترجمہ یوں درج کیا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے خلق کی ہدایت کے لیے جن پاک بندوں کو اپنے احکام پہنچانے کے واسطے بھیجا' ان کو نبی کہتے ہیں۔

انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے۔" (کتاب العقائد ص ۶ طبع دہم)

۲۔ سردار صاحب لائل پوری کے استاد

حضرت ابوالعلی محمد امجد علی صاحب اعظمی نے "عقائد متعلقہ نبوت" کی سرخی سے

اپنی مصنفہ کتاب "بہار شریعت" جو بانی مذہب بریلویہ خان صاحب کی مصدقہ بھی ہے میں شرح عقائد نسفی کی عبارت کا مختصر ترجمہ یوں لکھا ہے:

"عقیدہ' انبیاء سب بشر تھے اور مرد' نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔" (بہار شریعت حصہ اول ص ۱۰)

۳۔ حکیم الامت بریلویہ

مفتی احمد یار گجراتی نے اپنی مصنفہ کتاب "جاء الحق" میں (جو کہ پیر جماعت علی شاہ پوری کی مصدقہ ہے' بلکہ "جاء الحق" نام ہی ان کا مجوزہ ہے) اس کا ترجمہ یوں لکھا ہے:

"نبی جنس بشر ہی میں آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں۔
جن یا فرشتہ نہیں۔" (جاء الحق پہلا باب سطر اول ص ۱۴۴ ساتواں ایڈیشن)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

(لفظ) بشر' کفار بہ اہانت کہتے تھے اور رب تعالیٰ نے (صلی اللہ علیہ وسلم) کو "انسان" یا "عبد" بطور تعظیم فرمایا۔

خلق الانسان ○ علمه البیان ○ اور اسری بعبده لیلا

لہٰذا یہ الفاظ (مسلمانوں کو) تعظیماً" کہنا جائز ہے۔" (جاء الحق ص ۱۷۲) مزید تشریح کے لیے لکھتے ہیں:

"ہم بھی عقیدہ کے ذکر میں کہتے ہیں کہ نبی بشر ہی ہوتے ہیں۔"

(جاء الحق ص ۱۷۳)

آخری فیصلہ

حکیم الامت بریلویہ (گجراتی) اپنی دوسری تحقیقی تصنیف میں لکھتے ہیں۔

"وما ینطق عن الهوی ○ ان هو الا وحی یوحی ○

ترجمہ: نبی کا کلام رب کا فرمان ہوتا ہے۔

انما انا بشر مثلکم

ترجمہ: (اے لوگو! گھبراؤ نہیں) میں تم جیسا ہی بشر ہوں' فرشتہ یا جن کی جنس سے نہیں ہوں۔" (رحمت خدا بوسیلہ اولیاء ص ۴۰)

۲۔ صدر مرکزی حزب الاحناف و جمعیت العلماء کل پاکستان

ابوالحسنات محمد احمد صاحب خطیب مسجد وزیر خان لاہور نے اپنے مصنفہ رسالہ میں شرح عقائد نسفی کی عبارت کا ملخص' اردو میں یوں لکھا ہے:

"نبی وہ بشر ہے جو خدا کی طرف سے آئے اور احکام الہٰی اس پر بذریعہ وحی آتے ہوں' جس قدر بھی انبیاء گزرے سب بشر ہی تھے۔" (العقائد ص ۱۶'۱۵)

بنتی نہیں ہے بات بناوٹ کی بال بھر
کھل جاتی ہے اخیر کو رنگت خضاب کی

بانی مذہب بریلویہ کا فیصلہ

شرح عقائد نسفی کے الفاظ اور اکابر علماء بریلویہ کے ترجمہ کی موجودگی میں اگرچہ کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ تاہم علمی اضافہ کے لیے اب قائد بریلویہ سے انبیاء کا بشروبندہ ہونا" قرآن مجید کی آیات کے ترجمہ اور ان کی تفسیر و حاشیہ سید المفسرین بریلویہ سے ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ قالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ (پ ۱۳ ابراہیم' ع ۲)

ترجمہ: ان کے رسولوں نے کہا ہم ہیں تو تمہاری طرح کے انسان مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرماتا ہے۔ (کنز الایمان)

قل لو کان فی الارض ملٰکۃ یمشرون مطمئنین لنزلنا علیھم من السماء ملکا رسولا ○ (پ ۱۵ بنی اسرائیل ع ۱۱)

ترجمہ : تم فرماؤ اگر زمین پر فرشتے ہوتے تو ان پر ہم رسول بھی فرشتہ ہی اتارتے ۔ (کنز الایمان)

۳ ۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد (پ ۱۶ آخر سورہ کہف)

ترجمہ : تم فرماؤ ' ظاہر صورت بشری میں (تو) میں تم جیسا ہی ہوں۔ مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ (کنز الایمان)

سید المفسرین بریلویہ "تم ہی جیسا" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"مجھ پر بشری اعراض و امراض طاری ہوتے ہیں۔" (خزائن العرفان)

پارہ چوبیس سورہ حم سجدہ کی آیت نمبر ۶ قل انما انا بشر مثلکم الا یہ کا ترجمہ یوں کیا ہے :

"تم فرماؤ آدمی ہونے میں میں تم جیسا ہوں' مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔"

صدر الافاضل تم جیسا کا فائدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"ظاہر میں کہ میں دیکھا بھی جاتا ہوں' میری بات سنی بھی جاتی ہے اور میرے تمہارے درمیان میں بظاہر کوئی جنسی مغائیرت بھی نہیں ہے تو پھر تمہارا یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ میری بات نہ تمہارے دل تک پہنچے' نہ تمہارے سننے میں آئے اور میرے تمہارے درمیان کئی روک ہو۔

بجائے میرے کوئی غیر جنس جن یا فرشتہ آتا تو تم کہہ سکتے تھے ـــــ کہ ہمارے اور ان کے درمیان تو جنسی مخالفت ہی بڑی روک ہے لیکن یہاں تو ایسا نہیں کیونکہ میں بشری صورت میں ہوں' مجھ سے مانوس ہونا چاہیے۔"

خان صاحب نے فتاویٰ افریقہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کے بشر خاکی ہونے کا جو ثبوت پیش کیا ہے' پڑھیے۔

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا:

"مامن مولود فی سرته من تربته التی خلق منها حتی یدفن فیها وانا وابوبکر و عمر خلقنا من تربة واحدة فیها ندفن"

ترجمہ: ہر بچہ کی ناف میں اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا یہاں تک کہ اسی میں دفن کیا جائے گا اور میں ابوبکر و عمر ایک ہی مٹی سے بنے ہیں' اسی میں دفن ہوں گے۔ (مطبوعہ رضوی پریس ص ۳۵ '۱۲۳۶ھ)

خان صاحب کی قلم

اعلان کررہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر' عمر رضی اللہ عنہما ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے اور جس مٹی سے پیدا ہوئے اسی میں مدفون ہی اور بزبان قرآن حکیم جو مٹی سے پیدا ہوا وہ بشر یا آدمی ہے۔

گویا کہ خان صاحب بشر کا ترجمہ آدمی سے کرتے ہوئے اعتراف کررہے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بشر و انسان ہی تھے۔

بس اگلے فسانے فراموش کردو　　　تعصب کے شعلے کو خاموش کردو

سید المفسرین کی تشریح اور خاں صاحب کے مذکورہ فتوئی کو ذہن نشین رکھتے ہوئے مفتی نعیم الدین صاحب کا اعلان اعلیٰ حضرت کے ترجمہ (کنزالایمان) کے حاشیہ و تفسیر (خزائن العرفان) پڑھئے۔

مفتی صاحب آیت شریف الذین یتبعون الرسول النبی الامی ۔پ ۹ ۔ سورہ اعراف ۔ رکوع ۱۹ ص ۲۰۲) کی تفسیر و حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

"امی ہونا آپؐ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ دنیا میں کسی سے پڑھے نہیں اور کتاب وہ لائے جس میں اولین و آخرین غیبوں کے علوم ہیں۔

خاکی و برعوج عرش منزل　　　امی و کتاب خانہ در دل

۳۔ بشریت رسولؑ سے انکار کفر ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام سے کفار کی مخالفت کی اصل وجہ بشریت انبیاء سے انکار ہی فرمائی ہے۔

اس موضوع کی آیات قرآن مجید میں بکثرت ہیں مگر بطور مثال صرف چار آیات ملاحظہ فرمائیے۔ جن کا ترجمہ و تفسیر خان صاحب کے مترجم قرآن مجید کے الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے۔

۱ - وما منع الناس ان یومنوا اذ جاء ھم الھد ی الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا رسولا ○ (پ ۱۵ - بنی اسرائیل ع ۱۱)

ترجمہ : اور کس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا۔ جب کہ ان کے پاس ہدایت آئی مگر صرف اسی لیے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔" (کنز الایمان)

سید المفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"(کافر) رسولوں کو بشر ہی جانتے رہے اور ان کے منصب نبوت کو اور اللہ تعالیٰ کے عطا فرمائے ہوئے کمالات کے مقر اور معترف نہ ہوئے۔

یہی ان کے کفر کی اصل تھی اور اسی لیے وہ کہا کرتے تھے کہ کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سے فرماتا ہے۔"

۲ - قل لو کان فی الارض ملٰئکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیھم من السماء ملکا رسولا ○ (حوالہ مذکور)

ترجمہ : تم فرماؤ۔ اگر زمین میں فرشتے ہوتے تو ان پر رسول بھی فرشتہ اتارتے"

ف : کیوں کہ وہ ان کی جنس سے ہوتا لیکن جب زمین میں انسان بستے ہیں تو ان کا غیر جنس ملائکہ سے رسول طلب کرنا نہایت بے جا ہے۔"

۳ - ھل ھذا الا بشر مثلکم (شروع سورہ انبیاء)

ترجمہ : یہ کون ہیں تمہیں جیسے آدمی تو ہیں۔

ف : "یہ کفر کا ایک اصول تھا کہ جب یہ بات لوگوں کے ذہن نشین کردی جائے گی کہ

وہ تم جیسے بشر ہیں تو پھر کوئی ان پر ایمان نہ لائے گا۔"

۴۔ فقالوا ابشر یھدوننا فکروا (پ ۲۸۔ سورہ تغابن ع ۱)

ترجمہ: بولے 'کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے تو کافر ہوئے۔

ف: اول انہوں (کافروں) نے بشر کے رسول ہونے سے انکار کیا اور یہ کمال بے عقلی اور نافہمی ہے کہ بشر کا رسول ہونا تو نہ مانا اور پتھر کا خدا ہونا تسلیم کرلیا۔"

بریلوی ترجمہ و تفسیر کا خلاصہ

یہ ہوا کہ کفار کی کمال بے عقلی ہے کہ:

"بشر کا رسول ہونا تو نہ مانا اور پتھر کا خدا ہونا تسلیم کرلیا"

جس سے ظاہر ہے کہ بریلوی قائدین کا متفقہ عقیدہ یہی ہے کہ:

"جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت سے انکاری ہے۔ اسلام سے اسے کوئی سروکار نہیں۔"

راہ طلب میں جذبہ کامل ہو جس کے ساتھ
خود اس کو ڈھونڈ لیتی ہے منزل کبھی کبھی

۴۔ عبدہ ورسولہ

رسول اللہؐ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں

بریلوی دوستوں کے پروپیگنڈا کی ایک آئٹم یہ بھی ہے کہ:

"اہل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بندہ کہہ کر آپؐ کی توہین کرتے ہیں۔"

لہٰذا اس کی اصلیت بھی خود بریلوی امام احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ اور مفتی صاحب کی تفسیر و حاشیہ سے مختصر سی تمہید کے بعد ملاحظہ فرمایئے۔

قرآن مجید کی تلاوت و مطالعہ سے ظاہر ہے کہ جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کو امر و نہی

مقصود ہے۔ وہاں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو یاایھا النبی اور یاایھا الرسول سے خطاب فرمایا ہے۔ مگر اس کے برخلاف جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت' بے مثل شان اور اپنے حضور میں قرب و عزت کا اظہار مقصود ہے وہاں اپنی کبریائی کا اظہار فرماتے ہوئے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عبدہ (بندے) کے لفظ سے یاد فرمایا ہے تاکہ پوری مخلوقات پر ظاہر ہو جائے کہ دربار الٰہی میں انتہائی قرب صرف عبدیت ہی ہے اور نبی و رسول کا مقام عبد کے بعد ہے۔

چنانچہ قرآن مجید کی دو آیات کا ترجمہ و تفسیر بریلوی امام و مفسر سے پڑھیے۔

۱ - سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام

ترجمہ : پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا' مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔

ف : سید المفسرین بریلویہ نے اس کی تفسیر یوں لکھی ہے۔

"جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج درجات عالیہ و مراتب رفیعہ پر فائز ہوئے تو رب عزوجل نے خطاب فرمایا :

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ فضیلت و شرف میں نے تمہیں کیوں عطا فرمایا ؟"

حضورؐ نے عرض کیا :

اس لیے کہ تو نے مجھے عبدیت کے ساتھ اپنی طرف منسوب فرمایا۔"

۲ - اللہ تعالیٰ نے جب قرآن مجید جیسے غیر فانی معجزہ سے اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سرفراز فرمایا تو یوں اعلان فرمایا :

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا ○ (شروع سورہ فرقان پ ۱۸)

ترجمہ : بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔"

بریلوی ترجمہ و تفسیر کے الفاظ

ہی شہادت ہیں کہ رب العزت اپنے حبیبؐ کی شان کو دوبالا کرنے کے لیے "عبد" یعنی بندہ فرما رہے ہیں۔

اگرچہ بریلوی دوستوں کے لیے خان صاحب کا ترجمہ ہی کافی و بس ہے۔ تاہم علمی اضافہ کے لیے حنفی مذہب کا فیصلہ بھی سنتے چلیے۔

امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نبوت بیان کرتے ہوئے امام صاحبؒ نے فقہ اکبر میں مذکورہ حقیقت کو جس وضاحت سے ذکر فرمایا ہے' وہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیے۔

"و محمد علیہ الصلوۃ والسلام حبیبہ وعبدہ ورسولہ"

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب' بندے اور رسول ہیں۔

حنفی مذہب کے فقہا اور شارحین نے حضرت امام صاحب کی "فقہ اکبر" کی شرح لکھتے ہوئے "عبدہ" کی تشریح و وضاحت جس طرح فرمائی ہے' اسے بھی ایک نظر ملاحظہ فرماتے چلیے۔

۱۔ علامہ ابوالمنتھی لکھتے ہیں:

"ثم اشار امام الاعظم بقولہ عبد ہ الی فائد تین اعنی تشریف محمد صلی اللہ صلی علیہ وسلم و حفظ الامۃ عن قول النصاری قال ابو سلیمان القاسم الانصاری لما وصل محمد صلی اللہ علیہ وسلم الی الد رجات العالیۃ والمراتبۃ الرفیعۃ فی المعراج اوحی اللہ تعالیٰ الیہ فقال یا محمد بما اشرفک قال یا رب انت اعلم قال بنسبتی الی نفسک بالعبودیۃ فانزل فیہ قولہ سبحن الذی اسری بعبد ہ لیلا قال صلی اللہ علیہ وسلم لا تطرونی کما اطری النصاری فی مد ح

عیسٰی حتٰی کفروا فقالوا انه ابن اللّٰه وقولوا فی حقی انه عبد اللّٰه ورسوله حتی لا تکونوا امثالهم" (شرح فقہ اکبر ص ۷ الابی المنتہی مجتبائی دہلی)

ترجمہ: پھر حضرت امام اعظم صاحب نے اشارہ کیا ہے ساتھ قول عبدہ کی طرف دو فائدوں کے۔

۱۔ اول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال بزرگی اور عظمت کا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے کامل اور اکمل "عبد" یعنی بندے ہیں۔

۲۔ دوم قول نصاریٰ سے امت کے محفوظ رہنے کو۔

کہا ابو سلیمان قاسم انصاری نے کہ:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات بلند درجے اور عالی مرتبے پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی طرف وحی کیا اور فرمایا:

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ساتھ کس مرتبہ اور شان کے ہم آپؐ کو شرف اور بزرگی دیں؟"

تو حضورؐ نے عرض کیا:

"اے میرے رب تو ہی بہتر جانتا ہے۔"

پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

"آپؐ کے لیے میرے بندے ہونے کا مرتبہ بہت اعلیٰ اور عظیم الشان ہے۔"

پس اسی مرتبہ اور شان کے ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ فرمان نازل فرمایا:

"سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہ"

یعنی پاک ذات ہے اس مالک کی جس نے اپنے بندے کو راتوں رات سیر کرائی اور اسی کی تشریح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا ہے:

"کہ میری شان میں غلو و مبالغہ نہ کرنا جس طرح کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہہ کر کافر ہو گئے اور اے میری امت کے لوگو تم مجھے اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہی کہنا اور ماننا تاکہ تم عیسائیوں کی طرح گمراہ اور بد راہ نہ ہو جاؤ۔

۲۔ ملا علی قاریؒ

"عبدہ" کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وقدم العبودیة مقتدمها وجرد علی الرسالة والدلالة علی عدم استنکافة عن ذالک المقام بل الاشارة الی انه علیه الصلوة والسلام مفتخر بذالک المرام۔

لا تدعنی الابیاعبدها　　فانه اشرف اسمائها"

(شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ص ۷۲)

ترجمہ: آپؐ کے "عبدہ" یعنی بندہ ہونے کو رسول یا مقام رسالت سے اس لیے مقدم کیا ہے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ بندہ ہونا آپ کی شان کے منافی نہیں بلکہ بندہ ہونا آپ کے لیے انتہائی فخر اور باعث عزت ہے۔

چنانچہ عربی شاعر نے اس حقیقت کو شعر میں یوں بیان کیا ہے کہ:

"مجھے بندہ کے سوا دوسرے نام سے قطعاً" یاد نہ کیا جائے' اس لیے کہ عبد سے موسوم ہونا انتہائی شرف و کمال ہے۔"

بانی مذہب بریلویہ

احمد رضا خان صاحب نے امام ابوحنیفہؒ کے قول و فتویٰ کو تسلیم کرتے ہوئے تصدیقی مہریوں ثبت کی ہے۔

"تمہارا دین یہ ہے اشهد ان محمدا عبده رسوله "عبدہ" پہلے فرمایا اور رسولہ" بعد کو' کہ عبد کے درجہ سے نہ بڑھانا۔"

(ملفوظات احمد رضا خان صاحب حصہ چہارم ص ۷ ۳ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں)

خان صاحب کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے پہلے ہیں اور رسول بعد کو۔ لہٰذا یاد رہے کہ آپؐ کو بندہ کے مقام سے نہ بڑھانا۔

یہ مدعی اسلام تو ہیں ساتھی ہیں مگر بیگانوں کے
تقویٰ کی تو بو ہی نہیں اور رنگ نہیں ایمانوں میں

۵ - نور ہدایت و نبوت

بریلوی دوست اہل حدیث سے بیزاری کا جو باطل پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک بہتان یہ بھی ہے کہ:

"اہل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے سے انکاری ہو کہ آپ کی توہین کا موجب ہیں۔"

لہٰذا باطل پرستوں کے باطل پراپیگنڈا کی حقیقت خود بریلویہ کی قلم ہی سے ملاحظہ فرمایئے۔

حکیم الامت بریلویہ

مفتی احمد یار صاحب اپنے مصنفہ "رسالہ نور" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کے نور ہونے کے نہ تو یہ معنی ہیں کہ:

الف ۔ حضورؐ خدا کے نور کا ٹکڑا ہیں۔

ب - نہ یہ کہ رب کا نور حضور کے نور کا مادہ ہے۔

ج - نہ یہ کہ حضور خدا کی طرح ازلی ' ابدی ذاتی نور ہیں۔

د - نہ یہ کہ رب تعالیٰ حضورؐ میں سرایت کر گیا ہے۔

تاکہ شرک و کفرلازم آئے۔ آپ ایسے ہی نور ہیں' جیسا کہ اسلام اور قرآن نور ہیں۔ (رسالہ نور مصنفہ مفتی احمد یار گجراتی ص ۷ مطبوعہ مشہور آفسٹ لیتھو پریس کراچی)

نور کی وضاحت

فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن شریف یا اسلام یا فرشتے عطائی طور پر رب کے بنانے سے نور ہیں کہ اسی نے انہیں نور بنایا' یہ نور بن گئے۔"

(رسالہ نور ص ٦)

رسول اللہؐ نور ہدایت ہیں

آگے چل کر نور سے متعلق مفسرین کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔

۱۔ چنانچہ تفسیر روح البیان کے حوالے سے "سراجا منیرا" کی تفسیر نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فهو الذی جعل اللہ له فارسله الی الخلق"

ترجمہ: اللہ تعالٰی نے حضورؐ کو نور بنایا اور خلق کی طرف بھیجا۔

۲۔ مزید لکھتے ہیں۔

"تفسیر بیضاوی نے اسی آیت کے تحت فرمایا ہے۔"

"ویقبس من نوره انوار البصائر"

ترجمہ: حضور کے نور سے بصیرت کے نور حاصل کیے جاتے ہیں۔

(رسالہ نور ص ۱۵ مفتی احمد یار خان گجراتی)

مفتی بریلویہ

کی تحریر سے اظہر من الشمس ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے ذاتی نور سے نہیں۔

جو یہ عقیدہ رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نور کا جزو یا حصہ ہیں' یا اللہ تعالیٰ کا نور آپؐ میں سرایت کر گیا ہے' وہ کافر و مشرک ہے۔ جیسا کہ مفتی صاحب کے الفاظ :

(تا کہ کفر شرک لازم آئے"

سے ظاہر ہے۔ بلکہ حضورؐ ویسے ہی نور ہیں جیسا کہ اسلام اور قرآن مجید نور ہیں۔

کنز الایمان ترجمہ قرآن اور تفسیر خزائن العرفان

حکیم الامت بریلویہ کی بیان کردہ حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے اب بریلویہ کے امام و مقتداء کے ترجمہ اور سید المفسرین بریلویہ کی تفسیر کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

۱ - فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا (تغابن)

ترجمہ : تو ایمان لاؤ' اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر جو ہم نے اتارا۔"

سید المفسرین تفسیر کرتے ہوئے اس پر لکھتے ہیں :

"نور سے مراد قرآن شریف ہے' کیوں کہ اس کی بدولت گمراہی کی تاریکیاں دور ہوتی ہیں اور ہر شے کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔"

۲ - قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین ○ (پ ٦ - مائدہ - ع ۳)

ترجمہ : بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔" (کنز الایمان)

"سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا۔ کیونکہ آپؐ سے تاریکی کفر دور ہوئی اور راہ حق واضح ہوئی۔" (خزائن العرفان)

۳ - وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا ○ (پ ۲۲ - احزاب - ع ٦)

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا ہے اور چمکا دینے والا نور ہے۔" (کنز الایمان)

"درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ کے نور نبوت نے پہنچائی اور کفر و شرک کے ظلمات شدیدہ کو اپنے نور حقیقت افروز سے دور کردیا

اور خلق کے لیے معرفت الٰہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کردیں اور ضلالت کی تاریک وادیوں میں راہ گم کرنے والوں کو اپنے نور ہدایت سے راہ یاب فرمایا اور اپنے نور نبوت سے ضمائر و ابصار اور قلوب و ارواح کو منور کیا۔" (خزائن العرفان)

سید المفسرین کے زیر خط الفاظ

نور نبوت ' نور ہدایت اعلان کر رہے ہیں کہ :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہدایت ہیں"

مبارک ہیں وہ لوگ جو نور نبوت کی درخشانی سے نور ایمان سے فائز ہوئے۔

نور نبوت و ہدایت سے متعلق قائد بریلویہ کا فیصلہ

خان صاحب نے رہتی دنیا تک کی بریلویت کے لیے آخری وقت بستر مرگ پر جو آخری وصیت فرمائی اور نور نبوت کا فیصلہ کر گئے ' ملاحظہ فرمایئے۔

"اس وق دو وصیتیں آپ سے کرنا چاہتا ہوں' ایک تو اللہ (جل جلالہ) ورسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور دوسری خود میری۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رب العزت کے نور ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ روشن ہوئے' ان سے تابعینؒ روشن ہوئے' تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے' ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے' ان سے ہم روشن ہوئے۔

اب ہم تم سے کہتے ہیں' یہ نور ہم سے لو۔ تمہیں اس کی ضرورت ہے کہ تم روشن ہو۔

وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول کی سچی محبت' ان کی تعلیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم' اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت۔" (وصایا شریف حضرت خان صاحب ص ۳ مطبوعہ کوآپریٹو پرنٹنگ پریس لاہور)

خان صاحب کی وصیت

کے الفاظ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ نور ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطہ و ذریعہ سے تابعین ائمہ مجتہدین و محدثین رحمہم اللہ میں منتقل ہوتا ہوا قیامت تک جاری و باقی ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ وہ نور نبوت اور ہدایت ہی ہے جس کی ضیا باریاں رہتی دنیا تک اہل ایمان کو مستفید کرتی رہیں گی۔

حکیم الامت اور سید المفسرین بریلویہ کی تشریح اور امام بریلویہ کی وصیت سے اظہر من الشمس ہو چکا کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نور سے نہیں بلکہ آپؐ قرآن مجید اور اسلام کی طرح نور ہدایت ہیں۔"

مبارک ہیں وہ لوگ جو کہ نور ہدایت سے مستیز ہیں۔

رمز و ایماء اس زمانے کے لیے موزوں نہیں
اور آتا بھی نہیں مجھ کو سخن سازی کا فن

۶۔ علم غیب

اہل السنت کا عقیدہ ہے کہ:

الف "علم غیب ذاتی طور پر صرف اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے۔"

ب اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی فرشتہ، جن، نبی یا ولی کو بالکل نہیں۔

ج اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو غیب دان جاننا کفر و شرک ہے۔"

قرآن مجید کی اکثر آیات میں اس کی تصریح ہے۔ بطور مثال چند آیات اور ان کا ترجمہ و حاشیہ رضاخانی ترجمہ قرآن مجید سے ———— ملاحظہ فرماتے چلئے۔

۸ - وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو ويعلم ما في البر والبحر وما تسقط من ورقة الا يعلمها ولا حبة في ظلمت الارض ولا رطب ولا

یابس الا فی کتاب مبین ○ (پ ۷ - سورہ انعام - رکوع ۷)
ترجمہ : اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی ' انہیں وہی جانتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ خشکی اور برتری میں ہے اور جو پتا گرتا ہے' وہ اسے جانتا ہے اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں۔ اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک ' جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔" (ص ۱۰ - رضاخانی ترجمہ قرآن ص ۱۶۰ حاشیہ نمبر۹ میں سید المفسرین بریلویہ نے لکھا ہے۔

"کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے' اللہ تعالیٰ نے ماکان وما یکون کے علوم اس میں مکتوب فرمائے ہیں۔ (حاشیہ ص ۱۶۰)

۲ - قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یومنون ○ (پ ۹ - سورہ اعراف - رکوع - ۲۳)
ترجمہ : تم فرماؤ ' میں اپنی جان کے بھلے برے کا خودمختار نہیں۔ مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے ف ۸ اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کرلی ہوتی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی۔ ف ۹ میں یہی ڈر ف ۱۰ اور خوشی سنانے والا ہوں انہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔"

حاشیہ میں لکھا ہے :

"معنی یہ ہیں کہ میں اپنی ذات سے غیب نہیں جانتا' جو جانتا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی اطلاع اور اس کی عطا سے ------ بھلائی جمع کرنا اور برائی نہ پہنچنا' اسی کے اختیار میں ہو سکتا ہے جو ذاتی قدرت رکھے اور ذاتی قدرت وہی رکھے گا جس کا علم بھی ذاتی ہو۔ کیونکہ جس کی ایک صفت ذاتی ہے اس کے تمام صفات ذاتی۔ تو معنی یہ ہوئے کہ اگر مجھے غیب کا علم ذاتی ہوتا تو قدرت بھی ذاتی ہوتی اور میں بھلائی جمع کرلیتا اور برائی نہ پہنچنے دیتا۔
بھلائی سے مراد راحتیں اور کامیابیاں اور دشمنوں پر غلبہ ہے۔ یہ بھی ہو سکتا

ہے کہ بھلائی سے مراد سرکشوں کا مطیع اور نافرمانوں کا فرمانبردار اور کافروں کا مومن کرلینا ہوا اور برائی سے بدبخت لوگوں کا باوجود دعوت کے محروم رہ جانا تو اصل کلام یہ ہوگا کہ اگر میں نفع و ضرر کا ذاتی اختیار رکھتا تو اسے منافقین و کافرین تمہیں سب کو مومن کر ڈالتا اور تمہارے کفری حالت کی مجھے تکلیف نہ پہنچتی۔"

(رضاخانی ترجمہ قرآن ص ۲۰۸)

بریلوی مشائخ کا ترجمہ و تفسیر

مسلمانوں کو آگاہ کررہے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کلی ہوتا اور آپ مختار کل بھی ہوتے تو یقیناً آپ کو کوئی دکھ و رنج نہ پہنچتا اور نہ ہی کوئی کافر و منافق باقی رہتا اور نہ ہی آپ کو عمر بھر کوئی بیماری' یا کفار و منافقین کی طرف سے پریشانی ہوتی۔

مزید سنئے

قل لو کان البحر مدادا لکلمت ربی لنفد البحر

(پ ۱۶ خاتمہ سورہ کہف)

سید المفسرین بریلویہ

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے شان نزول کی سرخی سے دوسرا قول یوں نقل کرتے ہیں۔

۲- ایک قول یہ ہے کہ جب آیت کریمہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ○ نازل ہوئی تو یہود نے کہا کہ :

"ہمیں توریت کا علم دیا گیا ہے اور اس میں ہر شے کا علم ہے۔"

اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔

مدعا یہ کہ ہر شے کا علم بھی علم الٰہی کے حضور قلیل ہے اور اتنی بھی نسبت نہیں

رکھتا، جتنی ایک قطرے کو سمندر سے ہو۔"

خان صاحب کا فیصلہ

سید المفسرین بریلویہ کے پیش کردہ قول کی تشریح خود امام بریلویہ کی زبان سے سنئے۔

"ہم اہل السنت والجماعت کا مسئلہ علم غیب میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ نے حضورؐ کو علم غیب عنایت فرمایا:

رب عزوجل فرماتا ہے:

وما هو على الغيب بضنين ○

ترجمہ: یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔

تفسیر معالم و تفسیر خازن میں ہے۔

"یعنی حضور کو علم غیب آتا ہے وہ تمہیں بھی تعلیم فرماتے ہیں۔"

(ملفوظات حصہ اول ص ۳۴)

خان صاحب کے الفاظ

اعلان کر رہے ہیں کہ:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل و علا کی طرف سے جو علم غیب عطا ہوا، وہ بلا بخل آپؐ نے امتیوں کو پہنچا دیا، کوئی چیز چھپا نہیں رکھی۔"

آگے چل کر بکمال وضاحت خان صاحب خود ہی فرماتے ہیں:

"میں نے اپنی تمام کتابوں میں تصریح کردی ہے کہ اگر تمام اولین و آخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الٰہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہو سکتی جو ایک قطرے کے کروڑویں حصہ کو کروڑ سمندر سے ہے۔" (ملفوظات حصہ اول ص ۳۵)

اٹل فیصلہ

سے اظہر من الشمس ہے کہ تمام انبیاء و رسل اور اولین و آخرین (جن میں خود

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں) کو جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے وہ پورے کا پورا علم ذات باری تعالیٰ کے علم کے بالمقابل ایسا ہی ہے جیسا کہ کروڑ ہا سمندروں کے سامنے ایک قطرہ کا کروڑواں حصہ۔

امام بریلویہ کا باطل شکن وار

اگرچہ بریلوی ترجمہ و تفسیر اور ملفوظات سے علم غیب کلی کے قائلین کی تردید ہو چکی مگر آخری باطل شکن وار بھی ملاحظہ فرماتے چلیے۔

خان صاحب اپنے خود نوشت رسالہ "خالص الاعتقاد" میں لکھتے ہیں:

"ہماری تقریر سے روشن و تاباں ہو گیا کہ تمام مخلوق کے جملہ علوم مل کر بھی علم الٰہی سے مساوی ہونے کا شبہ اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دل میں اس کا خطرہ بھی گزرے۔

ہم قاہر دلیلیں قائم کر چکے کہ علم مخلوق کا جمیع معلومات الہیہ کو محیط ہونا عقل و شرع دونوں کی رو سے یقیناً محال ہے۔

علم ذاتی اور علم بالاستیعاب محیط تفصیلی یہ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہیں۔ بندوں کے لیے صرف ایک گونہ علم ۔عطائے الٰہی ہے۔ ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں، نہ غیر کے لیے علم بالذات جانیں اور عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع۔

میرا مختصر فتویٰ ابناء المصطفیٰ، بمبئی مراد آباد میں تین بار ۱۳۱۸ھ سے ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو کر شائع ہوا۔ ایک نسخہ اس کا رسالہ "الکلمۃ العلیا" کے ساتھ مطبوعہ ہوا، مرسل خدمت ہے۔ اس سے بڑھ کر جس امر (علم غیب کلی) کا اعتقاد، میری طرف کوئی نسبت کرے، مفتری و کذاب اور اللہ کے یہاں اس کا حساب ہے۔" (خالص الاعتقاد۔ شائع کردہ مرکزی حزب الاحناف ہند۔ مطبوعہ ۲۸ ۔ رمضان ۱۳۶۱ھ)

بریلوی دوستو

خان صاحب نے اعلان کردیا کہ ہم علم غیب کلی کے ہرگز قائل نہیں اور نہ ہی ایسا فتوئی دینے کی ہمیں جرات ہے کہ ہم علم الٰہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی مساوات مانیں۔

پس اگر کوئی بے عقل اور دین سے ناواقف میری طرف علم غیب کلی کی نسبت کرے تو وہ مفتری و کذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس کا حساب۔

عجب مشکل میں آیا سینے والا جیب و داماں کا
جو یہ ٹانکا تو وہ ادھڑا جو وہ ٹانکا تو یہ ادھڑا

مفتی احمد یار صاحب گجراتی

خان صاحب اور مفتی نعیم الدین صاحب کی تصریحات کے بعد اب حکیم الامت بریلویہ کا فیصلہ بھی "جاء الحق" طبع ہفتم سے ملاحظہ فرماتے چلئے:

"غیب وہ چھپی ہوئی چیز ہے، جس کو انسان نہ تو آنکھ، ناک، کان وغیرہ حواس سے محسوس کرسکے اور نہ بلا دلیل بداعۃً عقل میں آسکے۔
لہٰذا پنجاب والے کے لیے بمبئ علم غیب نہیں کیونکہ وہ یا تو آنکھ سے دیکھ آیا ہے، یا سن کر کہہ رہا ہے کہ بمبئ ایک شہر ہے۔ یہ حواس سے علم ہوا۔" (جاء الحق طبع ہفتم ص ۳۵)

حکیم الامت بریلویہ آگے چل کر پورے دعوے اور واضح الفاظ میں لکھتے ہیں:
"حضور علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کو رب تعالیٰ نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا۔" (جاء الحق ص ۳۹ طبع ہفتم)

مزید سنئے

"میں غیب نہیں جانتا بغیر خدا کے بتائے" (حوالہ مذکور ص ۸۷)

وضاحت

سے مفتی صاحب بحوالہ تفسیر صلوی اعلان کرر ہے ہیں۔

۱- لو کان لی علم حقیقی بان اقدر علی ما ارید وقوعہ لاستکثرت من الخیر

حضور کا علم غیب جاننا نہ جاننے کی طرح ہے کیونکہ آپؐ اس چیز کے بدلنے پر قدرت نہیں جو اللہ تعالٰی نے مقدر فرمائیں تو معنی یہ ہوئے کہ اگر مجھ کو علم حقیقی ہوتا اس طرح کہ میں اپنی مراد کے واقع کرنے پر قادر ہوتا تو خیر بہت جمع کر لیتا۔" (جاء الحق ص ۸۸)

مکمل تشریح

کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ اس آیت کے بھی مفسرین نے دو مطلب بیان فرمائے ہیں۔

۱- غیب ذاتی کوئی نہیں جانتا۔

۲- کل غیب (علم غیب کلی) ——— کوئی نہیں جانتا۔"

(جاء الحق طبع ہفتم ص ۹۱)

معاملہ صاف کر دیا

لکھتے ہیں:

"مدارک کی اس توجیہ سے معلوم ہوا کہ ان کی اصطلاح میں، جو علم عطائی ہو اسے غیب نہیں کہا جاتا۔ غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں۔"

فتاوٰی بزازیہ

فقہ حنفیہ کی مستند کتاب ہے، جس سے خان صاحب بھی اپنی مصنفات میں حجت پکڑتے ہیں۔ اگر تصدیق مطلوب ہو تو احکام شریعت حصہ سوم ملاحظہ فرمایئے۔

خلاصہ یہ کہ حکیم الامت بریلویہ نے "جاء الحق" میں جو یوں لکھا ہے کہ:

"علم غیب عطائی کو علم غیب کہنا ہی جہالت ہے۔"

فتاویٰ بزازیہ میں اس حقیقت کو یوں آشکار کیا گیا ہے۔

"واما اعلام اللہ تعالٰی بخیار عبادہ بالوحی و الالہام لم یبق بعد الاعلام غیبا"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جب کہ اپنے برگزیدہ بندوں (انبیاء علیہم السلام) کو بذریعہ وحی یا الہام بتا دے (ان پر ظاہر کردے) تو یہ عطائی علم ہوا جو کہ بعد اعلام و اطلاع غیب نہیں رہتا۔

خان صاحب کے دادا مرشد پیر حمزہ شاہ سے سنئے

"علم غیب خاص رب العزت کی صفت ہے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے اور جو رسول اللہ صلی اللہ کو عالم الغیب کہے' وہ بے دین ہے اس واسطے کہ آپؐ کو بذریعہ وحی کے امور مخفیہ کا علم ہوا تھا جسے' علم غیب کہنا گمراہی ہے۔

ورنہ جمیع مخلوقات نعوذ باللہ عالم الغیب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عطائے الٰہی علم ہوا' آپؐ نے وہ امت کو پہنچا دیا مثلاً پورا قرآن مجید علم غیب ہی ہے جو ہمارے سامنے اور علم میں ہے۔" (خزینۃ الاولیاء ص ۱۵)

ہمارا کام ہے کہنا بتا دینا   تمہارا کام ہے مانو' یا نہ مانو

مستند کتب فقہ حنفیہ

بریلویت کے بانی و امام کا فیصلہ آپ ملاحظہ فرما چکے۔ اتمام حجت کے لیے اگرچہ اسی قدر کافی ہے۔ تاہم فقہائے احناف کا متفقہ عقیدہ اور فیصلہ بھی ایک نظر دیکھتے چلئے۔

ہندوستان کے پانچ سو حنفی علما کا متفقہ فتویٰ

اورنگ زیب عالمگیر نے فقہ حنفیہ کا خلاصہ مرتب کرنے کے لیے پانچ سو مشاہیر حنفیہ کی مجلس بٹھائی۔ چنانچہ اس عہد کے سوا لاکھ روپے کے مصارف سے جو کتاب فقہ مرتب ہوئی وہ فتاویٰ عالمگیری کے نام سے شہرہ آفاق ہے۔

قائلین علم غیب کلی کی تردید میں پانچ سو علما کی متفقہ مجلس نے جو کچھ لکھوایا وہ یہ ہے:

”رجل تزوج امراة ولم يحضر الشهود قال

خدارا و رسول را گواہ کردم او قال خدائے را و فرشتگان را گواہ کردم کفر

(فتاویٰ عالمگیری جلد ثانی ص ۲۲۴) مطبوعہ نو لکشور)

ترجمہ: اگر کوئی مرد مسلمان بغیر گواہوں کی موجودگی یہ کہہ یا سمجھ کر کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو یا فرشتوں اور خدا کو گواہ کرکے اس عورت سے اپنا نکاح کرتا ہوں تو اس نے کفر کیا۔

فتاویٰ قاضی خاں

حنفی مذہب کی کتب فقہ میں ہدایہ شریف سے بھی مستند ہے۔ بریلویہ کے علم غیب کلی کی تردید میں قاضی خان مرحوم نے جو فیصلہ دیا ہے۔ وہ بلفظہ یہ ہے:

رجل تزوج امراة بغير شهود فقال الرجل للمراة (خدا سے را و پیغامبر را گواہ کردم) قالوا يكون كفرا لانه اعتقد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب وهو ما كان يعلم الغيب حين كان فى الاحياء فكيف بعد الموت (فتاویٰ قاضی خان جلد ۴ ص ۸۸۳ مطبوعہ نو لکشور)

ترجمہ: اگر کوئی مرد مسلم کسی عورت سے بغیر شرعی گواہوں کے یوں کہہ کر نکاح کرے کہ میں اپنے نکاح کے دونوں گواہ اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کرتا ہوں تو اس نے صریح کفر کیا۔

اس لیے کہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور میرے نکاح کا آپؐ کو علم ہے۔ حالانکہ آپؐ کو کلی علم غیب اپنی زندگی میں بھی حاصل نہیں تھا پھر وفات کے بعد کیوں کر حاصل ہو سکتا ہے۔

رکن مذہب حنفی ملا علی قاری نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کی "فقہ اکبر" کی شرح میں حنفی مذہب کا متفقہ فیصلہ علم غیب کلی سے متعلق صراحت سے یوں نقل کیا ہے۔

"ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلم المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمهم اللّٰه احیانا وذکر الحنفیة تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی (صلی اللّٰه علیه وسلم) یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالٰی قل لا یعلم من فی السموت الارض الغیب الا اللّٰه" (شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵)

ترجمہ : جان تو یہ کہ انبیاء کو علم غیب نہیں تھا مگر جو کبھی اللہ تعالیٰ نے ان کو بتا دیا ——— اور حنفیوں نے اس بات کی تصریح کردی ہے کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا وہ کافر ہے۔

اس واسطے کہ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کے فرمان قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللّٰه (اعلان کردے اے میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ آسمان اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی علم غیب نہیں ہے) کے متعارض ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے موضوعات کبیر میں اہل بدعت کی جھوٹی و من گھڑت حدیثوں کو آشکار کرتے ہوئے ص ۹۹ - ۱۰۰ میں جو کچھ لکھا ہے وہ پورا مضمون تو گزر چکا ہے۔ یہاں صرف اتنا ذکر کر دینا کافی ہے کہ بدعتی یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔

"ان علم رسول اللّٰه منطبق علی علم سواء بسراء فکل ما یعلمه اللّٰه یعلم رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم (موضوعات کبیر ص ۹۹)

تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم، اللہ تعالیٰ کے علم پر پورا پورا منطبق

ہے۔ پس جس طرح تمام غیوب اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کلی ہے۔

یعنی آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرح کما حقہ ' علم ہے' حتیٰ کہ وقوع قیامت کے وقت و زمانہ کا بھی آپؐ کو علم ہے اور صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر منافقین نے جو بہتان عظیم باندھا (لگایا) آپ کو اس کے غلط و باطل ہونے کا قبل از وحی یقینی طور پر علم تھا اور ان بدعتیوں کا یہ باطل عقیدہ کتاب و سنت کے خلاف ہے اور ایسے بدعتی (محمد عمر اچھروی وغیرہ) عیسائیوں کی طرح غالی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی سنت کے مخالف و دشمن ہیں۔

چنانچہ قاری صاحب کے آخری الفاظ یہ ہیں:

"فهم اعصى الناس لامره واشرهم مخالفة لسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم (موضوعات کبیر ملا علی قاری مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۰۰)

تجھ کر کرنے ہیں ہزاروں وشت طے
مضطرب کیوں پہلی ہی منزل میں ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ

اپنی مصنفہ کتاب "مراۃ الحقیقت" میں فرماتے ہیں۔

"من يعتقد ان محمد صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب فهو كافر لان علم الغيب من صفات الله سبحانه وتعالىٰ" (مراۃ الحقیقت مطبوعہ مصر سطر نمبر ۸ ص ۸)

ترجمہ: جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کلی ہے ---- وہ کافر ہو گیا کیونکہ ایسا علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔

غنیتہ الطالبین میں بڑے پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ان الامام يعلم كل شئى ما كان وما يكون من امر الدنيا والدين

(ص ۱۹۹)

ترجمہ : رافضیوں کے عقائد باطلہ میں سے ایک یہ عقیدہ بھی ہے کہ ہمارے ائمہ معصومین کو علم غیب کلی حاصل ہے۔

پیر صاحب کی پوری عبارت پیغام جیلانی میں نقل کر دی گئی ہے۔

یا محمد کا وظیفہ اور مساجد و مکانات کے در و دیوار پر لکھنا یا کتبہ لٹکانا

بریلوی دوستوں کے غلط پروپیگنڈا اور باطل عقائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اہلحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں کیونکہ آپؐ کے اسم مبارک کا وظیفہ کرنے اور بوقت مصیبت آپ کے نام کی دہائی دینے اور امداد کے لیے پکارنے سے منع کرتے اور روکتے ہیں۔

چنانچہ مولوی محمد عمر اچھروی مقیاس حنفیت میں لکھتے ہیں :

اس حدیث پاک سے دو مسئلے ثابت ہوئے۔

۱ - عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مصیبت کے وقت یا محمداہ یعنی متصرف فی الامور سمجھ کر غائبانہ اپنی حاجت میں پکارنا۔

۲ - یا حرف ندا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھنا۔

یہ ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ اور عمل و فتویٰ' جو خیرالقرون سے ہے۔" (مقیاس حنفیت طبع اول ص ۲۱۲۰۰۔ طبع ثالث ص ۴۸۶)

دروغ گو را حافظہ نباشد

آپ نے یہ مثل و کہاوت سنی تو ضرور ہو گی۔ اگر ایسا دروغ گو انسان

دیکھنا میسر نہ ہوا ہو تو آیئے آپ کو مشہور بریلوی واعظ مولوی محمد عمر دکھائیں جو ان سطور میں یامحمد کہہ کر پکارنے کا ثبوت پیش کررہے ہیں لیکن شروع کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے اسم گرامی "یامحمد") سے کہہ کر پکارنے کو منع و حرام قرار دے چکے ہیں۔

چنانچہ طبع اول ص ۸۲ طبع ثالث ص ۲۴۱ میں لکھتے ہیں:

"لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا

(سورہ نور – رکوع ۹)

ترجمہ: اے مومنو! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے نہ بلاؤ (پکارو) جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو (نام لے کر) بلاتے ہو۔"

ہم بھی قائل تیری نیرنگی کے ہیں یاور ہے او زمانہ کی طرح رنگ بدلنے والے

حکیم الامت بریلویہ کا فتویٰ

مفتی احمد یار گجراتی جو بریلویہ میں حکیم الامت کے نام سے مشہور اور صاحب تصنیف ہیں، اپنی مایہ ناز کتاب "جاء الحق" میں لکھتے ہیں:

"حضور علیہ السلام کو یامحمد یا اے ابراہیم کے باپ یا اے بھائی، بلوا وغیرہ برادری کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہے اور اگر اہانت کی نیت سے پکارا تو کافر ہے (جاء الحق مصنفہ مفتی احمد یار بدایونی طبع ہفتم ص ۱۶۴)

مزید صراحت سے مفتی صاحب فرماتے ہیں:

۱۔ "ان (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام لے کر (یا محمد کہہ کر) نہ بلاؤ۔ جیسے بعض (تمہارے) بعض کو بلاتے ہیں۔" (جاء الحق طبع ہفتم ص ۱۶۵)

اور سنئے۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

۲۔ "ان کو نام سے پکارنا یا بھائی وغیرہ کہنا حرام ہے۔"

تفسیر روح البیان میں زیر آیت لا تجعلوا ہے:

"والمعنی لا تجعلوا نداء کم ایاہ وتسمیتکم لہ، کندا ء بعضکم بعضا

لاسمه مثل یا محمد و یاابن عبد اللّٰہ"

ترجمہ: معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا یا نام لینا' ایسا نہ بناؤ جیسا کہ بعض لوگ بعض کو نام سے پکارتے ہیں' جیسے یا محمد اور یا ابن عبداللہ (جاء الحق ص ۱۶۵)

مفتی بریلویہ نے تو صرف تفسیر روح البیان کے حوالہ پر اکتفا کیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ جملہ مفسرین اہل سنت نے:

"یا محمد کہہ کر پکارنے کو کفرو حرام اور موجب حبط اعمال" قرار دیا ہے۔

دوسرے مفسرین و شارحین حدیث سے قطع نظر مذہب حنفی کے شارح کا فیصلہ ایک نظر دیکھتے چلئے۔

قاری صاحبؒ مرقاۃ شرح مشکوۃ

کتاب الایمان کی مشہور حدیث اخبرنی عن الاسلام الحدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں:

"قال ناداه باسمه اذا الحرمة تختص بالامة فی زمانه او مطلقا وهو ملک معلم ویویده قوله تعالٰی" لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا اذا الخطاب للادمیین فلا یشتمل الملائکة لا بدلیل او قصد به المعنی الوصفی دون المعنی العلمی ولم ارمن ذکر واما ماورد فی الصحاح ن نداء بعض الصحابة باسمه فذالک قبل التحریم وقیل اثره زیادة فی التعمیة اذ کانو یعتقدون انه لا ینادیه به الا العربی الجلف یحتمل ان یکون هذا قبل التحریم ندائه صلی اللّٰه علیه وسلم (مرقاۃ شرح مشکوۃ کتاب الایمان جلد ۱ ص ۴۵ مصری)

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد اس وقت خطاب کیا جب کہ قرآن مجید میں امت کو یا محمد کہہ کر پکارنے کی حرمت و ممانعت

نازل ہو چکی تھی۔

تو مطلب یہ ہو گا کہ امت کو تو آپ کی حین حیات یا محمد کہہ کر پکارنا منع و حرام ہے اور جبرائیل کو بحیثیت فرشتہ و معلم کے جائز اور امت کو "یا محمد" کہہ کر پکارنے کے حرام و منع کی پہلی آیت شریفہ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا ہے۔

یعنی نہ پکارو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو' لیکن ملائکہ اس سے بوجہ غیر جنس ہونے کے مستثنٰی ہیں اور کتب صحاح میں جو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپ کو نام لے کر پکارنا مروی ہے' وہ سب روایات قبل تحریم یعنی نزول آیت سے پہلے کی ہیں۔

قاری صاحب کے فیصلہ سے ظاہر ہو گیا ہے کہ جن روایات میں صحابہ کا یا محمد کہہ کر پکارنا وارد ہے وہ روایات تحریم سے پہلے کی ہیں۔

لہذا اچھروی صاحب کا ادب مفرد وغیرہ کے حوالہ سے یا محمد کہہ کر پکارنے کا ثبوت خود اچھروی کے مسلمہ امام کے فتویٰ ہی سے غیر معتبر ثابت ہو گیا۔

پاس انہیں گر اپنا ذرا ہو جان اپنی بھی ان پہ فدا ہو
کرتے ہیں نا منصفیاں اور کہتے ہیں نافرماں ہمیں

آخری فیصلہ

اگرچہ حکیم الامت بریلویہ اور حنفی شارحؒ کا فیصلہ ہوتے ہوئے مزید سند و دلیل کی ضرورت نہیں تاہم کنز الایمان ترجمہ قرآن مجید میں اعلیٰ حضرت بریلویہ نے مذکورہ آیت شریفہ کا ترجمہ یوں لکھا ہے:

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا کہ تم ایک دوسرے کو نام سے پکارتے ہو۔

خان صاحب نے آیت شریف :

یاایها الذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فرق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم بعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ○

(ابتداء حجرات ص ۲۶)

ترجمہ : اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو' نبیؐ کی آواز سے اور ان کے حضور چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو۔ کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔" (کنز الایمان)

صدرالافاضل تفسیری نوٹ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں :

"اس آیت میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اجلال و اکرام و ادب و احترام تعلیم فرمایا گیا اور حکم دیا گیا کہ ندا کرنے میں ادب کا پورا لحاظ رکھیں۔

جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہیں' اس طرح نہ پکاریں بلکہ کلمات ادب و تعظیم و توصیف و تکریم و القاب عظمت کے ساتھ عرض کرو جو عرض کرنا ہو' کہ ترک ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے۔

(رضاخانی ترجمہ قرآن مجید ص ۷۳۳ مطبوعہ کراچی)

امام بریلویہ کا اصل فیصلہ

اگرچہ قاری صاحب کے تشریحی الفاظ کے ہوئے کسی بھی حنفی کو انکارواعراض کی گنجائش نہیں' تاہم خان صاحب کا فیصلہ بھی سنتے چلیے۔ لکھتے ہیں کہ

"عموم آیات قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار (حدیث) احاد سے اسناد محض ہرزہ بافی ہے۔" (انباء المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم' احمد رضا خان صاحب ' مطبوعہ گلزار عالم پریس لاہور ص ٦ بار ہفتم)

حدیث جب کہ قرآن مجید کی آیات کے عموم کے خلاف ہو تو اسے تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ غرضیکہ اگر کوئی حدیث "یا محمد" کہنے کے ثبوت میں مل بھی جائے تو وہ آیات تحریم کے خلاف ہونے کی وجہ سے بقول امام بریلویہ ناقابل قبول و عمل ہی نہیں بلکہ ہرزہ بافی قرار دی جائے گی۔ لہٰذا اچھروی وغیرہ کی ہرزہ بافی بیکار ہو کر رہ گئی۔

ٹکڑے ٹکڑے کر کے امت کو پریشاں کر دیا !

خود بڑی تقریر کے ماہر بنے ہیں آپ

بریلوی ترجمہ و تفسیر اور خان صاحب کے پیش کردہ اصول حدیث سے عیاں ہے کہ :

"اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپؐ کو آپؐ کے اسم مبارک سے پکارنے کو منع اور حرام قرار دیا ہے۔"

پس جو شخص آپؐ کے بعد وفات کے یا محمد کہہ کر پکارتا ہے۔ اس سے بڑھ کر آپؐ کا بے ادب اور اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور کون ہو گا؟

یا محمد درودیوار یا کتبہ پر لکھا ہوا سامنے آئے گا تو دیکھنے والے کے ذہن میں فوراً یا محمد کی آواز و خیال پیدا ہو گا' جس سے آپؐ کی بے ادبی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوگی۔

مگر ہمارے بریلوی دوست ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اس درجہ کمربستہ ہیں کہ اپنے امام و بانی مذہب کے ترجمہ و تفسیر بلکہ اصول حدیث کو بھی ٹھکراتے ہوئے' دکان' مکان' مساجد کے درودیوار' قاعدے' سپارے قرآن مجید کے شروع' کیلنڈروں' حتیٰ کہ کاروں' بسوں اور ٹرکوں وغیرہ پر یا محمد لکھنے کو فخر اور باعث ثواب سمجھے ہوئے ہیں۔

حالانکہ ان کا یہ فعل و عمل اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے بلکہ یہ وہ بدعت ہے جو صرف شیطان ہی کی ایجاد ہے

اور آیت شریفہ :

تزین لهم الشیطان اعمالهم فهو ولیهم الیوم ولهم عذاب الیم ○
(پ ۱۴۔ سورہ نحل ۔ رکوع ۸)

کا مصداق ہے۔

تفسیر و ترجمہ ' رضاخانی مترجم قرآن مجید سے پڑھئے۔

"شیطان نے ان کے کرتک (کرتب و اعمال) ان کی آنکھوں میں بھلے کر دکھائے۔ تو آج وہی ان کا رفیق ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

سید المفسرین بریلویہ اس کی تفسیر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں :

"اور انہوں نے اپنی بدیوں کو نیکیاں سمجھا' دنیا میں اسی (شیطان) کے کہے پر چلتے ہیں اور جو شیطان کو اپنا رفیق کار بنائے وہ ضرور ذلیل و خوار ہوا۔ یا یہ معنی کہ روز آخرت شیطان کے سوا انہیں کوئی رفیق نہ ملے گا اور شیطان خود ہی گرفتار عذاب ہوگا' ان کی کیا مدد کرے گا۔

بریلوی دوستو !

ضد و عناد اور کینہ کو دل سے نکال کر ٹھنڈے دل سے غور کرو کہ ہم آپ کے سامنے صرف وہی کچھ پیش کرتے ہیں جو کہ آپ کے مقتداء یا بانی بریلویت کا مذہب وفتویٰ ہے۔

پس اگر اہل حدیث آپ کے بزرگوں کا فتویٰ پیش کرنے سے گمراہ ہیں تو آپ کے بزرگ کیوں کر عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور متقی و پرہیزگار ہو سکتے ہیں ؟

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر
دار دنیا سے کسی روز سفر ہے کہ نہیں
داور محشر کا کچھ خوف و خطر ہے کہ نہیں

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و موجود ہیں؟

بریلوی دوستوں کے باطل عقائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ زمین و آسمان میں موجود ہیں۔"

حالانکہ یہ کفار قدیم اور موجودہ بت پرستوں کا مذہب و عقیدہ ہے اور اسی عقیدہ کی بنا پر وہ اپنے بزرگوں کے بت بنا کر سامنے رکھتے ہوئے یہ خیال دل میں رکھتے ہیں کہ:

"ہمارے بزرگوں کے ارواح' جہاں جہاں بھی ان کے مجسّمے موجود اور رکھے ہیں ان میں جلوہ گر اور حاضر ہیں۔"

مسلمہ بزرگ کا فتویٰ

بڑے پیر صاحب نے (جن کو بریلوی دوست زبانی کلامی قادر مطلق اور حاجت روا مانتے ہوئے ان کے نام کی گیارہویں دیتے اور وظیفے پڑھتے ہیں' غنیۃ الطالبین میں اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ حاضر و موجود ماننے والوں کی تردید یوں فرمائی ہے۔

"وھو بجھۃ العلو مستو علی العرش مجتو علی الملک محیط علمہ بالاشیاء الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ

(غنیۃ الطالبین ص ۱۳۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت اوپر کی جانب عرش معلی پر زمین و آسمان کی پوری مملکت پر اس طرح احاطہ کیے ہوئے ہے کہ ہر شے کا اسے علم ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ "الیہ یصعد الکلم الطیب الایتہ"

مزید سنئے پیر صاحب فرماتے ہیں:

"ولا یجوز وصفہ بانہ فی کل مکان بل یقال انہ فی السماء علی

العرش (غنیۃ الطالبین مترجم مطبوعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۳۶)

ترجمہ: یہ کہنا یا عقیدہ رکھنا جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ موجود ہے بلکہ یہ کہنا اور عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اللہ کی ذات عرش پر ہے اور اس کا علم ہر شے اور ہر مکان کو محیط ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کا فیصلہ بھی ان کی تصنیف کتاب الوصیت سے دیکھتے چلئے۔

"ونقر بان اللہ تعالٰی علی العرش استوی" (کتاب الوصیت ملحقہ فقہ اکبر مترجم مطبوعہ لاہور ص ۲۰)

ترجمہ: ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ نہیں بلکہ عرش معلی پر ہے۔

اصلیت آپ کے سامنے ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ اعلان و وصیت فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ حاضر ماننا جائز نہیں۔

جب حقیقت یہ ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر ماننا آپؐ کی توہین و بے ادبی اور امام ابو حنیفہؒ اور پیر صاحبؒ کے حکم سے بھی انکار ہی ہے (اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو نافرمانی سے بچائے)

گر اسلام کی کچھ حمیت ہے تم کو تو جلدی سے اٹھو اور اپنی خبر لو

حاضر کا معنیٰ

جو چیز آنکھوں کے سامنے موجود ہے' عرف عام میں اس کو حاضر کہا جاتا ہے۔ اور جو آنکھوں کے سامنے موجود نہ ہو اسے غیر حاضر کہتے ہیں۔

مثلاً طالب علم مدرسہ میں حاضر ہے' ملازم ڈیوٹی پر حاضر ہے اور اس کے برعکس جو طالب و علم و ملازم اپنی ڈیوٹی و حاضری کی جگہ پر موجود نہ ہو' اس کو غیر حاضر کہہ کر غیر حاضری لگائی جاتی ہے۔

عام امثال یہ ہے کہ حاضر کا لفظ ادنیٰ یعنی ملازم اور چھوٹے آدمیوں کے متعلق مستعمل ہے۔

چنانچہ حاضری کے وقت جب طلبہ یا ملازمین کی حاضری کا جائزہ لیا جاتا ہے نام لینے پر کارخانہ کا ملازم یا طالب علم کہتا ہے "حاضر جناب۔"

عدالت کی طرف سے نوٹس جاری ہوتا ہے کہ :

" تمہارے خلاف فلاں شکایت ہے' حاضر عدالت ہو۔"

تعمیل کنندہ لکھتا ہے :

حکم سے اطلاع پائی ' "حاضر" ہو جاؤں گا۔"

مطلب یہ کہ حاضر کا لفظ سامنے موجود ہونے یا طلبہ و ماتحت ملازمین اور ملزمین کے سلسلہ میں مستعمل ہے۔

لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر کے لفظ سے تعبیر کرنا ہی آپؐ کی توہین اور بے ادبی ہے۔

بزرگوں اور اعلیٰ افسروں کے لیے حاضر کا لفظ ہمارے محاورے اور لغت میں قطعاً" مستعمل نہیں بلکہ علما و مشائخ اور بادشاہ' وزیر ' حتیٰ کہ تحصیل دار' تھانیدار اور پٹواری وغیرہ ملازمین کے لیے تشریف لائے یا لائے جارہے ہیں اور تشریف رکھتے ہیں کا محاورہ مستعمل ہے۔

غرضیکہ ہر جگہ حاضر کا عقیدہ رکھنا اور حضورؐ کو ہر جگہ موجود ماننا' عقل و نقل حتیٰ کہ ہر لغت و زبان اور محاورہ کے سراسر خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان تو ایسے باطل عقیدے سے محفوظ رکھے۔

مانو نہ مانو جان جہاں تمہیں اختیار ہے
ہم نیک و بد جناب کو سمجھائے جاتے ہیں

ہر جگہ حاضر کا عقیدہ

معراج' ہجرت اور جہاد سے انکار ہے۔

بفرض محال اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ آپؐ ہر جگہ حاضر و موجود ہیں تو پھر واقعہ معراج سے انکار لازم آئے گا۔ کیونکہ آپؐ جب بیت المقدس اور آسمانوں میں پہلے ہی موجود تھے تو جبرائیل کا براق لے کر حاضر ہونا اور آپؐ کا اس پر سوار ہو کر بیت المقدس تشریف لے جانا' انبیاء علیہم السلام کی امامت' ہر آسمان کے ملا ئکہ کا مبارکباد کہنا' اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ ہم کلام ہونا' پچاس نماز کی فرضیت اور موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے تخفیف کروانا وغیرہ سب ہی معاذ اللہ ثم معاذ باللہ باطل و بیکار اور من گھڑت کہانی ثابت ہو گی۔

مکہ مکرمہ سے ہجرت اور مدینہ منورہ میں اقامت پھر جہاد اور احد میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زخمی ہونے وغیرہ کے واقعات سے انکار لازم آئے گا۔

آپ کی موجودگی میں جبکہ انبیا امام نہیں ہوسکتے تو بیت اللہ' مدینہ منورہ' مسجد نبوی حتیٰ کہ دنیا بھر کی مساجد میں کسی امتی کی امامت کیسے جائز ہو سکتی ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ مرض الموت میں جب شدت مرض کے باعث آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے پر مامور فرمایا۔

پھر چند لمحات کے بعد جب قدرے افاقہ ہوا تو دو صحابہ کے سہارے مسجد میں تشریف فرما ہوئے' صدیقؓ پیچھے کھسکنے لگے' آپؐ نے انہیں روک دیا اور ان کے بائیں جانب کھڑے ہو کر نماز پڑھائی یعنی آپؐ صدیقؓ کے امام اور صدیقؓ صحابہؓ کے امام ٹھہرے۔

جب آپؐ کا مامور فرمودہ صدیق بھی آپؐ کی موجودگی میں امام ہو کر نماز نہیں پڑھا سکتا تو پھر دوسرے کسی امتی کی امامت آپؐ کی توہین ہے یا نہیں ؟

دوسری طرز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت صدیق' فاروق' عثمان' علی اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا امام ہو کر نماز پڑھانا اس امر کا ثبوت

ہے کہ :

"ہر جگہ حاضر ہونے کا عقیدہ عہد خیرالقرون میں قطعاً" نہیں تھا۔"

اگر یہ لوگ (صحابہ کرامؓ) آپ کو حاضر مانتے ہوتے تو مصلی نبوی پر کھڑے ہو کر نماز پڑھانے اور فرائض خلافت سرانجام دینے کی جرات ہی ہرگز نہ کرتے۔

بریلوی تفسیر و ترجمہ

لغت و محاورہ اور عقلی دلائل کے قطع نظر اب بریلوی ترجمہ و تفسیر کے الفاظ سے ہر جگہ حاضر کے عقیدے کی تردید ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ واذ غدوت من اھلک تبوی المومنین مقاعد للقتال

(پ ۴ آل عمران رکوع ۴)

ترجمہ : اور یاد کرو اے محبوبؐ جب تم صبح کو اپنے دولت خانہ سے برآمد ہوئے، مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے (ص ۳)

حاشیہ : اے محبوبؐ! جب تم صبح کو اپنے دولت خانہ سے .بقصد احد برآمد ہوئے۔

جمہور مفسرین کا کا قول ہے کہ یہ بیان جنگ احد کا ہے، جس کا اجمالی واقعہ یہ ہے کہ جنگ بدر میں شکست کھانے سے کفار کو بڑا رنج تھا۔ اس لیے انہوں نے .بقصد انتقام لشکر گراں مرتب کر کے فوج کشی کی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ لشکر کفار احد میں اترا ہے تو آپؐ نے اصحابؓ سے مشورہ فرمایا۔

اس مشورت میں عبداللہ بن سلوک کو بھی بلایا گیا جو اس سے قبل کبھی کسی مشورت کے لیے بلایا نہ گیا تھا۔ اکثر انصار اور اس عبداللہ کی یہ رائے ہوئی کہ "حضور مدینہ طیبہ ہی میں قائم رہیں اور جب کفار یہاں آئیں تب ان سے مقابلہ کیا جائے۔"

یہی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی تھی۔ لیکن بعض اصحاب کی رائے

یہ ہوئی کہ "مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر لڑنا چاہیے اور اسی پر انہوں نے اصرار کیا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دولت سرائے اقدس میں تشریف لے گئے اور اسلحہ زیب تن فرما کر باہر تشریف لائے۔ اب حضورؐ کو دیکھ کر اصحاب کو ندامت ہوئی اور انہوں نے عرض کیا کہ :

"حضور کو رائے دینا اور اس پر اصرار کرنا ہماری غلطی تھی' اس کو معاف فرمایئے اور جو مرضی مبارک ہو وہی کیجئے۔"

حضور نے فرمایا کہ :

"نبی کے لیے سزاوار نہیں کہ ہتھیار پہن کر قبل از جنگ اتار دے"

مشرکین احد میں چہار شنبہ' پنج شنبہ کو پہنچے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ ایک انصاری کی نماز جنازہ پڑھ کر روزانہ ہوئے اور پندرہ شوال ۳ھ روز یک شنبہ احد میں پہنچے۔"

تفصیل کے بعد آگے چل کر لکھا ہے :

"اور مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جماعت رہی۔ جس میں حضرت ابوبکر' علی' عباس' طلحہ' سعد رضی اللہ عنہم تھے۔ اسی جنگ میں دندان اقدس شہید ہوا اور چہرۂ اقدس پر زخم آیا۔" (رضاخانی ترجمہ قرآن ص ۷۷)

ترجمہ و تفسیر کے الفاظ آپ کے سامنے ہیں اور بآواز بلند کہہ رہے ہیں کہ ہر جگہ حاضر کا بریلوی عقیدہ بالکل جھوٹ ہے کیونکہ :

الف ۔ اگر آپؐ احد میں موجود ہوتے تو دولت خانہ سے برآمد ہو کر میدان احد میں پہنچنے کی ضرورت کیا تھی ؟

ب ۔ اگر احد میں آپؐ موجود دیکھ رہے تھے تو رضاخانی تفسیر کا یہ جملہ خبر ملی کہ لشکر کفار احد میں اترا ہے۔" معاذ اللہ بے کار ہو کر رہ جائے گا۔

ج - ایک جماعت کا یہ مشورہ کہ "حضورؐ مدینہ ہی میں قائم رہیں" کا فقرہ اعلان کر رہا ہے کہ صحابہ کا متفقہ عقیدہ تھا کہ آپؐ ہر جگہ حاضر نہیں بلکہ آپ ایک ہی جگہ تشریف رکھتے ہیں۔ تب ہی تو مدینہ سے باہر نکلنے کے مشورہ کی مخالفت اور مدینہ میں قائم رہنے کی تاکید کر رہے ہیں۔

د - دوسری جماعت اس پر مصر ہے کہ مدینہ سے باہر نکل کر میدان احد میں پہنچ کر مقابلہ کیا جائے۔

ہ - بالآخر آپؐ مدینہ سے باہر نکلے اور میدان احد میں پہنچ کر مقابلہ کیا۔

و - یہ بھی حقیقت ہے کہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی امامت کا حکم آپؐ نے اپنے ایک خاص صحابی کو دیا جو تاواپسی آپؐ کی نیابت میں فرائض امامت سرانجام دیتا رہا۔

ز - صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت جو آپؐ کے ہمراہ رہی' یہ میدان احد میں ہی ہمراہ تھی۔ مدینہ منورہ میں ان بزرگوں میں سے کوئی ایک بھی نہیں تھا جس سے ظاہر ہے کہ آپؐ مدینہ میں نہیں بلکہ میدان احد ہی میں حاضروموجود تھے۔

ح - احد ہی کے میدان میں دندان مبارک کی شہادت ہوئی ہر جگہ تو کیا خود مدینہ میں ان کی شہادت کا کوئی بھی قائل نہیں جس سے ظاہر ہے کہ آپؐ مدینہ سے غیر حاضر اور احد میں حاضر تھے۔

رواج و رسم کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں
رضاکارانہ اس بیگار میں پکڑے ہوئے ہیں

۲ - والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المومنین الایۃ
(پ ۱۱ - سورہ توبہ - رکوع ۱۳)

اس آیت کا شان نزول حاشیہ میں بتفصیل لکھا ہے۔ بخوف طوالت چند اقتباسات عرض ہیں۔

"ابوعامر جو زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے پر حضورؐ سے کہنے لگا:

"آپؐ اس (مسجد ضرار) میں ایک نماز پڑھ دیجئے اور برکت کی دعا فرما دیجئے۔"

حضور نے فرمایا:

"کہ اب تو میں سفر تبوک کے لیے پابہ رکاب ہوں' واپسی پر اللہ کی مرضی ہو گی تو وہاں نماز پڑھوں گا۔"

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس ہو کر مدینہ شریف کے قریب ایک موضع میں ٹھہرے۔ (حاشیہ نمبر۹ میں لکھا ہے) اس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد ضرار میں نماز پڑھانے کی ممانعت فرمائی گئی اور جب تک حضورؐ نے قبا میں قیام فرمایا۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ مسجد قبا میں تشریف لاتے تھے۔

خلاصہ:

الف۔ اگر آپؐ ہر جگہ حاضر ہیں تو منافقین نے مسجد ضرار میں نماز پڑھانے کی خواہش کیوں کی ؟

ب ۔ جواباً" آپؐ نے تبوک کے سفر سے واپسی پر کا خیال کیوں ظاہر فرمایا ؟

ج ۔ آپؐ جب کہ ہر جگہ حاضر کے عقیدہ کے مطابق خود مسجد ضرار میں بھی حاضر و موجود ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے ممانعت کیوں فرمائی ؟

د ۔ آپؐ جب کہ عقیدہ باطلہ کی رو سے مسجد قبا میں ہمیشہ ہی حاضر ہیں تو ہر ہفتہ اہتمام سے حاضری کا مطلب و مقصد کیا ہوا ؟

۳ - ان الذین جاءو بالافک عصبة منکم الایة (پ ۱۸ - نور ع ۲)

ترجمہ : بے شک وہ ایک بہت بڑا بہتان لائے ہیں' تمہیں میں سے ایک جماعت ہے ص ۳)

سید المفسرین بریلویہ اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"بڑا بہتان سے مراد حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا ہے۔

۵ ھ میں غزوۂ بنی المصطلق سے واپسی کے وقت قافلہ قریب مدینہ ایک پڑاؤ پر ٹھہرا تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ضرورت کے لیے کسی گوشہ میں تشریف لے گئیں وہاں آپ کا ہار ٹوٹ گیا۔ اس کی تلاش میں مصروف ہو گئیں۔

ادھر قافلہ نے کوچ کیا اور آپ کا محمل (ہودج) شریف اونٹ پر کس دیا اور انہیں (محمل کسنے والوں کو) یہی خیال رہا کہ ام المومنین اس محمل شریف میں ہیں۔

قافلہ چل دیا' آپ آکر قافلہ کی جگہ بیٹھ گئیں اور آپ نے خیال کیسا کہ میری تلاش میں قافلہ ضرور واپس ہو گا۔

قافلہ کے پیچھے گری پڑی چیز کو اٹھانے کے لیے ایک صاحب رہا کرتے تھے۔ اس موقع پر حضرت صفوان اس کام پر تھے' جب وہ آئے اور انہوں نے آپ کو دیکھا تو بلند آواز سے انا للہ وانا الیہ راجعون پکارا' آپ نے کپڑے سے پردہ کر لیا' انہوں نے اپنی اونٹنی بٹھائی' آپ اس پر سوار ہو کر لشکر میں پہنچیں۔" الخ

(حاشیہ رضا خانی ترجمہ قرآن مجید ص ۴۱۸)

بریلوی دوستو !

ذرا سوچ کر جواب دو کہ :

(الف) جب آپؐ غزوۂ بنی المصطلق کے لیے تشریف لے گئے تو کیا غازی و مجاہدین اور مسجد نبوی کے نمازیوں کو یعنی دونوں جگہ آپؐ ہی خود نماز پڑھایا کرتے تھے یا کہ آپؐ صرف قافلہ مجاہدین کو نماز پڑھاتے تھے اور مسجد نبوی میں کوئی دوسرا نائب امام تھا ؟

(ب) جب آپؐ مدینہ میں بھی حاضر و موجود تھے تو پھر قریب مدینہ پہنچنے کا مطلب کیا ہوا ؟

(ج) آپؐ جب کہ ہر جگہ موجود و حاضر اور عالم الغیب تھے' پھر صدیقہؓ کے ہار ٹوٹنے'

تلاش کرنے' پیچھے رہ جانے اور خالی محمل کی روانگی وغیرہ سے آپؐ نے کیوں خبر نہ دی؟

(د) منافقین نے جو بہتان باندھا' اس کی تغلیط اور باطل ہونے کا اعلان یہ کہہ کر کیوں نہ کردیا کہ ہم تو خود صدیقہؓ کے پاس موجود تھے' تم کیوں افتراء کرتے ہو ؟

(ہ) اگر صحابہ رضوان اللہ علیہم آپؐ کو حاضر و ناظر جانتے اور مانتے ہوتے تو پھر صادق مومنین' منافقین کے بھرے میں کیوں آتے ؟ بلکہ منافقین کو یہ بہتان عظیم افتراء کرنے کی جرات ہی نہ ہوتی۔

بریلوی دوستو! حقیقت ' آپ کے بانیان مذہب کی قلم سے نقل کرتے ہوئے ناصحانہ گزارش ہے کہ خدارا ہوش کرو' جھوٹے واعظوں کے بھکاوے میں آ کر اپنی عاقبت خراب نہ کرو' وقت ہے سمجھو' سوچو اور ٹھنڈے دل سے غور کرو۔ وما علینا الا البلاغ المبین

یا نہ رکھ منزل یوسف میں قدم اے طالب
یا نہ کر شرط کہ واں گرگ نہ ہو ' چاہ نہ ہو

انکار صرف شکم پری کے لیے ہے

حقیقت سے اغماض تو ہو سکتا ہے مگر اس کا جھٹلانا اور دل سے انکار ناممکن ہے۔

مثلاً:

۱۔ فرعون نے حکومت کے نشہ اور شیطانی بھکاوے میں آ کر اللہ تعالیٰ کی ہستی سے زبانی زبانی تو انکار کیا لیکن دل سے خدا کی ہستی کا قائل تھا۔
چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

حتیٰ اذا ادرکہ الغرق قال امنت انہ لا الہ الا الذی امنت بہ بنوا اسرائیل وانا من المسلمین ○

ہمارے بریلوی دوستوں کے دل تو عقائد صحیحہ کو تسلیم کرتے ہیں' چنانچہ ان کی تصنیفات شاہد ہیں۔

اگرچہ مضمون یا سبق میں بریلوی قائدین کی قلم و زبان سے کافی شواہد ذکر ہو چکے تاہم معلومات کے لیے امام بریلویہ کا ہر جگہ حاضر و موجود ہونے سے انکار و فرار ملاحظہ فرمائیے۔

وہابی کش حدیث سے بریلویت فنا ہو گئی

خان صاحب فرماتے ہیں:

میں یہاں ایک وہابی کش حدیث بیان کرتا ہوں کہ اس مسئلہ سے متعلق عادت کریمہ تھی کبھی شب میں اپنے اصحاب کرام کا تفقد احوال فرماتے۔

۱۔ مثلاً ایک شب نمازِ تہجد میں صدیق اکبرؓ پر گزر فرمایا' صدیق اکبرؓ کو دیکھا کہ بہت آہستہ پڑھ رہے ہیں۔

۲۔ فاروق اعظم کی طرف تشریف لے گئے' ملاحظہ فرمایا کہ بہت بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔

۳۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف تشریف لے گئے۔ انہیں دیکھا کہ جا بجا سے متفرق آیتیں پڑھ رہے ہی۔ صبح ہر ایک کے طریق کا سب دریافت فرمایا۔

صدیقؓ نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! میں جس سے مناجات کرتا ہوں' اسے سنا لیتا ہوں اوروں سے کیا کام کہ بلند آواز کروں۔"

فاروقؓ نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! میں شیطان کو بھگاتا اور سوتوں کو جگاتا ہوں ــــــــ"

حضرت بلالؓ نے عرض کیا:

پاکیزہ کلام ہے کہ اللہ اس کے بعض کو بعض سے ملاتا ہے۔"

(ملفوظات شریف حصہ دوم ص ۴۴)

ناظرین بریلویہ کی وہابی کش حدیث آپ کے سامنے ہے لہٰذا انصافاً کہیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر علم غیب کلی تھا' اور آپ صحابہ رضوان اللہ علیہم کے تہجد وغیرہ کے حالات کو بخوبی جانتے تھے بلکہ خود ان کی اقامت گاہوں اور تہجد کے مصلیٰ پر حاضر اور موجود بھی تھے تو پھر آپؐ کو رات کے وقت خاص اہتمام سے چل اور گھوم پھر کر تفقد حالات کی ضرورت ہی کیا تھی۔

حدیث کو تو صحیح ماننا ہی پڑے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی اقامت گاہ سے چل کر صحابہ کے گھروں میں گھوم پھر کر تہجد کے حالات معلوم کرنے پر یقین کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں' جس کا انجام یہ ہوگا کہ :

"آپؐ صحابہ کے پاس موجود و حاضر نہیں تھے اور نہ ہی صحابہ آپؐ کو اپنے پاس حاضر مانتے تھے۔"

خلاصہ کلام یہ کہ خود بریلوی امام کی پیش کردہ حدیث نے بریلویہ کے وہمی و ہوائی "ہر جگہ حاضر کے عقیدہ" کو راکھ کا ڈھیر کردیا ہے۔

مزید ثبوت خان صاحب لکھتے ہیں :

"مدینہ طیبہ میں مجاورت ہمارے ائمہ کے نزدیک مکروہ ہے کہ حفظ آداب نہیں ہو سکے گا۔ (احکام شریعت حصہ دوم ص ۸۴)

میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کا نشیمن

خان صاحب کا فتویٰ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ مدینہ طیبہ ہے تو تمام روئے زمین سے بھی افضل مگر اس میں چونکہ مرقد انور ہے' جہاں حضورؐ استراحت فرما (موجود) ہیں لہٰذا کما حقہ' احترام ناممکن ہو جائے گا۔ بنا بریں مدینہ منورہ میں اقامت و رہائش مکروہ ہے۔

جس سے ظاہر ہو گیا کہ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں' ان کا ادب و احترام امر لازم ہے۔

پس اگر بریلوی عقیدہ کی رو سے آپؐ ہر جگہ حاضر و موجود ہیں تو پھر مدینہ منورہ کی خصوصیت ہی کیا ہے۔ پوری دنیا میں آپؐ کے حاضر و موجود ماننے سے تمام دنیا میں حفظ آداب نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا بریلوی دوستوں کو دنیا سے کوچ کے زندہ درگور ہو جانا چاہیے۔

اور سنئے خان صاحب اپنے ایک پیر بھائی کی تعریف اور ان کے جنازہ کی تفصیل کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"جب ان کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا مجھے بلا مبالغہ وہی خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضہ انور کے قریب پائی تھی۔

ان کے انتقال کے دن مولوی امیر احمد مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے اور گھوڑے پر تشریف لے جاتے ہیں۔

فرمایا :

برکات احمد کے جنازے کی نماز پڑھنے الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔"

(ملفوظات حصہ دوم ص ۲۲)

خان صاحب کے بیان

سے ظاہر ہے کہ چونکہ حسب تشریح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے خوشبو آتی ہے۔

۱۔ پس روضہ انور کے قریب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کی موجودگی کی وجہ سے خوشبو پائی۔

۲۔ برکات احمد کے جنازہ میں آپؐ شریک تھے' اس لیے وہاں بھی خوشبو پائی۔

نتیجہ صاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اطہر (ذات گرامی)

جہاں بھی حاضر و موجود ہوگا' خوشبو کی لپٹیں آئیں گی۔

لہٰذا ہر جگہ حاضر و موجود ہونے سے تمام روئے زمین سے خوشبو ہی خوشبو مہکنی چاہیے۔ کسی بھی جگہ حتیٰ کہ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر' گندگی وغیرہ جگہوں سے بجائے بدبو کے خوشبو ہی آنی چاہیے ورنہ بدبو نجس و ناپاک جگہوں کو خاص اور مستثنیٰ کرنے کی کوئی دلیل چاہیے ورنہ پھر ہر "جگہ حاضر" کا عقیدہ غلط ٹھہرے گا کیونکہ آخر یہ بھی تو جگہ ہی ہیں۔

سلف لکھ گئے جو قیاس اور گمان سے
صحیفے ہیں اترے ہوئے آسمان سے

سب سے واضح ثبوت

۱۔ گھوڑے پر تشریف لے جاتے ہیں۔

۲۔ برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے۔"

یہ الفاظ ڈھنڈورا ہیں کہ آپ ہر جگہ نہیں بلکہ کسی خاص مقام سے سوار ہو کر جنازہ کی شرکت کے لیے مقام جنازہ پر تشریف فرما ہوئے۔

بریلوی دوستو!

بات کھل کر سامنے آگئی کہ خواہ ہر جگہ حاضر مان کر اپنے امام کو یاوہ گو اور جھوٹا تسلیم کرو یا پھر ان کو حق گو' سچا مانتے ہوئے "ہر جگہ حاضر" کے عقیدہ کو مذہب باطل تسلیم کرو اور غلط توہمات ہونے کا اعلان کردو۔

من نہ گویم ایں کن یا آن کن مصلحت بیں وکار آسان کن

مولوی اچھروی کی زبانی

خان صاحب سے ہر جگہ عملاً تردید ملاحظہ فرمانے کے بعد اب اچھروی صاحب کی مقیاس حنفیت سے واضح ثبوت بھی دیکھتے چلئے:

"آپ نے فرمایا کہ لا تجعلوا قبری عیدا یعنی عید کی طرح بلند آواز سے

میری جنت کے پاس صلوۃ و سلام اور دعائیں نہ پڑھنا بلکہ آہستہ اور عجز سے آواز نکالنا تاکہ ایسا نہ ہو کہ بجائے تزکیہ نفس اور بخشش کے پچھلی عبادت بھی ان تحبط اعمالکم کی رو سے ضائع کر جاؤ۔" (طبع اول ص ۲۴۱ طبع ثالث ص ۵۵۸)

اچھروی صاحب کے الفاظ کہ:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اپنی جنت (قبر) میں موجود ہیں لہذا قبر شریف کے پاس اونچی آواز حبط اعمال کا موجب ہے۔"

سے ظاہر ہے کہ آپؐ جہاں بھی تشریف فرما ہوں' وہاں ہی بلند آواز اور شور موجب حبط اعمال ہوگا۔

جس سے ظاہر ہے کہ بریلویہ کے دل مانتے ہیں کہ آپؐ ہر جگہ حاضر و موجود نہیں' تب ہی تو صبح شام مساجد میں باواز بلند اپنے من گھڑت درود و سلام کا شور برپا کرتے ہیں۔

گویا کہ عملاً انکاری اور زبانی قائل ہیں ۔

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا   سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

بریلویوں کا مروجہ سلام و درود

اہلحدیث کا مذہب تو یہ ہے کہ درود شریف افضل ترین وظیفہ ہے۔ اس کی کثرت سے ہر قسم کے غم' وہم اور تفکرات دور ہوتے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت و ہمسائیگی کا موجب ہوگا۔

نماز ہو یا کوئی بھی دعا حتیٰ کہ کوئی بھی ورد وظیفہ عند اللہ منظور نہیں جب تک اس میں درود شریف نہ ہو بلکہ مشاہدہ یہ ہے کہ درود شریف کو روایت و نقل کرنے کا شرف صرف ائمہ اہلحدیث ہی کو حاصل ہے۔ ان کی جمیع مصنفات صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس اور ایمان افروز و بصیرت افروز لفظ سے بھرپور ہیں۔

نہ صرف یہی بلکہ ائمہ اہلحدیث کو درود شریف سے اس درجہ شغف ہے کہ انہوں نے وہ تمام کے تمام الفاظ درود جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائے اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں مقبول و معروف تھے کتابی صورت میں جمع کرتے ہوئے امت کے سامنے بطور تحفہ پیش کر دیئے ہیں۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء۔

مگر اس سب کچھ کے باوجود ہمارے بریلوی دوست باطل پراپیگنڈا کر رہے ہیں کہ:

اہلحدیث درود نہیں پڑھتے بلکہ درود کے منکر ہیں۔"

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ ہمارے بریلوی دوستوں نے جو درود الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور صلی علی نبینا، صلی علی رسولنا کے الفاظ سے از خود اختراع کیے اور بنا رکھے ہیں، اہلحدیث ان کے ورد وظیفہ یا پڑھنے پڑھانے کو بدعت و ناجائز واضح دلائل سے کہتے ہیں۔

کھلا چیلنج

اگر کوئی بریلوی عالم اپنے مجوزہ درود الصلوۃ والسلام علیک اور صلی علی نبینا کا ثبوت صحیح حدیث یا کم از کم امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی زبانی مروجہ مجلسی طریق یا فرداً فرداً پڑھنے پڑھانے کا ثبوت دکھلا دے تو انشاء اللہ العظیم اسے ایک سو روپیہ انعام دیں گے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

رضاخانی ترجمہ قرآن سے فیصلہ

یہ حقیقت ہے کہ بانی بریلویت خان صاحب نے قرآن مجید کا ترجمہ اور مفتی بریلویہ نے اس کی تفسیر و حاشیہ محض بریلویت کو فروغ دینے اور اس کی بنیادوں کو مضبوط کرنے ہی کی غرض سے شائع کیا ہے۔

آیئے بریلویوں کے مجوزہ صلوۃ اور درود کے ناجائز و غلط ہونے کا فیصلہ اس سے سنئے۔

سورہ احزاب بائیسویں پارہ کی آیت شریفہ :

یایها الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما۔

ترجمہ : اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

حاشیہ ف ۱۰ : سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا واجب ہے۔ ہر ایک مجلس میں آپؐ کا ذکر خیر کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی ایک مرتبہ اور اس (ایک مرتبہ) سے زیادہ مستحب ہے۔

یہی قول معتمد ہے اور اس پر جمہور ہیں' اور نماز کے آخری قعدہ میں بعد تشہد درود شریف سنت ہے (فقہاء احناف کا فتویٰ یہی ہے کہ سنت اگر رہ جائے مثلاً درود تو نماز جائے گی' لیکن اس کے برعکس اہلحدیث اور شافعیہ کا اٹل فیصلہ ہے کہ درود کے بغیر نماز بالکل نہیں ہو گی' خواہ عذر سے رہ جائے یا عمداً چھوڑ دیا جائے' نماز لوٹانی ہی پڑے گی) اور آپ کے تابع کرکے آپ کے آل و اصحاب و دوسرے مومنین پر بھی درود بھیجا جاسکتا ہے اور مستقل طور پر حضورؐ کے سوا ان میں سے کسی پر درود بھیجنا مکروہ ہے۔

مسئلہ :

درود شریف میں آل و اصحاب کا ذکر متوارث ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آل کے ذکر کے بغیر مقبول نہیں۔

درود شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم ہے علما نے "اللھم صل علی" کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ :

"یا رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عظمت عطا فرما الخ"

(حاشیہ رضاخانی ترجمہ قرآن مجید ص ۵۰۶)

واضح ہو گیا

۱- درود شریف میں آل کا لفظ ضروری ہے۔

۲- ابتدا میں باتفاق علما اللھم صل علی محمد بھی لازمی ہے۔

لیکن بریلوی صلوۃ میں نہ ہی تو آل کا ذکر ہے اور نہ ہی " صل علی نبینا کی ابتدا اللھم سے ہوتی ہے۔

اس لیے یہ من گھڑت سلام و درود ہوا جو خود بریلوی مذہب کے قول و فتویٰ سے بھی غلط و ناجائز ہے۔

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں !!

مختار کل

مختار کل کا مفہوم یہ ہے کہ جو کچھ چاہے کر گزرے اور اسے کوئی مانع نہ ہو' نہ ہی اسے کسی کے مشورہ اور مدد وغیرہ کی ضرورت ہو' ایسی ہستی صرف اللہ تعالیٰ نے وحدہ لاشریک ہی کی ہے۔

چنانچہ آیہ الکرسی میں مولیٰ کریم خود ہی اعلان فرما رہے ہیں:

۱- له ما فی السموت وما فی الارض من ذا الذی یشفع عنده الا باذنه (پ ۳- رکوع ۲)

ترجمہ: اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں' وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے' بغیر اس کے حکم کے۔ (رضا خانی ترجمہ قرآن مجید ص ۴۹)

۲- پوری صراحت سے ارشاد ہے:

لله ملک السموت والارض یخلق ما یشاء یھب لمن یشاء اناثا ویھب لمن یشاء الذکوره او یزوجھم ذکرانا واناثا ویجعل من یشاء عقیما انه علیم قدیر ○ (پ ۲۵- آخر سوره شوریٰ)

ترجمہ خان صاحب سے سنئے۔

"اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت' وہ پیدا کرتا ہے جو چاہے' جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے ۹۔ یا دونوں ملا دے بیٹے اور بیٹیاں' اور جسے چاہے بانجھ کردے ۱۰۔ بے شک وہ علم وقدرت والا ہے۔

تفسیری حاشیہ نمبر ۱۰' ۹' ۸' ۷ ملاحظہ فرمایئے:

"جیسا چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے' کوئی دخل دینے اور اعتراض کرنے کی مجال نہیں رکھتے۔ جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے' جسے چاہے بیٹے دے یا بیٹے اور بیٹیاں ملا کر دے' اور جسے چاہے اس کے اولاد ہی نہ ہو۔ وہ مالک ہے اپنی نعمت کو جس طرح چاہے تقسیم کرے' جسے جو چاہے دے۔

انبیاء علیہم السلام میں بھی یہ سب صورتیں پائی جاتی ہیں۔

۱۔ حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت شیث علیہما السلام کے صرف بیٹیاں ہی تھیں۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند ہی تھے' کوئی دختر ہوئی ہی نہیں۔

۳۔ سید انبیاء حبیب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے چار فرزند اور چار صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔

۴۔ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے کوئی اولاد ہوئی ہی نہیں۔ (حاشیہ رضاخانی ترجمہ قرآن مجید ص ۵۸۱)

بریلوی ترجمہ و تفسیر آگاہ کررہے ہیں کہ قادر مطلق اور مختار کل صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہی ہے' جیسا چاہے وہ کرے' اسے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں اور نہ ہی کسی رسول و نبی کو اس پر اعتراض کی گنجائش نہیں۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں فرزند آپ کی گود ہی میں رحلت فرما گئے حتیٰ کہ ابراہیم آپ کے فرزند کی وفات جب ہوئی تو فرقت و جدائی سے نڈھال فرما رہے تھے:

ولا نقول الا ما یرضٰی ربنا وانا بفراتک یا ابراھیم لمحزونون

(صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۷۴ مطبوعہ نور محمد)

ترجمہ: کہ اے ابراہیم تیرے فراق و جدائی کا غم تو بہت ہے لیکن کوئی چارہ کار نہیں۔ مرضی مولا پر شاکر ہوں۔

مختار کل کی وضاحت

پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ مسئلہ مختار کل کی تشریح یوں فرماتے ہیں:

"الخلیقه مفتقرة الیه لم یخلقهم لاجتلاب نفح ولا رفع ضو ولا لداع دعاه الیه ولا لخاطر له وفکر حدث بل ارادة مجردة کما قال وهو اصدق القائلین ذوالعرش المجید○ فعال لما یرید○ منفردة بالقدرة علی اختراع الاعمال وکشف الضرر البلوی ونقلیب الاعیان وتغیر الاحوال کل یوم هو فی شان یسوق ما قدر الی ما وقت"

(غنیتہ الطالبین مترجمہ مطبوعہ اسلامیہ لاہور ص ۱۲۳)

ترجمہ: پوری مخلوقات اس کی طرف محتاج ہے۔ اس نے کسی کو دوسرے کے نفع یا نقصان میں مختار نہیں بنایا اور نہ ہی مخلوقات کو کسی دوسرے کی درخواست و خیال کی وجہ سے پیدا کیا ہے بلکہ اس نے محض اپنے ہی ارادہ سے پیدا کیا ہے۔

جیسا کہ اس نے خود ہی فرمایا ہے:

"عرش مجید کا مالک ہے' جو چاہتا ہے کرتا ہے۔"

وہ اپنی قدرت میں یکتا ہے' حالات کو پیدا کرنے اور نفع نقصان کے ادلنے بدلنے میں وہ خود ہی مختار و قادر ہے۔

چنانچہ فرماتا ہے:

"ہر روز اپنے کار مخصوصہ میں ہے۔"

وقت معین تک اسی طرح چلاتا ہے جو اس نے مقدر کیا ہے۔

مزید فرماتے ہیں

یعلم ما فی السموت السبع وما بینھن وما تحتھن وما فی الارض وما تحتمن وما تحت الثریٰ وما فی قعر البحار ومنبت کل شعرہ وکل شجرۃ وکل زرع ینبت ومسقط کل ورقۃ وعد د ذالک کلہ وعد د الحصی والرمل والتراب ومثاقیل الجبال ومکائیل البحار و اعمال العباد و اسرارھم وانفاسھم وکلامھم ویعلم کل شئی لا یخفیٰ علیہ شئی من ذالک (غنیتہ الطالبین ص ۱۲۶)

ترجمہ: یہ اسی کا خاصہ ہے کہ وہ جانتا ہے ہر اس شے کو جو ساتوں آسمانوں میں اور جو ان کے درمیان اور ان کے نیچے ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ زمینوں میں ہے اور اس کو جو ان کے درمیان اور ان کے نیچے ہے' اور جو کچھ کہ تحت الثریٰ کے بھی نیچے اور سمندر اور دریاؤں کی انتہائی گہرائی میں ہے اور ہر بال و ہر درخت اور جڑی بوٹی وغیرہ۔

انگوری کے نکلنے کی جگہ اور انتہا کو بھی جانتا ہے اور تمام انگوریوں کے پتوں کی گنتی اور ان کے گرنے وغیرہ کے وقت' جگہ بلکہ تمام کنکریوں' ریت و خاک کے ذرات اور پہاڑوں کے وزن کی مقدار اور سمندروں کے تول و ماپ اور بندوں کے نیک و جمیع اعمال اور ان کے سینوں کے تمام خفیہ راز بلکہ سانس کی تعداد اور گفتگو اور ان کے الفاظ و حروف وغیرہ۔

ہر شے کو کلی طور پر جانتا ہے۔ تمام اشیاء میں سے کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ شے بھی اس سے مخفی نہیں ہے۔

ناطق فیصلہ: پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ:

"ذات الٰہی ہی مختار کل اور قادر مطلق ہے۔ اسے کسی وزیر' مشیر' معاون و مددگار کی ضرورت قطعاً" نہیں۔

ولا حرنِ ولا شریک ولا ظھیر ولا وزیر ولاند ولا مشیرلہ (غنتہ الطالبین ص ۱۳۲)

خلاصہ کلام

پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا یہ ہوا کہ تمام مخلوقات سے مخلوق کے کسی ادنیٰ یا اعلیٰ فرد کو اس نے کسی کے نفع و ضرر میں مختار نہیں بنایا۔ وہ جو چاہے کرے' قادر مطلق اور مختار کل صرف وہی ہے اور پوری کی پوری مخلوق اسی کی محتاج اور دست نگر ہے۔

جسے چاہے رحمت کا جھولا جھلائے　　　جسے چاہے در در سے در در کرائے

بریلوی دوستوں کا غلط پراپیگنڈا

بریلویت کا چونکہ باوا آدم ہی نرالا ہے۔ اس لیے وہ غلط پراپیگنڈا کر رہے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار کل بنا دیا ہے۔ جمیع تصرفات ان کے اختیار میں ہیں۔

چنانچہ کہہ رہے ہیں:

اللہ کے پلڑے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو لینا ہے وہ لے لیں گے محمد سے

بنا بریں مناسب سمجھا گیا کہ بریلویت کے اس پراپیگنڈے کی حقیقت بھی خود خان صاحب ہی سے آشکار کر دی جائے۔

۱- قل لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا الا ما شاء اللہ

(پ ۱۱ سورہ یونس رکوع ۵)

ترجمہ: تم فرماؤ میں اپنی جان کے برے بھلے کا ذاتی طور پر اختیار نہیں رکھتا' مگر جو اللہ چاہے۔

وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو وان یردک بخیر فلا راد لفضلہ یصیب بہ من یشاء من عبادہ (پ ۱۱ - آخر سورہ یونس)

ترجمہ: اور اگر تجھے اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کو کوئی ٹالنے والا نہیں اس کے سوا' اور اگر تیرا بھلا چاہے تو اس کے فضل کا رد کرنے والا کوئی

نہیں۔

حاشیہ نمبر۶ میں لکھا ہے:

وہی نفع و ضرر کا مالک ہے تمام کائنات اسی کی محتاج ہے وہی ہر چیز پر قادر اور جودوکرم والا ہے۔ بندوں کو اس کی طرف رغبت اور اس کا خوف اور اس پر بھروسہ اور اسی پر اعتماد چاہیے اور نفع و ضرر جو کچھ بھی ہے (اسی کے اختیار میں ہے)

(رضاخانی ترجمہ قرآن ص ۲۶۳)

قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ماشاء اللّٰہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یومنون ○ (پ ۹ سورہ اعراف رکوع ۲۳)

ترجمہ: تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے ۸۔ اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کرلی ہوتی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی ۹۔ میں تو یہی ڈر ۱۰۔ اور خوشی سنانے والا ہوں انہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔"

حاشیہ میں لکھا ہے:

"معنی یہ ہیں کہ میں اپنی ذات سے غیب نہیں جانتا۔ جو جانتا ہوں وہ اللہ تعالٰی کی اطلاع اور اس کی عطا ہے

بھلائی جمع کرنا اور برائی نہ پہنچنا اسی کے اختیار میں ہو سکتا ہے جو ذاتی قدرت رکھے اور ذاتی قدرت وہی رکھے گا جس کا علم بھی ذاتی ہو کیونکہ جس کی ایک صفت ذاتی ہے اس کے تمام صفات ذاتی۔ تو معنی یہ ہوئے کہ اگر مجھے علم غیب کا علم ذاتی ہوتا تو قدرت بھی ذاتی ہوتی اور میں بھلائی جمع کرلیتا اور میں برائی نہ پہنچنے دیتا۔

بھلائی سے مراد راحتیں اور کامیابیاں اور دشمنوں پر غلبہ ہے۔ یہ بھی ہو

سکتا ہے کہ بھلائی سے مراد سرکشوں کا مطیع اور نافرمانوں کا فرمانبردار اور کافروں کا مومن کرلینا ہو اور برائی سے بدبخت لوگوں کا باوجود دعوت کے محروم رہ جانا۔

تو حاصل کلام یہ ہوگا کہ اگر میں نفع و ضرر کا ذاتی اختیار رکھتا تو اسے منافقین و کافرین تمہیں سب کو مومن کر ڈالتا اور تمہاری کفری حالت دیکھنے کی مجھے تکلیف نہ پہنچتی۔" (رضاخانی ترجمہ ص ۲۰۸)

مطلب

یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کروا دیا کہ:

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں کسی کے نفع و نقصان کا مختار نہیں بنایا۔"

۴۔ مزید سنئے

ن قل انی لا املک لکم ضرا ولا رشدا ○ (پ ۲۹ سورہ جن)

ترجمہ: تم فرماؤ میں تمہارے کسی بھی برے یا بھلے کا مالک نہیں۔"

(رضا خانی ترجمہ قرآن مجید ص ۶۸۲)

قرآن مجید کا فیصلہ

ن ابی طالب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری' محبت اور ہر امر میں اعانت کوئی چھپی بات نہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش اور آرزو یہی تھی کہ مسلمان ہو جائیں۔

چنانچہ مشہور ہے کہ ان پر جب موت طاری ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دلی آرزو کو ہمدردانہ طریق پر ان کے کان میں آہستہ طور پر فرمایا کہ:

"اے میرے پیارے و ہمدرد چچا آپ میرے کان ہی میں کلمہ پڑھ دیجئے تا کہ روز قیامت اپنے مولیٰ کریم کے حضور تمہاری نجات کی سفارش کرسکوں۔"

لیکن ان کا ایمان عنداللہ منظور نہ تھا۔ اس لیے انہوں نے صاف انکار کردیا اور باری تعالٰی کی طرف سے یوں تنبیہہ نازل فرمائی۔

۱۔ انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء

(پ ۲۰ سورہ قصص رکوع ٦)

ترجمہ: بے شک یہ نہیں کہ جسے تم اپنی طرف سے چاہو ہدایت کرلو۔ ہاں جسے چاہے اللہ ہدایت فرماتا ہے۔

مسلماں ہے تو دل میں عظمت قرآن پیدا کر
شراب معرفت پی ' دیدۂ عرفان پیدا کر

تفسیر و حاشیہ نمبر۴

اور شان نزول یوں بیان کیا گیا ہے:

"مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کی موت کے وقت فرمایا:

"اے چچا کہو لا الہ الا اللہ میں تمہارے لیے روز قیامت شاہد ہوں گا۔

انہوں نے کہا:

اگر مجھے قریش کے مار دینے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ضرور ایمان لاکر تمہاری آنکھ ٹھنڈی کرتا ــــــ"

اس کے بعد ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔ اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔"

(حاشیہ ترجمہ قرآن احمد رضاخان ص ۴٦٦)

بریلوی ترجمہ و تفسیر

ڈھنڈورا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختار کل نہیں اور اگر انہیں کچھ اختیار و قدرت ہوتی تو کم از کم اپنے چچا کو ضرور مسلمان کر لیتے۔

نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت بھی بطور تنبیہہ نازل نہ ہوتی :
یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک (تحریم : ۲۸)
ترجمہ : اے نبی تم اپنے اوپر وہ چیز کیوں حرام کیے لیتے ہو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی۔
"شان نزول : سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے محل میں رونق افروز ہوئے وہ حضور کی اجازت سے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئیں' حضورؐ نے حضرت ماریہ قبطیہ کو سرفراز خدمت کیا۔ یہ حضرت حفصہ پر گراں گزرا' حضور نے ان کی دلجوئی کے لیے فرمایا کہ :
"میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کیا۔"
۲۔ ایک قول اس آیت شان نزول میں یہ بھی ہے :
"—— زینب کے یہاں میں نے شہد پیا ہے۔ اس (شہد) کو میں اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔" (قرآن مجید مترجمہ احمد رضا خان ص ۲۲۲)

آپؐ مختار کل

یا اپنی مرضی کے مالک ہوتے تو لم تحرم ما احل اللّٰہ کی تنبیہہ کیوں نازل ہوتی۔ گویا کہ بریلوی ترجمہ و تفسیر ثبوت ہے کہ حضورؐ اپنی مرضی کے مالک یا مختار کل نہیں بلکہ تابع فرمان مولا ہیں۔

۳۔ عبس وتولّٰی ○ ان جاءہ الاعمٰی ○ (پ ۳۰ - سورہ عبس)
ترجمہ : تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا اس پر کہ اس کے پاس نابینا حاضر ہوا۔
شان نزول کا خلاصہ یہ ہے کہ :
"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عتبہ' ربیعہ' ابوجہل' عباس' ابی بن خلف اور امیہ بن خلف اشراف قریش کو اسلام کی دعوت فرما رہے تھے' اس درمیان عبداللہ ابن ام مکتوم نابینا حاضر ہوئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

بار بار نداء کر کے عرض کیا کہ :

"جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو سکھایا ہے مجھے تعلیم فرمایئے۔"

یہ بات حضور کو ناگوار گزری اور آثار ناگواری چہرۂ اقدس پر نمایاں ہوئے — اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔" (حاشیہ رضاخانی ترجمہ قرآن ص ۴۹۶)

حضورؐ کی زندگی کے اکثر و بیشتر واقعات قرآن مجید' تفاسیر اور کتب احادیث و سیر میں بتفصیل مذکور و منقول ہیں جو آپ کی منشا و خواہش کے خلاف ظہور ہوئے۔ یعنی آپ کی رضا و خواہش اور منشا کچھ دوسری تھی لیکن مولا کریم نے اس سے روک دیا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

غرضیکہ نہ ہی تو آپؐ اپنی جان کے نفع و نقصان کے مالک و مختار ہیں اور نہ ہی دوسرے کسی کے نفع و ضرر کا آپ کو مختار کل بنایا گیا ہے بلکہ آپ ہر حال تابع مرضی مولا ہیں۔ چنانچہ خود بریلوی ترجمہ و تفسیر کے الفاظ سے ذکر ہو چکا۔

وضاحت

رضاخانی ترجمہ قرآن کریم سورہ کہف کی آیت شریفہ انما انا بشر مثلکم کی تفسیر یوں لکھی ہے :

"مجھ پر بشری اعراض و امراض طاری ہوتے ہیں۔" (حاشیہ ص ۴۴۳)

بریلوی تفسیر سے عیاں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار کل مشہور کرنا اور جاننا شریعت اسلامیہ سے لاعلمی اور ناواقفیت کی بنا پر ہے بلکہ گمراہی اور جہالت ہے۔

کیونکہ جیسے عام انسانوں پر بشری امراض و عوارض طاری ہوتے ہیں اور ان کے دفع دور کرنے میں کوئی انسان مختار نہیں' ویسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہ تو غیروں کے عوارض و امراض دور کرنے میں مختار ہیں نہ ہی خود اپنے نفع و ضرر کو روکنے یا دور کرنے میں مختار ہیں۔

حکیم الامت کا فیصلہ

اگرچہ بریلوی ترجمہ و تفسیر کے ہوتے ہوئے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں تاہم مفتی احمد یار گجراتی کی مصنفہ "جاء الحق" سے تفسیر "صاوی" کی عبارت بھی ایک نظر دیکھتے چلئے۔

"او ان علمه بالغيب فلا علم من حيث انه لا قدرة له على تغير ما قدر الله فيكون المعنى حينئذ لو كان لى علم حقيقى بان اقدر على ما اريد وقرعه لاستكثرت من الخير وما مسنى السوء

ترجمہ: حضور علیہ السلام کا علم غیب جاننا نہ جاننے کی طرح ہے کیونکہ آپؐ کو اس چیز کے بدلنے پر قدرت نہیں جو اللہ نے مقرر فرما دی۔

تو معنی یہ ہوئے کہ اگر مجھ کو علم حقیقی ہوتا' اس طرح کہ میں اپنی مراد (منشا) کے واقع کرنے پر قادر ہوتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا۔

یہ توجیہ نہایت ہی نفیس ہے کیونکہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور مجھ کو کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔"

(جاء الحق ایڈیشن ساتواں ص ۸۸)

مفتی صاحب کا بیان کردہ معنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے ذاتی نفع و نقصان کے بھی مالک و مختار نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو آپ اسی کے تابع ہیں۔

جب کہ اصلیت یہ ہے تو پھر دوسرے کسی کے نفع و نقصان کے کیسے مالک و مختار ہوئے۔

بہر حال مختار کل کا عقیدہ خود بریلوی مذہب کے اماموں کی تحریر سے بھی باطل ہی ہے۔ بریلوی دوستو ۔

عاقل کو تو کافی ہے بس اک حرف حکایت
نادان کو کافی ہے نہ دفتر نہ رسالہ

عرس یا میلہ اور مستورات کا قبروں پر جانا

اس مسئلہ کی پوری تحقیق اور بریلوی عقائد باطلہ کی مفصل تردید ذکر ہو چکی یہاں صرف اسی قدر مقصود ہے کہ عرس و گیارہویں کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ رضوان اللہ علیہم' ائمہ دین امام مالک' ابوحنیفہ' شافعی اور احمد رحمتہ اللہ علیہم سے اگر کوئی بریلوی دوست دکھا دے تو اسے ہر وہ منہ مانگا انعام دے دیا جائے گا جو اخلاقاً" اور شرعاً" جائز ہو۔

ہمارے مخاطب محمد عمر اچھروی نے سب سے بڑا فرضی و من گھڑت افسانہ جو مقیاس حنفیت میں پیش کیا ہے وہ صرف یہی ہے کہ :

"ہم بزرگ کی برکت (یوم وصال) والی مقررہ رات میں (عرسوں پر) حاضری دیتے ہیں۔" (طبع ثالث ص ۱۸)

۳ - عورتوں کو مزارات پر جانے سے روکا جاتا ہے' تو مستورات حضرت عائشہؓ کی سنت کو ادا کرتی ہوئیں مردوں کی نظروں سے پوشیدہ وہاں پہنچتی ہیں۔" (طبع ثالث ص ۱۷' طبع اول ۱۶)

حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ

رافضیوں کے عاشورہ محرم کی تردید میں لکھتے ہیں کہ :

"اگر کسی کے یوم وفات کو مقرر و معین کرنا جائز ہوتا تو لکان یوم الاثنین اولی بذالک اذ قبضه اللّٰه تعالیٰ نبیه محمدا صلی اللّٰه علیه وسلم فیه و کذالک ابوبکر الصدیق قبض فیه غنیتہ الطالبین مطبوعہ اسلامیہ لاہور ص ۵۸۶)

مزید فرماتے ہیں

"لا تخذه الصابة والتابعون لانهم اقرب الیه عناد اخص به" (ص ۵۸۷)

ترجمہ : اگر یوم وفات کا معین و مقرر کرنا جائز ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمتہ اللہ علیہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہم کا یوم

وفات ضرور مقرر فرماتے کیونکہ یہ لوگ پوری امت سے خاص کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حیثیت سے زیادہ تر قریب اور نزدیک تر ہیں۔

پس بقول پیر صاحب جب کہ عہد خیرالقرون میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یوم وفات یا عرس منانا جائز و ثابت نہیں تو دوسرے کسی کا عرس کیوں کر جائز ہو سکتا ہے۔

قادری کہلوانے والو

اگر واقعی آپ کو پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے عقیدت ہے تو آپ کے قول و فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے عرسوں وغیرہ سے تائب ہو کر دعوئے مریدی کو صحیح ثابت کر دکھاؤ۔

مستورات کا عرسوں پر جانا

اچھروی صاحب کے بہتان:

"کہ مستورات حضرت عائشہ صدیقہؓ کی سنت کو ادا کرتی ہوئیں ——————
وہاں پہنچتی ہیں۔"

کی تردید احمد رضا خان صاحب کی قلم سے بھی پڑھئے۔

"مسئلہ نمبر ۲۷: بزرگوں کے مزار پر عرسوں میں یا اس کے علاوہ عورتیں جاتی ہیں، وہاں بیٹھتی ہیں تو اس قبر میں ان کا ٹھہرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: عورتوں کو مزارات اولیاء و مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔" (احکام شریعت حصہ اول ص ۹۰)

فتاویٰ افریقہ: میں فرماتے ہیں:

"ویستجیب زیارۃ القبور وللرجال وتکرہ للنساء الخ

یعنی کفایہ شعبی پھر تا تار خانیہ میں امام قاضی سے سوال ہوا:

"کیا عورتوں کا قبرستان کو جانا جائز ہے؟"

فرمایا:

"ایسی بات میں جائز و ناجائز نہیں پوچھتے۔ یہ پوچھو کہ جائے گی تو اس پر کتنی لعنت ہو گی؟

خبردار جب وہ جانے کا ارادہ کرتی ہے' اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں اور جب گھر سے چلتی ہے سب طرف سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں اور جب قبر پر آتی ہے' میت کی روح لعنت کرتی ہے اور جب پلٹتی ہے' اللہ کی لعنت کے ساتھ پھرتی ہے۔

البتہ حاضری و خاکبوسی آستان عرش نشان سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اعظم المندوبات ہے۔" (السینہ الانیقہ فی فتاویٰ افریقہ مطبوعہ رضوی پریس بریلی ص ۱۶۷' ۱۳۳۶ھ)

دربار نبوت کا فیصلہ و اعلان

اچھروی صاحب پر مجدد بریلویہ کی لعنت و پھٹکار کو ملاحظہ فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھٹکار و لعنت بھی ملاحظہ فرماتے چلیے۔

۱- "لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرات القبور"

(مشکوۃ باب المساجد فصل ثانی)

۲- "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن زورات القبور"

مشکوۃ باب زیارۃ القبور)

ترجمہ: قبروں کی زیارت کو جانے والی عورتوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

بریلوی دوستو! تم اپنے واعظ کا فتویٰ اور اس پر اپنے قائد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت بھی سنتے ہو۔

جو اس کے امر میں خطا پائے گا   وہ ظالم دیوانہ کدھر جائے گا

گیارہویں کی نیاز و فاتحہ

اگرچہ بریلوی دوستوں نے گیارہویں کے جواز میں کئی ایک فرضی افسانے اور من گھڑت دلائل مشہور کر رکھے ہیں مگر عہد حاضرہ کے بریلویوں میں چونکہ محمد عمر اچھروی سب سے بڑے مناظر و واعظ ہیں۔ لہٰذا ان کی مصنفہ مقیاس حنفیت سے گیارہویں کے جواز کا ثبوت نقل کر کے خود پیر بلوشاہ (جسے جہلاء گیارہویں والا مشہور کیے ہوئے ہیں) کی قلم سے گیارہویں کا ناجائز ہونا پیش کیا جاتا ہے۔

اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

"خدائی قانون سے بھی یوم وصال زیادہ متبرک ہوتا ہے۔
اس واسطے آپ کے اس گیارہویں دن مقررہ پر حضرت پیر صاحب کی طرف سے صدقہ خیرات کیے جاتے ہیں۔" (طبع اول ص ۷۰، طبع ثالث ۲۲۴)

مرید کے گھر سے مرشد کو کھانا

بریلویوں کے جواز گیارہویں کی بڑی دلیل آپ نے سن لی کہ پیر بلوشاہ رحمتہ اللہ علیہ کے لیے صدقہ و خیرات ہے لیکن پیر بلوشاہ کا فیصلہ ہے کہ:

"پیر کو مرید کی جان و مال سے نفع و فائدہ حاصل کرنا' اس کے گھر اور ملکیت سے کھانا ہی حرام ہے۔"

چنانچہ پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ اعلان فرماتے ہیں:

"ولا ينبغى ان يرتفق من المريد بحال ولا بالانتفاع بماله ولا بخلمة"

آگے چل کر مکرر لکھتے ہیں:

"فلا يرتفق به ولا بماله" (غنیتہ الطالبین مترجم مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور ص ۵۸۰)

حاصل یہ کہ مرید کی جان اور اس کے مال سے مرشد کو فائدہ حاصل کرنا ہرگز جائز نہیں۔

پوری وضاحت

سے پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ فصل "سلک طریق الورع" کے ذیل میں لکھتے ہیں:

سیئات المقربین حسنات الابرار فطعام الشیخ مباح المرید و طعام المرید حرام فی حق الشیخ لصفاء حالتہ ونزاھۃ رتبتہ وعلو منزلتہ وقربہ من ربہ عزوجل۔ (غنیتہ ص ۳۴۳)

ترجمہ: مقربین بارگاہ عالی کے لیے وہ برائیاں ہیں جو کہ تمام صلحاء کی نیکیاں ہوتی ہیں۔ لہٰذا مرید کو مرشد و مشائخ کے گھر سے کھانا پینا جائز و مباح ہے لیکن شیخ و مرشد کو مرید کے گھر سے کھانا پینا حرام ہے، اس لیے کہ مرشد کا مرتبہ اور قرب الٰہی مرید سے زیادہ ہوتا ہے۔

بعد وفات فائدہ و ایصال کیا معنی؟

پیر صاحب نے جب کہ زندہ شیخ کو مرید کے گھر سے کھانا اور اس کی جان و مال سے فائدہ حاصل کرنا جائز و حرام قرار دیا ہے تو شیخ و مرشد کی وفات کے بعد ان کی طرف سے صدقہ و خیرات، کیا معنی؟ یہ تو وہی بات ہوئی۔

"مان نہ مان میں تیرا مہمان۔"

غور فرمائیے

بریلوی دوست دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ:

"ہم پیر صاحب کو صاحب کمال ولی مانتے ہیں۔"

لیکن نہ ہی تو ان کے مذہب کو صحیح مانتے ہیں اور نہ ہی آپ کے قول و فتویٰ پر عمل کرتے ہیں۔ حالانکہ بریلوی دوستوں کو یقین ہے کہ پیر صاحب حنفی بالکل نہیں بلکہ اصول و فروع میں آپ حنبلی ہیں اور ایسے حنبلی کہ دعا فرماتے ہیں:

اما تنا علی مذھبہ اصلا و فرعا وحشر نا فی زمرتہ" (غنیۃ الطالبین ص ۷۷۹ سطر ۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ عقیدہ و مذہب احمد بن حنبل پر فرمائے اور قیامت میں ان ہی کی جماعت میں اٹھائے۔

بریلوی دوستو! یہ دو رخی و دو رنگی اچھی نہیں۔

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا — سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

پیغام جیلانی ملاحظہ فرمایئے' جس سے عیاں ہو جائے گا کہ بریلویت پر پیر صاحب کس درجہ ناراض ہیں۔

بریلوی عجائبات

ہمارے بریلوی دوست عامتہ المسلمین کو اہلحدیث سے بیزار کرنے اور اپنے حلوے' کھیر اور بھاری نذرانے ہرا رکھنے کے لیے اپنی مصنفات اور مجالس وعظ میں وہابیوں کے مخصوص مسائل کے نام و عنوان سے بالکل جھوٹ و بے بنیاد امور ذکر کرنے کے عادی ہیں۔

چنانچہ مولوی محمد عمر اچھروی نے مقیاس حنفیت میں "غیر مقلدین وہابیوں کی فقہ کے مسائل" کے عنوان سے ایک خاص باب منعقد کیا ہے جس میں مکر و فریب کے خوب جوہر دکھائے ہیں۔

بنا بریں بریلوی فقہ کے چند حیا سوز عجائبات خود امام و بانی مذہب بریلویت کی قلم سے احکام شریعت سے ملاحظہ فرمایئے۔

خان صاحب سوال نمبر۱۱ کا جواب و فتویٰ لکھتے ہیں:

"زن و شوہر کا باہم ایک دوسرے کو حیات میں چھونا مطلقاً جائز ہے۔ حتیٰ کہ فرج و ذکر کو بہ نیت صالحہ چھونا یا ٹٹولنا موجب اجر و ثواب ہے۔" (احکام شریعت مطبوعہ اہل السنت برقی پریس مراد آباد ص۵۳)

عورت ، مرد کا ایک دوسرے کے فرج و ذکر کو چھونے کے اجروثواب کا فتویٰ ملاحظہ فرمانے کے بعد اب غیر محرم عورت کے فرج کو غور سے حالت نماز میں دیکھنے کے جواز کا فتویٰ بھی سنتے چلئے :

"نماز میں اگر بیگانہ عورت کی شرمگاہ پر نظر پڑ جائے' جب بھی نماز اور وضو میں خلل نہیں' مگر عورت کی مائیں اور بیٹیاں اس پر حرام ہو جائیں گی جب کہ فرج داخل پر نظر بشہوت پڑی ہو اور اگر قصداً ایسا کرے تو سخت گناہ' مگر نماز اور وضو جب بھی باطل نہ ہوں گے۔" (العطایا النبویہ فی الفتاویٰ رضویہ مصنفہ حضور پر نور عظیم البرکت امام اہل السنت مجدد مائتہ حاضرہ موید ملت طاہرہ اعلیٰ حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خان صاحب قادری جلد اول ص ٦٧ حاشیہ نمبر ۳)

بریلوی دوستو !

آپ کے بانی مذہب کے دو فتوے بلفظہ آپ کے سامنے ہیں۔انصافاً" کہئے کہ یہ اسلام ہے ؟

ہماری ہر اک بات میں سفلہ پن ہے　　کمینوں سے بدتر ہمارا چلن ہے
لگا نام آبا کو ہم سے کہن ہے　　ہمارا قدم ننگ اہل وطن ہے
بزرگوں کی توقیر کھوئی ہے ہم نے
عرب کی شرافت ڈبوئی ہے ہم نے

دو نادر فتو آپ سن چکے اب فتاویٰ افریقہ سے پڑھئے :

سوال نمبر ۹۳

"زید اگر ایام حیض میں عورت کی ران یا شکم پر الت کو مس کرکے انزال کرے تو جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب : پیٹ پر جائز ہے' ران پر ناجائز۔"

(فتاویٰ افریقہ ص ۱۵۶ مطبوعہ رضویہ پریس بریلی مطبوعہ کراچی)

عرض: حضور! اولیاء ایک وقت میں چند جگہ حاضر و ناظر ہونے کی قوت رکھتے ہیں؟

ارشاد: اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ دعوت قبول کر سکتے ہیں۔

عرض: حضور! اس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ عالم مثل سے' اجسام مثالیہ اولیاء کے تابع ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ ایک وقت میں متعدد جگہ ایک ہی صاحب نظر آتے ہیں۔

اگر یہ ہے تو اس پر شبہ ہوتا ہے کہ مثل تو شے کا غیر ہوتا ہے' امثال کا وجود شے کا وجود نہیں اور ان اجسام کا وجود اس جسم کا وجود نہ ٹھہرے گا۔

ارشاد: امثال اگر ہوں گے تو جسم کے' ان کی روح پاک ان تمام اجسام سے متعلق ہو کر تصرف فرمائے گی اور از روئے روح و حقیقت وہی ایک ذات ہر جگہ موجود ہے۔

یہ بھی تو ظاہر میں ورنہ سبع سنابل شریف میں حضرت سیدی فتح محمد قدس سرہ الشریف کا وقت واحد میں دس مجلسوں میں تشریف لے جانا تحریر فرمایا ہے اور اس پر کسی نے عرض کی:

"حضرت نے وقت واحد میں دس جگہ تشریف لے جانے کا وعدہ فرما لیا ہے۔ یہ کیونکر ہو سکے گا؟"

فرمایا:

"کرشن کنھیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا۔ فتح محمد اگر چند جگہ ایک وقت میں ہو' کیا تعجب ہے؟"

یہ ذکر کرکے فرمایا:

"کیا گمان کرتے ہو کہ شیخ ایک جگہ موجود تھے باقی جگہ مثالیں؟

حاشا! بلکہ شیخ بذات خود ہر جگہ موجود تھے۔"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلویہ حصہ اول مطبوعہ مراد آباد اہل السنت برقی پریس ص ۱۰۰)

ایمانداری سے کہو کہ کرشن گھنیا کی حاضری سے دلیل پکڑنا کیا ہندو ازم ہے یا نہیں۔ اگر یہ آپ کے نزدیک عین اسلام ہے تو پھر قرآن اور حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یا خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا واحد میں میدان جنگ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کی مساجد میں پنج گانہ نماز کی امامت کرانا' فیصلے کرنا اور مسائل بتانا اور جھگڑے چکانا ثابت کر دکھاؤ

احمد مرسل کی باتوں کی کہاں توقیر ہے ؟
اب تو ہر جا قول مرشد یا طریقہ پیر ہے

۲۔ تماشائی شیخ اور بے حیا مرید

کرشن گھنیا کی مثال سے اعلیٰ حضرت کی غرض دراصل اپنے پیر و مشائخ کو ہر جگہ حاضر و ناظر ثابت کرنا تھا۔ اس لیے خان صاحب نے دوسری مثال یوں پیش کی :

"احمد سجلماسی کے دو بیویاں تھیں۔ سیدی عبد العزیز باغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ :

"رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے دوسری بیوی سے ہم بستری کی' یہ نہیں چاہیے۔"

عرض کی :

"حضور ! وہ اس وقت سو رہی تھی۔"

فرمایا :

"سوتی نہ تھی' سوتے میں جان ڈال لی تھی (یعنی تھی تو جاگتی مگر سونے والوں کی صورت بنا رہی تھی۔"

عرض کیا :

"حضور کو کس طرح علم ہوا ؟"

فرمایا :

"جہاں وہ سو رہی تھی' کوئی اور پلنگ بھی تھا ؟"

عرض کیا:

"ہاں ایک پلنگ خالی تھا۔"

فرمایا:

"اس پر میں تھا۔ شیخ مرید سے کسی وقت بھی جدا نہیں' ہر آن ساتھ ہے۔"

(ملفوظات حصہ دوم ص ۴۶)

یہ مدعی اسلام تو ہیں ساتھی ہیں مگر بیگانوں کے !

تقویٰ کی تو بو ہی نہیں اور رنگ نہیں ایمانوں میں

حیا سوز حرکت

اس سے بڑھ کر بے حیائی اور کیا ہوگی کہ بریلوی اپنے مشائخ کے سامنے جماع کرتے ہیں اور پیر تماشائی حیثیت سے یہ پورا ماجرا سامنے دیکھ رہا ہے۔ کیونکہ بقول خان صاحب:

"شیخ مرید (مریدنی) سے کسی وقت بھی جدا نہیں' ہر آن ساتھ ہے۔"

بریلوی دوستو!

یہ حیا سوز مسائل و حرکات کیا اسلامی تعلیم کا نچوڑ اور خلاصہ ہیں ؟

تصویر کا دوسرا رخ

خان صاحب کے ذہن میں چونکہ کرشن کھنیا کا تصور ہے اور کرشن کھنیا کا سینکڑوں بیویوں کے ساتھ عریاں' رقص و ناچ تاریخ کی عجیب و غریب داستان ہے۔

بنا بریں خان صاحب انبیاء علیہم السلام کو بھی کرشن کھنیا ہی کے لباس میں دیکھنے کے خواہش مند ہیں۔

چنانچہ ملفوظات میں یہ حقیقت ان کی زبانی یوں منقول ہے:

"انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی قبور مطہرات میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں۔ وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔"

(ملفوظات حصہ دوم ص ۴۶)

بریلوی دوستو!

اگر تو یہ اسلامی مسئلہ ہے تو پھر کتب حدیث و رجال سیرو تاریخ اور تفاسیر معتبرہ سے دکھا دیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحلت فرما ہونے کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جو کہ ایک مدت تک زندہ رہیں۔ کبھی ان میں سے ایک بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مرقد انور کے اندر حاضر ہوئیں۔

مذہب سے ہوئے واقف نہ دین حق کو پہچانا
پہن کر جبہ و شملہ ' لگے کہلانے مولانا

عورتیں نیاز و فاتحہ میں

بریلویوں کے اعلیٰ حضرت کے قلم سے پڑھئے:

"حضرت سیدی عبدالوہاب اکابر اولیائے کرام میں سے ہیں۔ حضرت سید احمد کبیر کے مزار پر بہت بڑا میلہ اور ہجوم ہوتا' اس مجمع میں چلے آتے تھے۔ ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑی۔ فوراً نگاہ پھیر لی کہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے۔

"النظرۃ الاولی لک والثانیۃ علیک"

ترجمہ: پہلی نظر تیرے لیے ہے اور دوسری تجھ پر یعنی پہلی نظر کا کچھ گناہ نہیں اور دوسری کا مواخذہ ہوگا۔

خیر نگاہ تو آپ نے پھیر لی مگر وہ آپ کو پسند آئی۔ جب مزار شریف پر حاضر ہوئے' ارشاد فرمایا:

"کنیز تمہیں پسند ہے؟"

عرض کی:

"ہاں! اپنے شیخ سے کوئی بات چھپانا نہ چاہیے۔"

ارشاد فرمایا:

"اچھا! ہم نے تم کو وہ کنیز ہبہ کی۔"

آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں۔ معاً وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزار اقدس کی نذر کی۔ خادم کو ارشاد ہوا۔ انہوں نے آپ کی نذر کردی۔

ارشاد فرمایا:

"عبدالوہاب! اب دیر کاہے کی ہے۔ فلاں حجرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔" (ملفوظات حصہ سوم ص ۳۵)

بریلوی دوستو!

اگر آپ کے اعلیٰ حضرت کا یہ فرمان صحیح ہے تو مزاروں پر کنواری لڑکیاں بطور نذرانہ چڑھاؤ اور مجاوروں اور گدی نشینوں کی ہوس کو پورا کرو تاکہ یہ عیاش لوگ زنا بالجبر اور رنڈی بازی کے ارتکاب سے باز رہیں۔

جس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب
اب معترض اس دین پہ ہر ہرزہ سرا ہے

نیوگ

آریہ (ہندو) مذہب کا مشہور مسئلہ ہے کہ:

"اگر شادی کے بعد اولاد نہ ہو تو خاوند کو چاہیے کہ اپنی منکوحہ بیوی کو اجازت دے دے کہ وہ دوسرے مردوں سے اولاد حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

پس زنا کے ذریعے وہ عورت جو اولاد کرے گی یہ اس کے اصل خاوند کی جائز اولاد سمجھی جائے گی اور اس کی وفات کے بعد اس کی جائیداد کی اصل وارث اور مالک قرار پائے گی۔"

اس ہندووانہ مسئلہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے امام بریلویہ خان صاحب کا مبارک فتویٰ احکام شریعت سے پڑھیے:

"مسئلہ نمبر ۱۷: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کی منکوحہ عورت خالد کے ساتھ بھاگ گئی اور آٹھ دس برس کے بعد چند لڑکے اور لڑکیاں لے آئی کہ زید کا انتقال ہو گیا۔ وہ اولاد زید کی اولاد ہو کر شرعاً" زید کا ترکہ پائے گی یا بوجہ اولاد زنا ہونے کے ترکہ سے محروم رہیں گے؟ بینوا و توجروا۔

الجواب: بچہ اپنی ماں کا یقینی جزو ہے' جس میں شک و احتمال کو اصلاً" گنجائش نہیں۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو بچہ اس عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا' شاید کسی دوسرے کا ہو؟"

تفصیل کرتے ہوئے بطور قطعی فیصلہ لکھتے ہیں:

"غایت درجہ اس پر یقین کر سکتے ہیں کہ فلاں نے عورت سے جماع کیا اس قدر اور بھی سہی کہ اس کا نطفہ اس کے رحم میں گرا' پھر اس سے بچہ اس کا ہونے پر کیوں کر یقین ہوا؟

ہزار بار جماع ہوتا ہے' نطفہ رحم میں گرتا ہے اور بچہ نہیں بنتا تو عورت جس کے پاس اور زیر تصرف ہے' اس میں بھی احتمال ہے اور شوہر کہ دور ہے' احتمال اس کی طرف سے بھی قائم ہے۔

ممکن ہے طی ارضی پر قدرت رکھتا ہو کہ ایک قدم میں دس ہزار کوس جائے اور چلا آئے۔ ممکن ہے جن اس کے تابع ہوں اڑا کر لے جاتے یا بیوی کو اس کے پاس ہم بستری کے لیے لے آتے ہوں' ممکن ہے کہ صاحب کرامت ہو۔ ممکن ہے کہ کوئی ایسا عمل جانتا ہو' ممکن ہے روح انسانی کی طاقتوں سے کوئی سبب اس پر کھل گیا ہو۔

ہاں! اتنا ضرور ہے کہ یہ احتمالات علاتاً" بعید ہیں' مگر وہ پہلا احتمال شرعاً" اور

اخلاقاً" بعید ہے۔

زنا کے پانی کے لیے شرع میں کوئی عزت نہیں تو بچے زانی کی اولاد نہیں ٹھہر سکتے۔ اولاد اس کی قرار پانی ایک نعمت ہے۔"

مزید تشریح و تفصیل کرتے ہوئے خان صاحب آخری و قطعی دلیل یہ دیتے ہیں:

"زید اگر اقصیٰ مشرق میں ہے اور ہندہ منتہائے مغرب میں' اور بذریعہ وکالت ان میں نکاح منعقد ہوا۔ ان میں بارہ ہزار میل سے زیادہ فاصلہ اور صدہا دریا' پہاڑ اور سمندر حائل ہیں اور اسی حالت میں شادی کے وقت سے چھ مہینے بعد ہندہ کے بچہ پیدا ہوا' بچہ زید ہی کا ٹھہرے گا اور مجہول النسب یا ولدالزنا نہیں ہو سکتا۔" (احکام شریعت حصہ دوم مطبوعہ اہل السنت برقی پریس مراد آباد ص ۱۱۵ '۱۱۴ '۱۱۳)

بریلوی دوستو!

آپ کے سامنے ہے کہ مغویہ عورت سے جو اولاد پیدا ہوگی' وہ عورت کے اصلی خاوند ہی کی اولاد سمجھی جائے گی اور شرعاً" و اخلاقاً" اس کی وارث ہوگی۔

۱ ۔ ایمانداری سے کہئے کہ ہندوستان میں جو مسلم عورتیں تاحال ہندوؤں اور سکھوں وغیرہ کے قبضے میں ہیں' کیا ان سے پیدا شدہ اولاد بھی ان عورتوں کے اصل (مسلم بریلوی) خاوندوں کی اولاد ہی شمار ہوگی اور پاکستانی املاک کی وارث ہوگی؟

۲ ۔ اگر فتویٰ صحیح ہے تو پھر مغویہ عورتوں کی بازیابی کی کوشش کیوں کرتے ہو؟

کیوں کہ خان صاحب کے فتویٰ کی رو سے مغویہ کو کھلی اجازت ہے کہ خاوند کی زندگی میں واپس آئے یا اس کی وفات کے بعد وہ اپنے اصلی خاوند کی پاک دامن بیوی یا بیوہ ہے اور اس کی وہ اولاد جو اس نے غیر مرد سے حاصل کی ہے' یہ سب اس کے شرعی خاوند کی اولاد ہے۔

بریلوی دوستو!

خدا لگتی کہئے کہ آپ کے مقتداء نے آریہ مذہب کے مسئلہ نیوگ کا ریکارڈ بھی توڑ کے رکھ دیا ہے یا نہیں ؟

یا خدا توفیق دے ان کو تمام　　ضد کو چھوڑیں اور لیں اللہ کا نام

قادیانی دجال

یہ بات مرزائے قادیانی کی خودنوشت مصنفات سے ثابت ہے کہ "قادیانی مذہب" منحوس انگریز کی ایجنٹ ہے اور مرزا صاحب نے انگریز کی مخالفت کرنے والے اور اپنے منکرین کو جس درجہ مغلظات سنائی ہیں' اعلیٰ حضرت بریلویہ نے اس سے بڑھ کر یہ پارٹ ادا کیا ہے۔

مجاہدین کے بعد چونکہ متحدہ ہندوستان میں حضرات دیوبند کا گروہ بھی انگریز کو ہندوستان سے مار بھگانے پر سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھا' بنا بریں انگریز کی وفاداری اور برٹش گورنمنٹ کی حمایت میں اعلیٰ حضرت بریلویہ نے ان کے خلاف جو کچھ فرمایا وہ بلفظہ یوں ہے:

"دنیا میں سب سے بدترین ' مرتد ہے۔ اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا۔ اس کا نکاح کسی مسلم' کافر' مرتد اس کے ہم مذہب ہوں یا مخالف مذہب' غرض انسان' حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا۔ جس سے ہوگا محض زنا ہوگا۔

مرتد مرد ہو خواہ عورت' مرتدوں میں سب سے بدتر مرتد منافق ہے۔ یہی ہے وہ کہ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے۔

خصوصاً وہابیہ دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہل سنت و جماعت کہتے' حنفی' چشتی' نقشبندی بنتے' نماز' روزہ ہمارا سا کرتے' ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے۔" (احکام شریعت حصہ اوّل ص ۱۱ مطبوعہ اہل سنت برقی پریس مراد آباد)

بریلوی دوستو!

ایمانداری سے کہئے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے دجال قادیانی کی بدزبانی اور انگریز کی وفاداری کا ریکارڈ بھی مات کردیا ہے یا نہیں۔

عجب واعظ کی دینداری ہے یا رب
عداوت ہے اسے سارے جہاں سے

مسٹر جناح مسلم لیگ اور تمام حامی و ممبر

ممکن ہے بعض دوستوں کو یہ وہم و شبہ یا غلط فہمی ہو کہ امام بریلویہ نے دیوبندیوں کے خلاف جو یاوہ گوئی کی ہے' یہ ان کے مذہبی عقائد و اعمال سے مخالفت کا نتیجہ ہے؟ لہٰذا اس وہم و شبہ کو دفع کرنے کی غرض سے مسلم لیگ ایسی خالص سیاسی جماعت کے خلاف ہم بریلویت کا متفقہ فتویٰ پیش کیے دیتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ مسٹر جناح اور مسلم لیگ کی غرض و غایت "منحوس انگریز کو ہندوستان سے ہمیشہ کے لیے بھگا کر کفرستان کے اندر دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست "پاکستان" کے نام سے قائم کرنا تھی۔" مگر انگریز کو ہندوستان سے ہمیشہ کے لیے نکالنے کا عزم و ارادہ چونکہ انگریز کی پیدا کردہ و درپردہ جماعت بریلویہ کے لیے انتہائی اندوہ گیں اور رنجیدہ امر تھا۔

بنا بریں بریلویہ کی مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند نے اپنے اصلی مرکز یعنی بریلی شہر میں اپنے خان صاحب کے سالانہ عرس کے موقعہ پر ۱۳۵۸ھ میں پورے جوش و خروش سے انگریز کی صدق دل سے وفاداری اور مسلم لیگ و مسٹر جناح اور تحریک پاکستان سے بیزاری و نفرت کا جو عملی مظاہرہ کیا' وہ مرکزی حزب الاحناف کا "فتویٰ مبارکہ" کے نام سے مشہور اور شائع شدہ ہے۔

چونکہ بریلویت کا یہ فتویٰ طویل ہے۔ لہٰذا اس کے خاص اور اہم ترین حصے نمبروار ملاحظہ فرمایئے اور بریلویت کی کفرنوازی' انگریز سے وفاداری' مسلم لیگ سے نفرت اور

پاکستان سے برملا غداری کی داد دیجئے۔

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کا خیال ہے کہ ضرورت وقت کا خیال کرتے ہوئے تمام کلمہ گوؤں کو ایک جگہ جمع ہو جانا چاہیے ——————

لہٰذا علمائے اہل سنت ان چند باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے غیر جانبدارانہ بحکم شرع بجواب عنایت فرمادیں۔

۱ - یہ جماعت مسلم لیگ کیسی ہے ؟ کیا ان سے ہم اہل سنت کا اتفاق و اتحاد شرعاً جائز ہے ؟ اور کیا ان لیڈروں کا رہنما ہونا درست ہے اور ان پر اعتبار صحیح ہے۔

۲ - مسلم لیگ کی حمایت کرنی' اس میں چندہ دینا' اس کا ممبر بننا' اس کی اشاعت و تبلیغ کرنا کیسا ہے ؟

۶ - جو شخص اپنے کو سنی کہتا ہے اور پھر مسٹر جناح کو رافضی بلکہ نیچری جانتے ہوئے اپنا پیشوا مانے اور قائداعظم لکھے اور اس کی حمایت کرے' مبلغ بن کر لوگوں کو اس (مسلم لیگ) کی طرف ترغیب دے' وہ کیسا ہے اور اس کے لیے کیا حکم ہے ؟

الجواب وھو الموفق للصواب

(بریلویہ کی مرکزی حزب الاحناف ہند کی مجلس عاملہ نے بالاتفاق جو آخری فیصلہ یا فتویٰ مسلم لیگ اور اس کی ممبری اور مسٹر جناح سے متعلق دیا' وہ نمبروار نمونتاً" ملاحظہ فرمائیں :

۱ - (الف) مسلم لیگ میں مرتدین' منکرین ضروریات دین شامل ہیں۔ اس لیے اہل سنت و جماعت کا ان سے اتفاق و اتحاد نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کریں۔

(ب) لیگ کے لیڈروں کو رہنما سمجھنا یا ان پر اعتبار کرنا منافقین و مرتدین کو رہنما بنانا اور ان پر اعتبار کرنا ہے' جو شرعاً" ناجائز ہے' کسی طرح بھی جائز نہیں۔
۲۔ (الف) لیگ کی حمایت کرنا۔ (ب) اس میں چندہ دینا۔
(ج) اس کا ممبر بننا۔ (د) اس کی اشاعت و تبلیغ کرنا۔
منافقین و مرتدین کی جماعت کو فروغ دینا اور دین اسلام کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔

۶۔ اس شخص پر واجب و لازم ہے کہ فوراً توبہ کرکے سچا پکا مسلمان بن جائے۔ اگر رافضی کی تعریف حلال اور جناح کو اس کا اہل سمجھ کر کرتا ہے تو وہ مرتد ہوگیا' اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی' مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس سے کلی مقاطعہ کریں۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔" واللہ اعلم۔

حقیر فقیر درماندہ نفس شریر
ابوالبرکات سید احمد غفرلہ
ناظم مرکزی دارالعلوم انجمن حزب الاحناف ہند لاہور
الجواب: ماحررہ استاذنا العلامتہ حق و صواب
فقیر ابو الطاہر محمد طیب قادری برکاتی داناپوری
غفراللہ لہ' ذنبہ المعنوی الصوری

دل پر ہاتھ رکھ کر سنئے۔

"پھر انہیں دین فروشوں میں سے چند دنیا پرستوں نے ایک جماعت بنائی۔ جس کا نام مظلم لیگ. غلط مسلم لیگ ہے۔ اس کا قائد و لیڈر محمد علی جناح ہے' جس کا پہلا قائد سرسید احمد خان ؟ علی گڑھ تھا۔" (لیڈروں کی سیہ کاریاں ص ۴ مرتبہ داناپوری)

بریلویوں کے مقتداء نے تو دیوبندیوں کو مرتد' کافر اور ذریتہ البغایا قرار دیا' لیکن خان صاحب کی پروردہ و ٹریننگ دادہ مرکزی حزب الاحناف ہند نے مصور پاکستان و معمار پاکستان اور اس کے معاونین کو منافق و مرتد ٹھہرا دیا۔

لطف کی بات یہ ہے کہ بریلوی مذہب کا فتوئی خود بریلویت پر ہی عائد ہو رہا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے بریلویت کے سر میں خاک ڈالتے ہوئے مسلم لیگ اور مسٹر جناح کو اپنے مقصد و مشن میں کامیاب فرماتے ہوئے دنیا میں سرفراز کردیا اور بریلویت انتہائی ڈھٹائی سے پاکستان میں سکونت پذیر اور اس کے استحکام اور خوشحالی کا دم بھرتی ہوئی اپنے ہی فتوے سے دیوبندیوں کی بجائے نمونہ ثابت ہو رہی ہے ۔

کہہ رہی ہے حشر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی
ہائے کیسی اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی
بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے !

فتوئی مبارکہ آپ ملاحظہ فرما چکے۔ اب مرکزی حزب الاحناف کی شائع کردہ کتاب "تجانب اہل سنت عن اہل فتنہ" مصنفہ داناپوری کے چند اقتباسات بھی ایک نظر دیکھتے چلیے :

۱۔ "مسلم لیگ کا دستور اساسی بکثرت کفریات اور ضلالات و وبالات پر مشتمل ہے۔"
(تجانب اہل السنہ ص ۱۱۸)

۲۔ "مسلم لیگ کے اکثر لیڈر عام طور پر علی الاعلان کفر بکتے پھرتے ہیں اور ضروریات دین سے انکار کرنے میں انہیں کوئی باک نہیں۔" (حوالہ مذکور)

مسٹر جناح

بحکم شریعت مسٹر جناح اپنے عقائد کفریہ' قطعیہ' یقینیہ کی بنا پر قطعاً" مرتد اور خارج از اسلام ہے اور جو شخص اس کے کفروں پر مطلع ہونے کے بعد بھی اس کو مسلمان جانے یا اسے کافر نہ مانے' یا اس کے کفر و مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو

کافر کہنے میں توقف کرے تو وہ بھی کافر و مرتد' شرالئام اور بے توبہ مرا مستحق لعنت عزیز علام ہے۔" (ص ۱۲۲ حوالہ مذکور)

مصور پاکستان

کے متعلق بھی مرکزی حزب الاحناف ہند کا فتویٰ سنتے چلئے:

۱۔ "ڈاکٹر اقبال صاحب کا مقصود اصلی مذہب کی خاک اڑانا ہے۔"

(تجانب اہل سنت ص ۲۳۵)

۲۔ "ڈاکٹر صاحب ایسے اعتقاد رکھتے ہوئے کیسے مسلمان ہو گئے —— ڈاکٹر صاحب مسلمان ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوئی اور اسلام گھڑ لیا ہے اور وہ اپنے اسی گھڑے ہوئے اسلام کی بنا پر مسلمان ہیں۔" (تجانب اہل سنت ص ۲۴۵)

علامہ شبلی نعمانی

سے متعلق بھی فتویٰ سنتے چلئے:

"شبلی اعظم گڑھی کی نیچریت و دھریت اس کی کتابوں' سیرۃ النبی ' سیرۃ الفاروق اور سیرۃ النعمان میں اپنے زندیقی کرشموں کی بہار دکھا رہی ہے۔"

(تجانب اہل السنہ ص ۲۸۹)

کفر دوستی اور اسلام دشمنی

اہل حدیث و دیوبندیوں کے خلاف (جو صوم و صلوۃ کے پابند اور اسلام کے حامل ہیں) خان صاحب نے جس زور و شور سے کفر و ارتداد کے فتوے دے رہے ہیں۔

اس کے برعکس اسلام سے عملاً انکار کرنے والے یعنی شراب خور و زناکار اور حرام خوروں' صوم و صلوۃ ایسے فریضہ سے عمر بھر دور و بیگانہ رہنے والوں سے جس درجہ ہمدردی اور ان کی اسلام دوستی کا ثبوت پیش

کر کے کفر دوستی اور اسلام دشمنی کا ثبوت بہم پہنچایا ہے' وہ خان صاحب کے فتاویٰ سے ملاحظہ فرمایئے۔

سوال ہوتا ہے:

مسئلہ نمبر ۳: اگر مرد یا عورت کافر نے اسلام قبول کیا اور عمر بھر نماز کا سجدہ نہیں کیا' آیا ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

خان صاحب لکھتے ہیں:

الجواب: پنج گانہ نماز اس پر فرض تھی۔ اس نے شامت نفسی سے ترک کی۔ جنازہ کی نماز ہم پر فرض ہے۔ ہم اپنا فرض کیوں چھوڑیں۔" (فتاویٰ افریقہ مطبوعہ رضوی پریس دہلی ص ۵)

مزید سنئے

سوال ہوتا ہے:

"مسئلہ نمبر ۲۷: ایک شخص اہل اسلام سنی ہے اور وہ ظاہر شراب پیتا ہے اور حرام گوشت نصاریٰ کا یا کافروں کے ہاتھ کا ذبیحہ کھاتا ہے اور کلمہ کا شریک ہے' تو ایسے شخص کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا اور بعد موت کے نماز جنازہ وغیرہ کا کیا حکم ہے ؟

الجواب: جب کہ وہ مسلمان ہے اس کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے اور اس کے جنازہ پر نماز فرض ہے جیسا کہ جواب سوم ص ۵ پر گزرا۔" (فتاویٰ افریقہ ص ۴۲)

بریلوی دوستو! اپنے امام کی کفر نوازی اور اسلام دشمنی دیکھ کر بھی بریلویت سے توبہ نہ کرو تو پھر خود ہی سمجھ لو کہ تمہارا حشر کن لوگوں کے ساتھ ہوگا ؟

ہمیں واعظوں نے یہ تعلیم دی ہے کہ جو کام دینی ہے یا دنیوی ہے

مخالف کی ریس اس میں کتنی بری ہے   نشاں غیرت دین حق کا یہی ہے
نہ ٹھیک اس کی ہرگز کوئی بات سمجھو
وہ دن کو کہے دن تو تم رات سمجھو

قریش مکہ کے بھروپ میں

احادیث سے ثابت ہے کہ خاندان بنو ہاشم ملک عرب کا ہیرو اور مذہبی رہنما تھا۔ ہاشم عبد مناف کا اور عبدالمطلب ہاشم کا خلف الصدیق' مذہبی و نسبتی (خاندانی) حیثیت سے تھا۔

ابوجہل ' عتبہ 'ولید ' امیہ وغیرہ سے قطع نظر ابوطالب' ابی لہب وغیرہ ہاشمی خاندان کے افراد عبدالمطلب کے مذہب کے پرستار تھے۔

چنانچہ تاریخ گواہ ہے اور حدیث کے واضح الفاظ یہ ہیں کہ ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام سے انکار کرتے ہوئے آخری سانس اسی قول پر ختم کیے:

"انا امرت علی دین عبد المطلب"

ترجمہ: میں اپنی جان عبدالمطلب کے دین پر دے رہا ہوں۔"

بلکہ ابولہب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کا اصل باعث یہی ہوا کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالمطلب اور اس کے عقیدے پر مرنے والے تمام لوگوں کو جہنمی کہہ دیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

۱ - استاذ نت ربی ان استغفرلها فلم یوذن لی و استاذ نته نی ان ازور قبرها فاذن لی"

۲ - عن ابی هریرة قال زار النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قبر امه فبکی و ابکی من حوله فقال استاذ نت ربی فی انس استغفرلها فلم یوذن لی واستاذ نته فی ان ازور قبرها فاذن لی (صحیح مسلم جلد اول ص ۳۱۴)

مختصر یہ کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے اپنی والدہ کے لیے دعا و بخشش مانگنے کے لیے اجازت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے بخشش کے لیے دعا مانگنے کی اجازت تو نہ دی۔

پھر ہم نے قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے زیارت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

چنانچہ حضور والدہ کی قبر پر زیارت کے لیے تشریف فرما ہوئے۔ خود بھی زاروقطار روئے اور اہل مجلس بھی روتے رہے۔

علامہ نووی

"فبکی و ابکی" کی شرح لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"قال القاضی بکاہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ما فاتھا من ادراک ایامہ والایمان بہ"

ترجمہ: قاضی عیاض نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بنا پر روئے کہ ان کو یہ صدمہ ہوا کہ والدہ نے میری نبوت کا زمانہ نہ پایا اور ایمان سے محروم ہی فوت ہوگئیں۔

اور سنئے

"عن انس ان رجلا قال یا رسول اللہ این ابی قال فی النار فلما فضی دعاہ فقال ان ابی و اباک فی النار۔" (صحیح مسلم جلد ا ص ۱۱۴ مطبوعہ نور محمدی)

ترجمہ: حضرت انس راوی ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ:

"میرا (فوت شدہ) والد کہاں ہے؟ (جنت یا دوزخ میں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"دوزخ میں ہے۔"

پس جب کہ وہ آدمی پیٹھ پھیر کر چلا تو حضور نے اسے واپس بلایا اور فرمایا:

"صرف تیرا ہی باپ دوزخ میں نہیں بلکہ خود میرے والد بھی دوزخ ہی میں ہیں۔"

حضرت امام نوویؒ

(این ابی) پر رقمطراز ہیں:

"فیہ ان من مات علی الکفر فھو فی النار لا تنفعہ قرابۃ المقربین"

ترجمہ: جو شخص بھی کفر پر مرا وہ جہنمی ہے۔ اس کو انبیاء و صلحا کی قرابت و رشتہ داری آگ سے نجات نہیں دلا سکے گی۔

پھر آگے چل کر "ان ابی و اباک" کی شرح لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ان من مات فی الفترۃ علی ما کانت علیہ العرب من عبادۃ الاوثان فھو من اھل النار" (مسلم ص ۱۱۴)

ترجمہ: جو لوگ مذہب عرب یعنی بت پرستی کے دین پر فوت ہو چکے وہ دوزخی ہیں۔

اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ سردار عبداللہ، عبدالمطلب، ہاشم، عبدمناف وغیرہ بت پرستی پر ہی مرے ہیں۔ بنا بریں جو ان کے مذہب و عقیدہ کو موجب نجات مانتا ہے، وہ حقیقتاً ان کے مذہب کا ہی مبلغ ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ

صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان ملاحظہ فرمانے کے بعد اب حنفی مذہب کے بانی کا اعلان بھی پڑھیے۔

حضرت امام صاحب فرماتے ہیں:

"ووالدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماتا علی الکفر۔" (فقہ اکبر مع شرح ملا علی قاری ص ۱۳۱،۱۳۰)

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماں اور باپ کفر پر ہی فوت ہوئے ہیں۔

رکن مذہب حنفی

حضرت قاری صاحب اس کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

"ھذا رد علی من قال انھما ماتا علی الایمان او ماتا علی الکفر ثم احیاھم اللّٰہ تعالٰی فما تانی مقام الایقان

ترجمہ : امام عالی مقام نے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے جو غلو عقیدت کی بنا پر یہ کہتے ہیں کہ حضورؐ کے والدین اہل ایمان تھے' یا مرے تو کفر پر تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ زندگی بخشی اور مقام ایقان و ایمان پر ان کا خاتمہ ہوا۔ا

ا۔ حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وتہ انروت لھذ ہ المسئلتہ رسالۃ مستقلۃ ورفعت ما ذکرہ السیوطی فی وسائلہ الثلثہ فی تقویۃ ھذ ہ المقالۃ بالادلۃ الجامعۃ المجتمعۃ من الکتاب والسنۃ القیاس وجماع الامۃ ومن غریب ما وقع فی ھذ ہ القضیۃ انکار بعض الجھلۃ من الحنفیۃ (شرح فقہ اکبر لعلی قاری ص ۱۳۱ مجتبائی پریس دہلی)

ترجمہ : ہم نے اس مسئلہ پر مستقل رسالہ لکھا ہے اور سیوطی وغیرہ کے تمام ادعا و دلائل کا کتاب و سنت' اجماع امت اور قیاس کے واضح و روشن دلائل سے پرزور رد کیا ہے اور بعض جاہل احناف کے غریب و باطل توہمات کا بھی خوب رد کیا ہے۔

غرضیکہ قاری صاحب فرماتے ہیں ہم نے دلائل واضح ثابت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا انتقال حالت کفر پر ہی ہوا اور وہ بفرمان جہنمی ہیں۔

فتویٰ متعلقہ ابوطالب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین تو حضور کی نبوت کا زمانہ پانے سے پیشتر فوت ہونے کی وجہ سے کفر پر مرے۔ لیکن امام صاحب فرماتے ہیں کہ ابو طالب باوجود

زمانہ نبوت پانے اور حضور کو صدیق و امین اور آپؐ کے دین کو سچا سمجھتے ہوئے اور آپؐ سے انتہائی محبت رکھنے اور سر دھڑ کی بازی لگا کر آپؐ کی حمایت کرنے کے باوجود بھی کفر پر ہی مرا۔ بلفظہ:

و ابو طالب عمه ای عم النبی صلی اللّٰه علیه وسلم و ابو علیؓ مات کافرا ولم یومن به فقد ورد انه لما حضر ابو طالب الوفاة جاء ه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فوجد عنده اباجهل واخرابه فقال صلی اللّٰه علیه وسلم یا عم قل کلمة احاج لک بها عند اللّٰه فقال ابوجهل اترغب عن ملة عبد المطلب ونکرر هذا الکلام فی ذالک المقام حتٰی قال ابوطالب فی آخر المقام انا علی ملة عبدالمطلب و ابی ان یقول لا اله الا اللّٰه (شرح فقہ اکبر علی قاری ص ۱۳۲)

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سردار ابو طالب جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ہیں، کفر پر ہی فوت ہوئے۔

حضرت ملا علی قاری ابوطالب کی وفات کے متعلق حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابو طالب جب مرنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ ان کے پاس تشریف فرما ہوئے اور ابو جہل وغیرہ سرداران قریش بھی وہاں موجود تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"اے میرے شفیق چچا اگر تو کلمہ توحید کا اقرار کرلے تو میں قیامت کے دن تیری شفاعت کے لیے اللہ تعالٰی سے ضرور جھگڑا کروں گا۔"

یہ سن کر ابوجہل نے دوبارہ سہ بارہ کہا:

"اے ابو طالب! کیا تو بھی عبدالمطلب کے دین سے منہ پھیر کر ہی مرے گا؟

پس ابو طالب نے ابو جہل وغیرہ کو مطمئن کرنے کی غرض سے باواز بلند اقرار کیا کہ عبدالمطلب کے دین پر ہی اپنی جان خدا کے سپرد کررہا ہوں اور لا الہ الا اللہ پڑھنے سے انکاری ہو کر کفر پر ہی مرگیا۔

کیا عبدالمطلب جنتی ہے؟

ابوطالب چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر طرح مددگار تھا۔ جب ابوطالب مرگیا تو آپ غمگین ہو کر بیٹھ گئے۔

ابی لہب نے آپ کا غمگین ہونا محسوس کیا تو حاضر ہو کر عرض کیا:

"یا محمد امضی لما اردت وما کنت صانعا اذ کان ابوطالب حیا فامنعہ"

ترجمہ: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسا کہ ابو طالب کی زندگی میں تو اپنے دین کی اطاعت کیا کرتا تھا ویسے ہی اب بھی کر' میں ہر حیثیت سے تیرا معلون ہوں۔ لا واللات لا یوصل الیک حتی اموت' لات کی قسم جب تک میں زندہ ہوں' تیری طرف کوئی دشمن آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکے گا۔

ابوجہل وغیرہ قریش نے یہ واقعہ سنا تو غصے سے لال پیلے ہو کر ابولہب کے پاس پہنچے اور اس سے کہا:

"کیا تو بھی صابی ہو گیا اور عبدالمطلب کا دین چھوڑ چکا ہے؟"

تو اس کے جواب میں ابو لہب نے کہا:

"ما فارقت دین عبدالمطلب ولکنی امنع ابن اخی ان یضام حتی یمضی لما یرید

میں نے عبدالمطلب کا دین قطعاً" نہیں چھوڑا بلکہ میں نے تو اپنے بھتیجے کی حمایت و اعانت کی ضمانت دی ہے تاکہ وہ اپنے مذہب کو علی الاعلان پھیلانے میں کوتاہی نہ کرے۔"

یہ سن کر گروہ قریش نے کہا:

"لقد احسنت و اجملت ووصلت الرحم"

ترجمہ: یہ تو آپ نے بہت اچھا اور صلہ رحمی کا کام کیا ہے۔

ابھی اس واقعہ کو چند ہی روز گزرے تھے کہ قریش ایک فارمولا بنا کر ابولہب کے

پاس پہنچے اور کہا کہ :

"جس بھتیجے کی حمایت کے لیے تو سردھڑ کی بازی لگا چکا ہے' ذرا اس سے یہ تو پوچھ کہ ہمارے سردار اور تیرے والد کے متعلق وہ کیا عقیدہ رکھتا ہے ؟

چنانچہ ان کے بہکاوے میں آکر ابولہب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کرنے لگا :

این مد خل عبدالمطلب ؟ (عبدالمطلب کا ٹھکانا کہاں ہے) قال (آپؐ نے فرمایا) :

"مع قومہ (وہ اپنی قوم کے ساتھ ہی ہیں)"

یہ جواب سن کر ابولہب گروہ قریش کے پاس گیا اور آپ کا یہ قول ان کے روبرو عرض کردیا۔ ان سرکشوں نے کہا :

"ابولہب ! تم بات نہیں سمجھے' تمہارے بھتیجے کا منشا اس قول سے یہ ہے کہ سردار عبدالمطلب دوزخ ہی میں ہیں۔"

اس مردود پارٹی کی یہ بات سن کر ابولہب حواس باختہ ہو گیا اور الٹے پاؤں اسی وقت دوبارہ حاضر ہو کر دریافت کرنے لگا :

"یا محمد اید خل عبدالمطلب النار اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا عبدالمطلب جہنم میں ہے ؟"

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"ومن مات علی ما مات عبدالمطلب دخل النار۔"

ترجمہ : جو کوئی اس عقیدہ پر مرا' جس پر عبدالمطلب کو موت آئی' وہ جہنمی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ سن کر ابو لہب آگ بگولا ہو کر بکواس کرنے لگا :

واللہ لا یرحت لک الا عدوا ابدا خدا کی قسم مجھ سے تو قطعاً" بھلائی کی امید نہ رکھ' میں تیرا دشمن ہوں۔"

عبدالمطلب قطعی دوزخی ہے' جو کوئی بھی عبدالمطلب کے مذہب کو حق مانتا ہے' وہ بھی جہنمی ہے۔" (ملخصاً" تاریخ ابن کثیر جلد ۳ ص ۳۴ مطبوعہ مصر)

حقیقت آشکار ہو گئی

مختصر یہ کہ حضورؐ سے ابولہب کی انتہائی دشمنی کا اصل موجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہی فرمان ہے کہ آپؐ نے عبدالمطلب اور ہر اس شخص کو" کہ جو بھی عقیدہ و مذہب عبدالمطلب کو برحق اور موجب نجات سمجھتا ہوا مر گیا یا زندہ ہے' جہنمی قرار دیا۔

اہل توحید سے بریلویہ کی عداوت

عہد حاضرہ میں اہل توحید سے بریلویہ کی دشمنی کی اصل وجہ ظاہر ہو گئی کہ اہل توحید رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی تعلیم و اطاعت میں عبدالمطلب اور ہر اس انسان کو جو عبدالمطلب کے عقیدہ کو برحق یا تقرب الی اللہ کا موجب مانتا ہے' کافر و جہنمی سمجھتے اور جانتے ہیں۔

برخلاف اس کے بریلوی عبدالمطلب کو اہل حق و نجات مانتے ہوئے ان کی نیاز و فاتحہ مثل دوسرے صلحاء امت جائز اور کار ثواب اور موجب نجات مانتے ہیں جیسا کہ خان صاحب کے فتویٰ سے ثابت ہے۔

یہی وجہ و سبب ہے کہ بریلوی ابوجہل و ابولہب کا پارٹ ادا کرتے ہوئے یا ان کے حقیقی مقلدین کی حیثیت سے اہل توحید سے دشمنی رکھتے ہیں۔

چونکہ ابوطالب ' ابوجہل وغیرہ عبدالمطلب کے عقیدہ کے مخالفین (مسلمانوں) کو صابی کے نام سے مطعون کیا کرتے تھے اور یہ انہیں کا پارٹ ادا کرتے ہوئے اہل توحید کو وہابی کہہ کر بدنام کرنے کی سعی میں مصروف ہیں۔

میرے پہلو سے گیا پالا ستم گر سے پڑا

مل گئی ظالم تجھے کفران نعمت کی سزا

خان صاحب چونکہ کفار عرب کے عقائد و توہمات کو اسلامی لباس میں فروغ دینے پر کمربستہ ہیں۔ بنا بریں اعلان کر رہے ہیں:

"ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء و امہات حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ سے حضرت آدم و حضرت حوا تک سب اہل توحید و اسلام و نجات ہیں تو انہیں ایصال ثواب میں حرج نہیں۔" (احکام شریعت حصہ دوم ص ۸۸ مطبوعہ اہل سنت برقی پریس مراد آباد)

بریلوی دوستو!

فتویٰ آپ کے سامنے ہے لہذا یا تو عبدالمطلب' ہاشم' عبد مناف کی نیاز و فاتحہ دے کر مشرکین عرب کے مذہبی پیشواؤں کو صلحاء امت کے برابر کے اولیاء و بزرگ تسلیم کرکے ان کے عرس ' یوم میلاد و وفات پر مجالس منعقد کرکے اپنے کو مشرکین عرب کا نمائندہ ثابت کرو۔ ورنہ خان صاحب کے مذہب یعنی بریلویت سے توبہ کرکے امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے قول و فتویٰ اور صحیح احادیث کو تسلیم کرتے ہوئے اکابر قریش کے کفر کا اقرار کرو اور صدق دل سے مسلمان ہو جاؤ۔

من نہ گویم کہ ایں کن یا آں کن
مصلحت بیں و کار آساں کن

ناز و نخرہ والی بیوی

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں مشرکین عرب کے باطل عقائد و خیالات کی تردید فرماتے ہیں کہ مشرکین جو امر اپنے لیے باعث شرم جانتے ہیں' اس کو میری طرف منسوب کرتے ہوئے نہیں شرماتے یعنی اپنے لیے تو لڑکے پسند کرتے اور لڑکی کو ذلت جانتے

ہیں۔ مگر اس کے برعکس فرشتوں کو میری بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔ ام لہ البنات ولکم البنون○

مگر آپ سن کر حیران ہوں گے کہ امام بریلویہ نے مشرکین رب کا ریکارڈ بھی مات کردیا ہے یعنی خدا کی طرف بیٹیاں منسوب کرنے کی بجائے ایک ناز و نخرہ والی سہاگن بیوی منسوب کررہے ہیں۔ پھر بیوی بھی ایسی کہ بریلویوں کے اللہ میاں اس کی ایک ذرہ سی ناراضگی بھی برداشت نہیں کرسکتے۔

خان صاحب فرماتے ہیں:

"حضرت موسیٰ سہاگ رحمتہ اللہ علیہ مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ احمد آباد میں ان کا مزار شریف ہے۔ میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ زنانہ وضع رکھتے ہیں۔

ایک بار قحط شدید پڑا' بادشاہ' قاضی و اکابر جمع ہو ہو کر حضرت کے پاس دعا کے لیے گئے' انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں۔

جب لوگوں کی آہ و زاری حد سے گزری' ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی جانب منہ اٹھا کر فرمایا:

"مینہ بھیجئے یا اپنا سہاگ لیجئے۔"

سہاگن بیوی کا یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح اٹھیں اور جل تھل بھر دیئے۔ (ملفوظات شریف حصہ دوئم ص ۸۰)

۲۔ ایک دن نماز جمعہ کے وقت بازار میں جا رہے تھے۔ ادھر سے قاضی شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے' آئے۔

انہیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ یہ وضع مردوں کو حرام ہے۔ مردانہ لباس پہنئے اور نماز کو چلئے۔ اس پر انکار و مقابلہ نہ کیا۔ چوڑیاں اور زیور' زنانہ لباس اتارا اور مسجد کو ساتھ ہو لیے۔

خطبہ سنا' جب نماز قائم ہوئی اور امام نے تکبیر تحریمہ کی۔ اللہ اکبر سنتے ہی

ان کی حالت بدلی' فرمایا:

"اللہ اکبر میرا خاوند حی لا یموت ہے کہ کبھی نہ مرے گا اور یہ مجھے بیوہ کیے دیتے ہیں۔ اتنا کہنا تھا کہ سر سے پاؤں تک سرخ لباس اور وہی چوڑیاں۔" (ملفوظات شریف حصہ دوم ص ۸۱)

صاحب کمال اولیا

امام بریلویہ کے ملفوظات شریف سے آپ کو معلوم ہو چکا کہ جس قدر کوئی شریعت کی مخالفت میں پیش پیش ہے۔ وہی ان کے نزدیک صاحب کمال ولی اللہ ہے۔

یہاں تو بالکل حد ہو گئی کہ شریعت کی صریح مخالفت اور زنانہ وضع حرام ماننے کے باوجود بھی موسیٰ سہاگ کو اس کی زبانی اپنے اللہ میاں کی ناز و نخرہ والی بیوی تسلیم کررہے ہیں اور ساتھ ہی یہ فتویٰ بھی دے رہے ہیں:

"اندھی تقلید کے طور پر ان کے مزار کے بعض مجاوروں کو دیکھا کہ اب تک بالیاں' کڑے' جوشن پہنتے ہیں۔ یہ گمراہی ہے' صوفی صاحب تحقیق اور ان کا مقلد زندیق" (ملفوظات ص ۸۱)

خان صاحب بھی عجیب انسان و مفتی ہیں کہ موسیٰ سہاگ کو تو صدق دل سے اپنے اللہ میاں کی بیوی تسلیم کررہے ہیں۔ لیکن ان کے بھیس و لباس کو دوسروں کے لیے زندیقیت شمار کررہے ہیں۔

دو رنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا

کیا اعلیٰ حضرت بریلویہ مومن صادق ؟
یا
اہل اللہ سے ہیں ؟

اللہ والوں کو دنیا اور اس کی ناز و نعمت سے محبت بقدر ضرورت ہوتی ہے۔ باوجود

دنیا میں رہنے کے ان کی نظریں آخرت کی نجات اور رضائے الٰہی کی طرف لگی ہوئی ہوتی ہیں۔

چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری الفاظ اللهم بالرفیق الاعلیٰ اس کا ثبوت ہیں۔ بلکہ ایک اہل اللہ کے تذکرہ میں ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو ان کے بچے، رفیقہ حیات، دیگر اعزہ و اقارب اور شفیق و مخلص دوست ان کی جدائی سے متاثر آبدیدہ ہوئے۔

"یہ ماجرا دیکھ کر فرمایا کہ:

"آپ بھی میرے عجیب خیر خواہ ہیں کہ ایک مدت سے میں جس کی تلاش میں کوشاں بلکہ سرگرداں تھا۔ مجھے وہ وقت میسر آ رہا ہے۔ اور آپ غم میں مبتلا ہیں۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس حقیقت یعنی مومن صادق کی موت کو قرآن مجید میں جس نمایاں انداز سے بیان فرمایا ہے، رضاخانی ترجمہ سے ملاحظہ فرمایئے۔

یایتها النفس المطمئنة ○ ارجعی الٰی ربک راضية مرضية ○ فادخلی فی عبادی ○ وادخلی جنتی ○ (فجر)

ترجمہ: اے اطمینان والی جان (یہ مومن صادق سے وقت موت کہا جائے گا) اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ پھر میرے خاص بندوں میں داخل اور میری جنت میں آ۔ (رضاخانی ترجمہ قرآن مجید)

مقصود و مدعا

یہ کہ دنیا کی تمام نعمتیں فانی و بے حقیقت ہیں اور آخرت و جنت کی نعمتیں غیر فانی اور ان کی لذت و شیرینی، نفاست، خوبصورتی وغیرہ بیان میں نہیں آسکتی۔

پھر کون عقل مند ہے کہ جسے ان غیر فانی لذت و نفاست بھری (من مرضی کی) نعمتوں کے میسر ہونے کا پورا پورا یقین ہو لیکن اس نالائق کا دل دنیا ہی کی فانی نعمتوں کا

طلب گار ہے۔ حتیٰ کہ مرتے وقت بھی اپنے ورثا سے آخری وصیت یوں کرے کہ :

"اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہر ہفتہ دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگر بھینس کے دودھ کا ہو' مرغ پلاؤ خواہ بکری کا' شامی کباب' پراٹھے اور بالائی' فرنی اردکی پھریری دال بمعہ ادرک و لوازم' گوشت بھری کچوریاں ' سیب کا پانی' انار کا پانی' سوڈے کی بوتل' دودھ کا برف' (چھوٹے مولانا نے عرض کیا) :

"اسے تو حضور پہلے لکھا چکے ہیں۔"

فرمایا :

"پھر لکھو۔ اگر روزانہ ایک ہو سکے یوں کرو' یا جیسے مناسب جانو مگر بطیب خاطر۔" (وصایا شریف احمد رضا خان ص ۸ مطبوعہ گلزار عالم پریس لاہور)

بریلوی دوستو!

آپ کے حضور پرنور اعلیٰ حضرت خان صاحب کی یہ وہ آخری وصیت ہے جو کہ موت سے چند منٹ پہلے لکھوائی اور اس پر خود آپ نے دستخط بھی ثبت کیے ہیں۔ لہٰذا آپ کا فرض ہے کہ پوری اسلامی تاریخ سے ایسی کوئی ایک ہی مثال دکھا دیجئے کہ خیر القرون یا مابعد کے کسی صاحب کمال محدث ' مسلمہ فقیہ اور اولیا و صلحا سے کسی ایک بزرگ نے مرتے وقت دنیا کے مرغوب کھانوں کی خواہش کی اور فہرست لکھوائی ہو جیسا کہ خان صاحب کی رال ٹپک رہی ہے۔

یہ ظاہر و ثابت ہو رہا ہے کہ خان صاحب یقین کر رہے ہیں کہ جنت کی نعمتیں تو میسر نہیں آئیں گی لہٰذا ورثا ہی سے وصیت کرتے چلیں کہ :
ہفتہ میں ایک دو مرتبہ یہ مرغوب اشیا پیچھے سے بھجوا دیا کریں۔ مگر بوجہ سکرات موت آپ کو یہ خیال نہ آیا کہ یہ قطعاً نہیں بچ سکیں گی۔

غالباً خان صاحب کی اس آخری وصیت پر ہی شاعر نے تبصرہ کیا ہے۔

سگ دنیا پس از مردن بھی دامن گیر دنیا ہو
کہ اس کتے کی مٹی سے بھی کتا گھاس پیدا ہو

دو قبلے

خان صاحب فرماتے ہیں:

"ایک صاحب کو بادشاہ نے سزائے موت کا حکم دیا۔ جلاد نے تلوار کھینچی۔ یہ اپنے شیخ کے مزار کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے۔ جلاد نے کہا:

"لوگ اس وقت قبلہ کو منہ کرتے ہیں۔"

فرمایا:

"تو اپنا کام کر۔ میں نے قبلہ کو منہ کر لیا ہے اور ہے بھی یہی بات کہ کعبہ قبلہ ہے جسم کا اور شیخ قبلہ ہے روح کا (ملفوظات جلد ۳ ص ۴۳)

یہ بھی مختار کل ہیں

خان صاحب فرماتے ہیں:

"ایک فقیر بھیک مانگنے والا ایک دکان پر کھڑا کہہ رہا تھا کہ:

ایک روپیہ دے دو۔" وہ نہ دیتا تھا۔

فقیر نے کہا:

"روپیہ دینا ہے تو دے ورنہ تیری ساری دکان الٹ دوں گا۔"

تھوڑی دیر میں لوگ جمع ہو گئے۔ اتفاقاً" ایک صاحب دل کا گزر ہوا' جن کے سب معتقد تھے۔ انہوں نے دکاندار سے فرمایا:

"جلد روپیہ اسے دے دے ورنہ دکان لوٹ لی جائے گی۔"

لوگوں نے عرض کیا:

"کہ حضرت یہ بے شرع جاہل کیا کر سکتا ہے؟"

فرمایا:

"میں نے اس فقیر کے باطن پر نظر ڈالی کہ کچھ ہے بھی؟ معلوم ہوا بالکل خالی ہے۔ پھر اس کے شیخ کو دیکھا' اسے بھی خالی پایا۔ اس کے شیخ کے شیخ کو دیکھا' انھیں اہل اللہ پایا اور دیکھا وہ منتظر کھڑے ہیں کہ کب اس کی زبان سے نکلے اور میں دکان الٹ دوں۔"

بریلوی دوستو!

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے دو ہی تیلے تھے اور وہ عوام کی دولت پر ایسے ہی ہاتھ صاف کیا کرتے تھے۔

ایمانداری سے کہو! یہ زٹلیات ہیں یا کہ قرآن و حدیث کی تعلیم کا نچوڑ و خلاصہ۔

نذر' نیاز' قبور بزرگان پر اوچھاڑ چڑھانا
اور
مجاوریت

وہابی بزرگان دین کو نذر و نیاز برا سمجھتے ہیں اور قبول کرنے والوں کو معاذ اللہ ٹھگ اور دن کے ڈاکو کہتے ہیں۔

اور

احناف بزرگان دین کو نذر' نیاز دینا باعث برکت سمجھتے ہیں اور حرام کہنے والوں کو منکر قرآن و دشمن رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہیں۔

اب تم سوچو کہ تم کون ہو؟

قصص ۲۰/۲

اولم نمکن لهم حرما امنا یجبیٰ الیه ثمرت کل شئی رزقا من لد نا ولکن اکثرهم لا یعلمون○

ترجمہ: کیا نہیں جگہ دی ہم نے ان کو امن والے حرم میں کھنچے آتے ہیں اس کی طرف ہر شے کے پھل خاص ہماری طرف سے (رزق) ہے اور لیکن اکثر ان کے بے علم ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت بیت اللہ کے مجاوروں' کنجی برادروں کو اپنا احسان جتا رہا ہے کہ یہ تمہارے پاس جو پھلوں کے نذرانے چاروں طرف سے کھنچے چلے آتے ہیں۔

کوئی ٹوکری پھلوں کی لا رہا ہے' کوئی جھولی بھر کر لا رہا ہے' کوئی گٹھڑی باندھ کر لا رہا ہے۔ ہر ملک سے چڑھاوے چڑھ رہے ہیں۔ یہ ہماری طرف سے رزق حلال پاک ہے۔

اس آیت کریمہ سے پانچ مسائل ثابت ہوئے:

۱۔ بیت اللہ کی کنجی برادری یعنی مجاوروں کا ثبوت' جس سے مقامات متبرکہ کی مجاوری بحکم الٰہی ثابت ہو رہی ہے۔

۲۔ مقامات متبرکہ کی طرف پھلوں کے نذرانے لے جانا کیسا کہ الیہ کی ضمیر ثبوت دے رہی ہے۔

۳۔ مقامات متبرکہ کے چڑھاوے' یہ خدائی رزق' حلال' پاک اور خاص خدائی انعام ہے۔ جس پر اس کا احسان ہو (اس کو) ملتا ہے۔

۴۔ یہ رزق جو عوام وہاں لے جاتے ہیں' جب وہ وہاں دیا جائے تو رزقا من لدنا یعنی پھر وہ خاص خدائی رزق ہونے کی وجہ سے متبرک بن جاتا ہے۔ تو اگر مجاورین اس کو تقسیم کردیں تو تبرکاً" پاک سمجھ لیا جاوے تو ثواب ہے۔

ایک تو وہ رزقا من لدنا ہونے کی وجہ سے اور دوسری وجہ آگے حدیث شریف میں انشاء اللہ ذکر ہوگی۔

۵۔ اگر مجاورین بے علم بھی ہوں تو رب العزت ان کے بے علم ہونے کی وجہ سے ان کے نذرانے میں فرق نہیں لاتا۔ البتہ ان کو بے عمل نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ بے عمل لائق مجاورت نہیں۔

وہابی

مولوی صاحب! تم نے عجیب دلیل نکالی۔ بیت اللہ کی مجاوری کا استدلال لے لیا۔ یہ قبر ہے' وہ بیت اللہ ہے۔ کچھ تو خیال کرو

اگر یہ مجاوری جائز ہوتی تو صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ کرتے؟

کیسی بناوٹی باتیں گھڑتے ہو۔

(محمد عمر) بیت اللہ تو ابوجہل وغیرہ نے بھی تعمیر کیا' پھر ابراہیم علیہ السلام یا آدم علیہ السلام کی ابتدائی بنیاد سمجھ لو گے اور اس کے حرم خاص مضاف میں انبیاء علیہم السلام کی قبریں بھی ہیں جن کا ثبوت ملفوظہ موجود ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ الیہ کی ضمیر بیت اللہ کی طرف راجع ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ نذر' نیاز لوگ لاتے کعبہ کے لئے تھے' لیکن کھاتے مجاورین تھے اور مجاوریت کا ثبوت قرآن کریم میں لا یجاورنک سے ثابت ہے کہ ان منافقوں کو خدا آپ کی مجاوری نصیب نہ کرے۔

تیسری عرض یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی کنجی برادری اور مجاورت کا کام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خود سرانجام دیا ہے۔

مشکوۃ شریف ۱۴۹ ابوداؤد ۲ - ۱۰۳

حد ثنا احمد بن صالح ابن ابی ندیک اخبرنی عمرو ابن عثمان بن هانی عن الاسم د خلت علی عائشة فقلت یا امة اکشفی لی عن قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحبیه رضی اللہ تعالٰی عنهما فکشفت لی عن ثلثة قبور۔"

ترجمہ: محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو عرض کیا' اماں جان! میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے اور صاحبین رضی اللہ عنہما سے اچھاڑ اٹھایئے تو آپ نے میرے لیے تین قبروں سے اچھاڑ کو ہٹایا۔

اس سے تین مسائل ثابت ہوئے۔

۱- قبور کی زیارت کے لیے جانا۔

۲- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا روضہ اطہر کی کنجی برداری کرنا۔ ورنہ آپ سیدھے روضہ اطہر پر پہنچ جاتے۔

۳- قبر پر اچھاڑ کا ہونا ثابت ہے۔" (مقیاس حنفیت ص طبع پنجم)

کیا مجاورین قبور اکثر هم لا یعلمون کا مصداق ہیں؟

معلوم ہوتا ہے کہ مدعی مجاوریت نے پوری آیت پر غور نہیں کیا یا پھر معنی سمجھنے میں ان کو دھوکا ہوا ہے۔ ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے عمداً مغالطہ دینے کے لیے آیت شریفہ کا ابتدائی حصہ نقل نہ کرنے میں اپنی کامیابی سمجھی ہو۔

بہرحال پوری آیت ملاحظہ فرمائیے اور ترجمہ امام بریلویہ خان صاحب احمد رضا کی زبانی سنئے اور مصنف کی دیانت داری کا جائزہ لیجئے۔

وقالوا ان نتبع الهدى معك نتخطف من ارضنا اولم نمكن لهم حرما امنا يجبىٰ اليه ثمرت كل شئى رزقا من لدنا ولكن اكثرهم لا يعلمون ○

خان صاحب

ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور کہتے ہیں (کفار مکہ) اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو لوگ ہمارے ملک سے ہمیں اچک لے جائیں گے"

ب ۵: کیا ہم نے انہیں جگہ نہ دی' امان والی حرم میں۔ ف ۶: جس کی طرف ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں۔

ہمارے پاس کی روزی لیکن ان میں اکثر کو علم نہیں۔" ف ۷

حکیم الامت بریلویہ

مفتی نعیم الدین صاحب اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حاشیہ نمبر ۵ میں لکھتے ہیں:

"یعنی سرزمین عرب سے ایک دم نکال دیں گے۔"

شان نزول:

"یہ آیت حارث بن عثمان بن نوفل بن عبد مناف کے حق میں نازل ہوئی۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ یہ تو ہم یقین سے جانتے ہیں کہ جو آپ فرماتے ہیں' وہ حق ہے۔ لیکن اگر ہم آپ کے دین کا اتباع

کریں تو ہمیں ڈر ہے کہ عرب لوگ ہمیں شہر بدر کردیں گے اور ہمارے وطن میں نہ رہنے دیں گے۔ اس آیت میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔"

ف۶: "امن والی حرم" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"جہاں کے رہنے والے قتل و غارت سے امن میں ہیں اور جہاں جانوروں اور سبزیوں تک کو امن ہے۔"

ف۷: "اکثر کو علم نہیں" کی تفسیر یوں لکھی ہے۔

"اور وہ اپنی جہالت سے نہیں جانتے کہ خوف و امن بھی اسی کی طرف سے ہے اور ایمان لانے میں شہر بدر کیے جانے کا خوف نہ کرتے۔"

مغالطہ کے بے جوڑ دلائل

ناظرین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ مغالطہ کا عنوان تو ہے:

"نذر' نیاز' قبور بزرگان دین پر اچھاڑ چڑھانا اور مجاوریت"

مگر اس مقصد کے ثبوت کے لیے جو آیت شریفہ سرفہرست ہے' اس کے مخاطب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (مسلمان) نہیں۔ بلکہ دشمنان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان احسان فراموش کفار مکہ کو اپنے مخصوص انعامات یعنی پرامن حرم میں سکونت اور غیرذی زرعہ وادی میں پھلوں سے رزق پہنچانے کا ذکر فرماتے ہوئے ان کو اسلام کی ترغیب دلا رہے ہیں۔

چنانچہ اکثرھم لا یعلمون کے قرآنی الفاظ اور خود اچھروی صاحب کا ترجمہ مذکورہ حقیقت کا ثبوت ہیں۔

کیا عہد حاضرہ کے مجاورین اس آیت کے مخاطبین کے جانشین ہیں؟

اگر تو اچھروی صاحب کے نزدیک عہد حاضرہ کے قبر پرست و مجاورین واقعی اس آیت شریفہ کے مخاطب لوگوں کے جانشین ہیں تو پھر ماشاء اللہ اہل توحید اچھروی کا عصداق "چشم ماروشن و دل ماشاد" ' ایک بار نہیں بلکہ ان گنت و لاتعداد مرتبہ "زندہ باد" کے نعروں سے خیرمقدم کرتے ہیں۔

اگر اچھروی صاحب اس آیت کے مخاطب صحابہ رضی اللہ عنہم (مسلمانوں) کو سمجھ کر عہد حاضرہ کے مجاوروں کو صحابہ کا جانشین ثابت کرنے پر مصر ہیں تو پھر ان کی خدمت میں مودبانہ گزارش کریں گے کہ:

"مولوی صاحب کچھ تو خدا کا خوف کرو' صحابہ رضوان اللہ علیہم کو' اکثرھم لا یعلمون بتلا رہے ہو۔

لہذا اپنی آخرت پر نگاہ کرتے ہوئے اپنی جان اور مسلمانوں پر رحم فرما کر اس مغالطے سے اشتہار کے ذریعے توبہ شائع فرمایئے کیونکہ ۔

اگر بریں نمط قرآن خوانی   یہ بری رونق مسلمانی

خیر خواہی و بھلائی کے پیش نظر

تفسیر ابن کثیر مسلمہ تفسیر سے' جس کو آپ بارہا مقیاس حنفیت میں بطور استدلال پیش کرچکے ہیں' اس آیت شریفہ کی تفسیر سنئے:

"مشرکین اپنے ایمان نہ لانے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ ہم آپ کی لائی ہوئی ہدایت کو مان لیں تو ہمیں ڈر لگتا ہے کہ اس دین کے مخالف جو ہمارے چو طرف ہیں اور تعداد میں' مال میں ہم سے بہت زیادہ ہیں' وہ ہمارے دشمن جان بن جائیں گے اور ہمیں تکلیف پہنچائیں گے اور ہمیں برباد کردیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ حیلہ بھی ان کا غلط ہے' اللہ تعالیٰ نے انہیں حرم محترم میں رکھا ہے۔ جہاں شروع دنیا سے اب تک امن رہا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حالت کفر میں تو یہاں امن میں رہے اور جب خدا کے سچے دین کو قبول کریں تو امن اٹھ جائے۔

یہی تو وہ شہر ہے کہ طائف وغیرہ مختلف مقامات سے پھل فروٹ' سامان' اسباب' مال تجارت وغیرہ کی آمدورفت یہاں بکثرت رہتی ہے۔

تمام چیزیں یہاں کھچی چلی آتی ہیں اور ہم انہیں بیٹھے بٹھائے روزیاں پہنچا رہے ہیں۔ لیکن ان میں اکثریت بے علم ہے۔ اسی لیے ایسے رکیک حیلے اور بے جا عذر پیش کرتے ہیں۔

مروی ہے کہ یہ کہنے والا حارث بن عامر بن نوفل تھا (تفسیر ابن کثیر مترجم مطبوعہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی پارہ بیسواں ص ۳۶)

اگر شبہ ہو تو مزید سنئے

اچھروی صاحب نے قبور بزرگان پر اچھاڑ چڑھانے کے ثبوت میں جو حدیث پیش کی ہے اس کے عربی الفاظ ایک نظر پھر ملاحظہ فرمایئے:

"عن قاسم دخلت علی عائشة فقلت یا امه الحدیث"

یہ الفاظ اعلان کر رہے ہیں کہ حدیث (واقعہ) کو بیان کرنے والے حضرت قاسم ہیں جو فقہا سبعہ مدینہ کے ممتاز رکن اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مخصوص و ذی شان شاگرد ہونے کے ساتھ ہی صدیقہ کے محرم (حقیقی بھتیجے) یعنی حضرت قاسمؒ' حضرت صدیقہؓ کے چھوٹے بھائی محمد بن ابی بکرؓ کے فرزند ارجمند اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔

بنا بریں وہ اپنی پھوپھی صاحبہ اور استاذ محترم (حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا) کو مودبانہ انداز سے "یا امتہ کے ممتاز لفظ سے خطاب کر رہے ہیں۔"

مگر اچھروی صاحب چونکہ مسلمانوں کو مغالطہ دینا چاہتے ہیں۔ بنا بریں لکھتے ہیں:

"محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو عرض کیا' اماں جان:

غور فرمایئے

اچھروی صاحب کی پیش کردہ حدیث کی سند آپ کے سامنے ہے:

"حد ثنا احمد بن صالح ابن ابی فدیک اخبرین عمرو ابن عثمان بن ھانی عن القاسم"

اسے بارہا بار ملاحظہ فرمایئے اور پورے غور سے دیکھئے کہ ان راویوں میں کوئی محمد نامی راوی بھی ہے مگر اچھروی صاحب ہیں کہ واقعہ حدیث بیان کرنے والے حضرت قاسم کی بجائے از خود ان کے والد محترم محمد کا نام ذکر کرتے ہوئے بھائی کی زبانی حقیقی بہن کو "اماں جان" کے لقب سے خطاب کر رہے ہیں۔

حالانکہ نہ ہی تو محمد رحمتہ اللہ راوی ہیں اور نہ ہی وہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اماں جان کہہ کر خطاب کرنے کے حق دار ہیں۔

خدا الٹی سمجھ کسی کو نہ دے!
دے موت اور یہ بلا کسی کو نہ دے

مزید اطمینان کے لیے

قرآن مجید کی آیت شریفہ سے مجاوریت قبور کا ثبوت اور ترجمہ حدیث کے الفاظ سے۔ اگر کوئی کسر باقی رہ گئی ہو تو پوری تسلی کے لیے قبور پر اچھاڑ کے مدعی کا تیسرا نمبر یا اچھاڑ کے ثبوت کی دوسری دلیل کا جائزہ لیجئے۔

اچھروی صاحب

نے المغرب کے حوالہ سے جو حدیث پیش کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھروی صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ "المغرب" کس فن کی کتاب ہے۔

اگر اصلیت یہی ہے کہ المغرب کی اصلیت سے آگاہی نہیں اور محض سنے سنائے

المغرب کو حدیث کی کتاب سمجھ کر مذکورہ عبارت کو حدیث کا نام دے رہے ہیں تو یہ ان کی جہالت کا ثبوت ہے۔

اس کے برعکس اگر المغرب کی حقیقت سے آشنا ہونے کے باوجود عامتہ المسلمین کو دھوکہ دہی کے لیے حدیث بیان کر رہے ہیں تو پھر یہ بہت بڑا بہتان ہے کیونکہ '

۱۔ المغرب حدیث کی کتاب نہیں بلکہ لغت کی کتاب ہے۔

۲۔ جو عبارت اس کے حوالہ سے ذکر کی ہے وہ حدیث بالکل نہیں بلکہ کسی ایسے انسان کا بے سند قول ہے کہ جس کو علم و تقویٰ اور دیانت و صداقت وغیرہ تک کا علم نہیں اور یہ بھی خبر و پتہ نہیں کہ وہ غالی رافضی (شیعہ) ہے یا جاہل قبر پرست۔

بہرحال عبارت' دیوانے کی بڑ یا شیخ چلی کی زٹلی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ بنا بریں اس زٹلی کو حدیث کا نام دے کر دھوکہ دینا کما یتخبطه الشیطن من المس کا مصداق نہیں تو اور کیا ہے ؟

المغرب اور اس کے مصنف کی حقیقت

المغرب کے مصنف اگرچہ عملاً حنفی ہیں مگر اعتقاداً اپنے زمانے کے معتزلہ کے سردار ہیں۔

مولانا عبدالحی رحمتہ اللہ علیہ لکھنوی نے المغرب کے مصنف علامہ مطرزی کا تعارف جس وضاحت سے کرایا ہے وہ بلفظہ یہ ہے :

"کان اماما فی الفقه والعربیة واللغة راسا فی الاعتزال (فوائد البہیتہ فی تراجم الحنفیتہ)

ترجمہ : اگرچہ مطرزی فقہ حنفی' عربیت اور لغت کے امام ہیں' مگر باوجود اس کے معتزلہ کے امام و پیشوا بھی ہیں۔

آپ کی وفات ۵۳۶ھ میں ہوئی ہے۔

کوئی اہل سنت اسلام کا مدعی ہے کہ جو معتزلہ ایسے گمراہ فرقہ کے امام کی بے سند عبارت کو حدیث ماننے پر آمادہ ہے (نعوذ باللہ من ذالک)

ہو سکتا ہے کہ کسی رافضی کی زٹلی ہو جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی غرض سے معتزلی امام نے درج کردی ہو۔

اچھاڑ اٹھانے سے پہلے چڑھانے کا ثبوت ضروری ہے

مدعی "اچھاڑ بر قبور" کا حق تو یہ تھا کہ حدیث و شروح اور تاریخ و سیر کی کتب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے بحکم خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اچھاڑ چڑھانے کا ثبوت پیش کرتا اور یہ دکھاتا کہ اچھاڑ کا رنگ فلاں تھا' فلاں قسم اور فلاں ملک کے بنے ہوئے سادہ یا بیل بوٹے سے مزین کپڑے کا تھا۔

مگر مصداق پیدائش سے پہلے موت یا بالفاظ تحت کا تو نام نشان نہیں مگر تحت کے نقش و نگار اور زینت و دلکشی زور و شور سے بیان کی جارہی ہے۔

یہ ٹھیرے ہیں اب دین کے پیشوا !
لقب ان کا ہے وارث انبیاء

مرض الموت

کی شدت' بے قراری' بے ہوشی اور افاقہ وغیرہ ایک ایک سیکنڈ کی تفصیل کتب میں موجود ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں وفات اور عدم وفات کا اختلاف اور بالاخر موت کا متفقہ فیصلہ' جن حالات اور کپڑوں میں وفات ہوئی' ان کی رنگت و بناوٹ اور آپ نے جو ہدایات اور وصیتیں فرمائیں اور آپ کے آخری کلمات بھی "عیاں راچہ بیاں" کا مصداق ہیں۔

قبر اطہر کی جگہ بناوٹ' غسل کی کیفیت' غسل دینے والوں کے نام بھی پوری صراحت سے کتب میں مذکور ہیں۔

حتیٰ کہ

قبر اطہر میں فرش بچھانے' اس پر پانی چھڑکنے بلکہ جس کنویں سے غسل کا پانی منگایا گیا' اس کا محل وقوع اور نام' اس کے مالک کا نام' اس سے پانی منگوانے کی وجہ بھی تفصیل سے ہے۔

چنانچہ البدایہ والنہایہ میں ہے:

"بوقت وفات آپ نے حاضرین سے الوداعی سلام کہا اور ارشاد فرمایا کہ:

"غیر صحابہ کو سلام پہنچا دینا۔"

بلکہ یہ بھی فرمایا کہ:

"تم گواہ رہو کہ قیامت تک کے متبعین سنت کو ہم نے سلام کہہ دیا ہے۔"

(اصل الفاظ آرہے ہیں)

۲ - فقالت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبض فی ھذین الثوبین

(البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۲۴۱ مصری)

ترجمہ: صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ان دو کپڑوں (چادروں) میں ہوئی۔

وغسل وعلیہ تمیحص وغسل من بیئر کان یقال لھا الغرس بقباء کانت لسعد بن خیثمۃ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشرب منھا (جلد ۵ ص ۲۶۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل اس حال میں دیا گیا کہ آپؐ کی قمیض مبارک آپؐ کے بدن پر ہی تھی اور غسل کے لیے غرس نامی کنویں کا پانی استعمال کیا گیا جو بستی قبا میں حضرت سعد کا کنواں ہے اور یہ اس لیے کہ آپ کو اس کنویں کا پانی بہت مرغوب تھا۔

۴ - ثم ادرج فی ثلاثۃ اثواب ثوبین ابیض (ص ۲۶۱)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن میں تین کپڑے دیئے گئے' جن میں دو سفید تھے۔

۵ - نرفع فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی توفی فیہ لحضر والہ تحتہ (ص ۲۶۷)

ترجمہ: (جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی) پس اسی جگہ سے بستر علالت اٹھا کر وہاں قبر کھودی جو لحد کی صورت میں تھی۔

۶ - ید خلون من ھذا الباب فیصلون علیہ ثم یخرجون من الباب الاخر (ص ۲۷۰)

ترجمہ: (غسل و کفن سے فراغت کے بعد جنازہ اس کیفت سے پڑھا گیا کہ) صحابہ کرام گروہ گروہ (جماعت) ایک دروازہ سے داخل ہو کر بغیر امام کے جنازہ پڑھ کر دوسرے دروازہ سے نکل جاتے۔

۷ - جعل فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قطیفۃ حمراء (ص ۲۶۸)

ترجمہ: قبر اطہر میں قطیفہ سرخ بطور فراش بچھایا گیا۔

۸ - رشی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم رشا وکان الذی رشہ بلال بن رباح بقربہ بدا من قبل راسہ من شق الایمن حتٰی انتھی رجیلیہ (ص ۲۷۱)

ترجمہ: قبر شریف درست کرنے کے بعد حضرت بلال نے پانی سے بھری ہوئی اپنی مشک اٹھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کی دائیں جانب سے شروع کر کے پاؤں تک پانی سے چھڑکاؤ کیا۔

خلاصہ مطلب

یہ کہ مرض الموت کی ابتداء سے لے کر قبر اطہر میں نیچے فرش بچھانے اور قبر پر پانی چھڑکنے کی طول طویل تفصیل مذکور ہے مگر قبر پر اچھاڑ کا وہم و گمان بھی نہیں۔

جس سے اظہر من الشمس ہے کہ قبر اطہر پر اچھاڑ کا مغالطہ محض من گھڑت ڈھکوسلا ہے جو محض:

الف - قبر پرستی کو فروغ دینے۔

ب - مجاورین قبور کی تائید و خوشنودی۔

ج۔ ان سے بھاری فیس و نذرانہ وصول کرنے کی غرض سے عہد حاضرہ کی جدت و ترقی سے متاثر ایجاد کیا گیا ہے (نعوذ باللہ من ذالک)

مدعی اچھاڑ کے دعویٰ کا انحصار

اچھروی صاحب کے دعوے کا دارومدار چونکہ صرف لفظ اکشفی لی پر ہی ہے۔ بنا بریں اس کا اصل منشا و مقصد سمجھنے کے لیے قبر اطہر کی جگہ اور صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جائے رہائش جب ذہن نشین ہو جائے گی تو اکشفی لی کی پوری حقیقت سامنے آ جائے گی۔

اتفاقی مسئلہ

کتب حدیث' شروح و تاریخ رجال و سیر کے دفاتر بلکہ اہل السنت' روافض' خوارج و معتزلہ وغیرہ تمام کے تمام گروہ اس پر متفق ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا واقعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن ان ہی کے حجرہ مقدس میں پیش آیا۔"

جب وفات ہو چکی تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آپ کو عین اسی جگہ قبر کھود کر دفن کر دیا گیا۔

چونکہ سوائے اس مقدس حجرہ کے صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کوئی دوسرا سکونتی حجرہ یا رہائشی مکان نہ تھا۔ بنا بریں تاحین حیات صدیقہ رضی اللہ عنہا' قبر اطہر بن جانے کے بعد بھی اس حجرہ میں ہی مقیم رہیں۔ البتہ قبر اطہر اور اپنی رہائشی جگہ کو علیحدہ کرنے کی غرض سے بجائے دیوار کے کپڑے کے پردے کی آڑ سے دو کمرے بنا لیے۔

اگرچہ اس حقیقت پر دلائل و شواہد گنوانے کی ضرورت نہیں۔ تاہم اس جاں گداز صدمہ سے متاثر ہونے کی غرض سے دلی توجہ سے سنئے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عہد سے لے کر رہتی دنیا

تک کے مسلمانوں کو میری موت سے بڑھ کر کوئی صدمہ نہیں۔"

اور پھر اس لیے بھی کہ مرض الموت کے آخری لمحات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین مجلس کو آخری سلام سے سرفراز فرماتے ہوئے فرمایا:

"ومن کان غائبا من اصحابی فابلغوہ عنی السلام و اشھد کم بانی قد سلمت علی من دخل فی الاسلام ومن تابعنی فی دینی ھذا الیوم الی یوم القیامۃ (البدایہ والنھایہ جلد ۵ ص ۲۵۴)

ترجمہ: میرے صحابہ میں سے جو اس وقت غیر حاضر ہیں' ان سب کو میرا آخری سلام کہہ دینا اور یاد رکھو' میں تمہیں گواہ کرکے اعلان کرتا ہوں' میں ان تمام لوگوں کو الوداعی سلام کہہ رہا ہوں' جو اس وقت سے تا قیامت اسلام میں داخل ہوں گے اور صدق دل اور یقین کامل اور پورے شوق و محبت سے میری اتباع کریں گے۔

(اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی ایمان و اسلام نصیب کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الوداعی سلام کا صحیح معنوں میں حق دار بنا کر حوض کوثر پر ہدیہ سلام عرض کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین)

پوری توجہ سے سنئے

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا موقعہ کے گواہ کی حیثیت سے فرماتی ہیں:

۱- "لما ثقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واشتہ بہ وجعہ استاذن ازواجہ ان یمرضی فی بیتی فاذن لہ الحدیث (صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم و وفاتہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب مرض کا شدید حملہ ہوا تو آپ نے تمام ازواج مطہرات سے یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ اگر راضی ہوں تو میں صدیقہ کے گھر میں بیماری کے دن گزاروں۔ اس پر تمام ازواج نے بکمال مسرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر ایام مرض گزارنے کی اجازت دے دی' (رضی اللہ عنہن)

۲- دوسری روایت میں بھی ہے:

قالت مات النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وانہ بین حاقنتی و ذاقنتی الحدیث (حوالہ مذکور)

ترجمہ: صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپ کا سر مبارک میری ہنسلی اور تھوڑی کے درمیان تھا اور آپ میرے سینہ سے تکیہ لگائے ہوئے تھے۔

۳۔ مزید صراحت سے ملاحظہ فرمایئے۔ صدیقہ فرماتی ہیں:

"ان من نعم اللّٰہ علی ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم توفی فی بیتی و فی یومی وبین سحری ونحری وان جمع اللّٰہ بین ریقی و ریقہ الحدیث (حوالہ مذکور)

ترجمہ: اگرچہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات ان گنت ہیں مگر وہ انعامات جن سے اللہ تعالیٰ نے مجھے خصوصیت سے نوازا ہے' یہ ہیں کہ:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں فوت ہوئے۔

۲۔ بالکل میری باری کے دن اس حال میں فوت ہوئے کہ آپؐ میرے سینہ سے تکیہ لگائے ہوئے تھے۔

۳۔ آپؐ کا سر مبارک میری ہنسلی سے ملا ہوا تھا۔

۴۔ اللہ کا آخری فضل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی موت کے وقت میرا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھوک اس طریق سے جمع کر دیا کہ خشک مسواک کو میں نے اپنے منہ میں ڈال کر نرم کیا اور پھر وہی مسواک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ سے تکیہ لگائے ہوئے اپنے منہ مبارک میں ڈال کر استعمال فرمایا۔

قبر اطہر کی تجویز و تعمیر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب دفن و قبر کا مرحلہ درپیش ہوا تو اپنی اپنی دانست کے مطابق صحابہ رضی اللہ عنہم نے مختلف مشورے دیئے۔

بالآخر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ:

"قبر شریف کے لیے جگہ تجویز کرنے کی ہمیں ضرورت ہی نہیں کیونکہ اس امر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ ہی ہماری رہنمائی فرما رکھی ہے۔"

چنانچہ آپؐ کا واضح فرمان یہ ہے:

"ما قبض اللہ نبیا الافی مرضع الذی یحب ان یدفن فیہ ادفنوہ فی مرضع فراشہ رواہ الترمذی"

(مشکوۃ باب دفن المیت)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نبی کی روح عین اسی جگہ پر قبض فرماتے ہیں کہ جہاں نبی کی قبر منظور و پسند ہو' انہیں ان کی چارپائی والی جگہ پر ہی دفن کردو۔

مزید سنئے

البدایہ والنہایہ کے الفاظ یہ ہیں:

"فرمع فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی توفی فیہ فحفر والہ تحتہ" (جلد ۵ ص ۲۶۷)

ترجمہ ض پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آپؐ کا بستر علالت اٹھا کر عین اسی جگہ قبر اطہر کھودی گئی۔

ماحصل

یہ کہ جس مقدس حجرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شرف زوجیت بخشا اسی حجرہ میں آپ کی وفات ہوئی اور جائے وفات ہی میں قبر اطہر تعمیر ہوئی۔

جب تک صدیقہؓ زندہ رہیں۔ قبر اطہر کے پڑوس میں مقیم رہیں اور قبر اطہر کے پاس ہی بیٹھ کر تشنگان علوم نبوی کو سیراب کرتی رہیں۔

بالآخر یہی مقدس حجرہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی آخری آرام

گاہ قرار پایا' جس کی تفصیل آ رہی ہے۔

بلند بخت حجرہ کی عمارت

یہ حجرہ جسے شاعر نے اگرچہ "ٹوٹا ہوا حجرہ" کہا ہے مگر روئے زمین پر اس کی مثل و نظیر نہیں۔

الف ۔ جبرائیل امین اس حجرہ کا قاصد ہے۔

ب ۔ عزرائیل ایسے باوقار ہیبت ناک ملک الموت کو بلا اجازت داخلہ کی جرات نہیں۔

ج ۔ باوجود اس سب کچھ کے اس قصر عالی کی عمارت کا یہ حال ہے کہ کچی اینٹ اور گارے سے بنی ہوئی ہے۔ مختصر چار دیواری ہے۔ جس کے اوپر کھجور کی لکڑی اور شاخوں کی چھت ہے۔

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"مجھے جو اس حجرہ میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا تو میں نے ماپنے کے لیے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے تو وہ کھجور کی ٹہنیوں کو چھونے کی سعادت سے بہرہ ور تھے۔"

مقام عبرت

غالی قبورین وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مبالغہ کرتے ہوئے زمین و آسمان کے جو قلابے ملا رہے ہیں (یعنی علم غیب و مختار کل من گھڑت افسانے بنا کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ان کے لیے تازیانہ عبرت ہے۔

یعنی آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری اور گھر میں بستر علالت پر تشریف فرما ہیں اور اسی روز سے یہ دریافت شروع ہوئی کہ

"کل کس گھر کی باری ہے اور پرسوں کس بیوی کے گھر قیام ہے' حضرت عائشہؓ کی باری کب آئے گی؟"

چنانچہ صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں:

۱ - "ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یسال فی مرضہ الذین مات فیہ یقول این انا غدا این انا غدا یرید یوم عائشۃ الحدیث
نہ صرف یہی بلکہ مرض الموت کا ظاہری سبب آپ کے تقاضائے بشریت کا ثبوت ہے۔

چنانچہ صدیقہ راوی ہیں:

۲ - کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول فی مرضہ الذی مات فیہ یا عائشۃ ما ازال اجد الم الطعام الذی اکلت بخیبر نھذا روان وجدت انقطاع الھوی من ذالک السم (بخاری)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرض الموت میں فرماتے تھے کہ اے عائشہ بے خبری میں زہر ملا جو گوشت ہم نے خیبر میں کھایا تھا۔ باوجود علاج کے اب تو اس نے رگ جان ہی کاٹ دی ہے۔

(اس زہر ملے کھانے میں شریک آپؐ کے ایک صحابی کی موت خیبر ہی میں واقع ہو گئی اور بالاخر اس زہر کا نتیجہ آپؐ کی موت کا ظاہری سبب ہوا) بوقت وفات آپؐ کی عمر تریسٹھ سال کی تھی۔ توفی وھوا بن ثلث وستین (بخاری)

مالی حالت

جو لوگ آپؐ کو مختار کل، قاسم و داتا اعتقاد کرتے ہوئے دوسروں کو اس عقیدہ کی دعوت دیتے ہیں، مرض الموت ان حضرات کو آگاہ کر رہی ہے کہ:

"مختار کل، داتا و قاسم ــــــ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، باقی پوری مخلوق اس کے در کی محتاج ہے۔"

سردار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں، مگر باوجود اس کے اللہ تعالیٰ کے محتاج ہی ہیں۔

۱ - چنانچہ مرض الموت میں آپؐ کی مالی پوزیشن یہ ہے کہ آخری روز گھر میں دیا جلانے کے لیے تیل نہیں۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک انصاری عورت سے تیل عاریتاً"

حاصل کر کے رات کو چراغ جلایا۔

نہ صرف یہی بلکہ آپ کے ذمے قرض واجب الادا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف کے الفاظ یہ ہیں:

"توفی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم و درعہ مرھونۃ عند یھودی بثلثین"

ترجمہ: آپ کی وفات کے وقت آپ کی زرہ مبارک کم و بیش سوا من اناج کے عوض یہودی کے پاس گروی پڑی تھی۔

عجب مشکل میں آیا سینے والا جیب و داماں کا
جو یہ ٹانکا تو وہ ادھڑا جو وہ ٹانکا تو یہ ادھڑا

شدت مرض کا فلسفہ

جہاں تک انسان کا اپنا بس چلتا ہے۔ اپنے آرام و راحت کے لیے ہر ممکن کوشش کر گزرتا ہے۔

اس کے برعکس جب انسانی بس کی حدود ختم ہو جائیں تو پھر درد و کرب میں مبتلا بے بسی کا نمونہ بن جاتا ہے۔

چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت اس منزل میں درس عبرت ہے۔ حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

"جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شدت مرض کا حملہ ہوا تو آپ اپنے دونوں ہاتھ پانی میں بھگو بھگو کر چہرۂ انور پر پھیرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"لا الہ الا اللّٰہ موت میں بڑی سختیاں ہیں (اے معبود برحق تو اس میں میری مدد فرما)

پھر اسی حال میں آپ نے اپنا ہاتھ اوپر کو اٹھایا اور فرمایا:

"یا اللہ اپنے پاس بلا لے۔"

حتیٰ کہ آپ کی روح قبض ہوئی اور ہاتھ گر گیا۔

اصل الفاظ یہ ہیں :

"فجعل یدخل یدیہ فی الماء فیمسح بهما وجهه یقول لا اله الا اللّٰه ان للموت سکرات ثم نصب یدہ فجعل یقول فی الرفیق الا علی حتٰی قبض ومالت یدہ" او کمال قال (صلی اللّٰه علیه وسلم)

امت کو آخری اشارہ اور تاکیدی وصیت

صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

"لما نزل برسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم طفق یطرح خمیصة له علی وجهه فاذا اغتم کشف عن وجهه وهو کذالک یقول لعنة اللّٰه علی الیهود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیائهم مساجد یحذر ما صنعوا" الحدیث

ترجمہ : جب آپ زیادہ بیمار ہوئے تو بیقراری میں کبھی تو آپؐ اپنے اوپر والی چادر سے اپنا منہ چھپا لیتے اور پھر جب گھبراہٹ زیادہ ہوتی تو منہ ننگا کرتے اسی بے چینی کے عالم میں آپؐ نے فرمایا کہ :

"یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو' انہوں نے اپنے انبیاء (صلحاء) کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا ہے۔"

یعنی آپ یہود و مردود کے کردار سے امت کو آگاہ کرتے ہوئے عبرت دلا رہے تھے کہ اے افراد امت تم ایسا ہرگز نہ کرنا۔

دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت کے آخری وقت فرمایا :

لعن اللّٰه الیهود اتخذوا قبور انبیائهم مساجد قالت ولو لا ذالک لا برز قبره غیر انی اخشی ان یتخذ مسجد"

ترجمہ : یہود پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ صدیقہ فرماتی ہیں کہ :

"اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ جہلا امت قبر شریف کو کہیں سجدہ گاہ نہ بنا لیں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر بجائے محفوظ حجرہ کے کسی کھلی جگہ بنائی جاتی۔"

صدیقہؓ مزید فرماتی ہیں:

"باوجود محفوظ حجرہ میں قبر بن جانے کے بعد مجھے تو اب بھی خطرہ ہی خطرہ ہے کہ یہود کی نقل میں یہود کے جانشین قبر اطہر کو کہیں عبادت گاہ نہ بنا لیں۔"

اس حدیث کی تشریح' شارحین حدیث حافظ ابن حجرؒ ملا علی قاری شیخ عبدالحق دہلوی اور نواب قطب الدین رحمہم اللہ کی شروحات کے الفاظ سے عرض ہو چکی ہے۔

یہاں صرف یہی گزارش ہے کہ مرقد انور صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرۂ صدیقہ میں ہونے کا راز و فلسفہ صرف یہی ہے کہ قبر اطہر شرک و بدعات سے محفوظ رہے۔

بنا بریں صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تاحین حیات اپنی سکونت و رہائش کپڑے کے پردہ کی آڑ سے حجرہ شریف میں قبلہ کے الٹے رخ رکھی تاکہ بغیر اجازت کوئی عورت و غیر محرم تو کیا کوئی خاص محرم و عزیز بھی بلا اجازت قبر اطہر تک رسائی نہ کر پائے۔

مزید انتباہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ کی قبر پرستی کی نقل سے امت کو دور رکھنے کے لیے صرف لعنت پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور انتباہ فرمایا:

"اے افراد امت تم سے پہلے نبیوں کی امتوں نے اپنے انبیاء و صلحاء کی قبروں کو چونکہ عبادت گاہ بنا لیا ہے۔

بنا بریں ہم تمہیں تاکید سے منع کرتے ہیں کہ تم ہرگز (میری قبر یا دوسرے صلحاء کی) قبروں کو عبادت گاہ نہ بنانا۔"

اصل الفاظ یہ ہیں:

"الا فلا تتخذ وا القبور مساجد انی انھاکم عن ذالک" (مشکوۃ باب المساجد)

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا اور امت کو انتباہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تاکید ہی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور انتہائی خشوع و توجہ سے یوں بھی فرمایا ہے:

"اللھم لا تجعل قبری و ثنا یعبد اشتدت غضب اللہ علی قوم التخذ وا قبور انبیائھم مساجد"

۱۔ ترجمہ: باری تعالیٰ میری قبر کو ایسا نہ ہونے دیجئو کہ لوگ بتوں کی طرح اس کی پوجا کرنے لگیں۔

۲۔ اے افراد امت اللہ تعالیٰ کا سب سے خطرناک عذاب ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔

سرکردۂ احناف کی شرح و ترجمہ

ملا علی قاری شہرہ آفاق حنفی شارح نے اس حدیث کی شرح جس وضاحت سے فرمائی ہے، بلفظہ ملاحظہ فرمایئے اور اس کا ترجمہ مولانا قطب الدینؒ ایک نامور ہندوستانی حنفی کی قلم سے سنئے۔

قاری صاحب رطب اللسان ہیں:

ای لا تجعل قبری مثل الوثن فی تعظیم الناس و عود ھم للزیارت بعد بدھم و استقبالھم نحوہ فی السجود کما نسمع ونشاھد الان فی بعض المزارات والشاھد (مرقات جلد ۱، ص ۴۴۷ مصری)

الفاظ ترجمہ

نواب صاحب نے ان الفاظ کا ترجمہ یوں ادا کیا ہے:

"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا الٰہی نہ کر میری قبر کو بت کہ پوجی

جلوے' سخت ہوا غضب اللہ تعالیٰ اس قوم پر کہ ٹھہرائیں قبریں اپنے انبیاء کی سجدہ گاہ۔"

تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

"نہ کر میری قبر کو مانند بت کے بیچ تعظیم کرنے لوگوں کے اور بار بار آنے ان کے واسطے زیارت کے یعنی بطور میلے (عرس) کے اور متوجہ ہونے کے اس کی واسطے سجدہ ہونے کے جیسا کہ سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں ہم اب بعضے مزارات اور مقامات کو یعنی مثل استھان (بت) وغیرہ کے۔"

(مظاہر حق ۱/۲۵۳)

حجرۂ صدیقہؓ میں دفن ہونے کا فلسفہ

مذکورہ تفصیل سے حجرۂ صدیقہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن ہونے کا راز و فلسفہ سامنے آگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی قبر اطہر حجرہ صدیقہؓ میں اس لیے بنوائی کہ :

"صدیقہ ایسا مثالی موحد انسان تاحین حیات قبر اطہر کو بدعات و شرک کی نجاست سے کما حقہ' محفوظ رکھے۔"

چنانچہ حسب منشائے الٰہی صدیقہ نے حسب سابق اپنی سکونت حجرہ کے انتہائی تنگ گوشہ میں رکھی تاکہ کوئی بڑے سے بڑا انسان بھی بلا اجازت صدیقہؓ قبر اطہر تک رسائی حاصل نہ کرپائے۔

چنانچہ "مدعی اکھاڑ بر قبور" کی پیش کردہ روایت اس کا ثبوت ہے کہ صدیقہ کا انتہائی عزیز و لاڈلا شاگرد اور خاص الخاص محرم (حقیقی بھتیجا) بھی یہ جرات نہیں کرسکا۔ بلا اجازت تو کیا صدیقہؓ کے بغیر دکھلائے از خود دیکھ سکے ؟

اجماعی و اتفاقی مسئلہ

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت کے آخری ایام پھر وفات

اور قبر اطہر کا حجرہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں ہونا مسلمات سے ہے' ویسے ہی قبر اطہر کی تعمیر (بن جانے) کے بعد تاحین حیات صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رہائش و سکونت بھی اسی مقدس حجرہ میں اس درجہ اتفاقی و اجماعی مسئلہ ہے کہ اس کے برعکس کتب حدیث' شروح' تاریخ و سیر اور رجال وغیرہ میں تو کیا کسی غالی سے غالی فرد امت کی زبانی کوئی لفظ و حرف سننے میں نہیں آیا کہ :

الف - " قبر اطہر بن جانے کے بعد حضرت صدیقہ اس مقدس حجرہ کو مقفل کر کے اپنے والد شفیق کے گھر چلی گئی۔

ب - یا فلاں انصاری و مہاجر نے بکمال مسرت اپنا مکان حضرت صدیقہؓ کو رہائش کے لیے دے دیا۔

ج - یا پھر خلیفہ اول نے فلاں مکان قیمتاً خرید کر یا فلاں جگہ خرید کر صدیقہ کی رہائش کے لیے مکان تعمیر کروا دیا۔"

صدیقہؓ کو حجرہ چھوڑنا کیوں گوارا نہ ہوا؟

حجرہ اگرچہ پہلے ہی مختصر سا تھا' پھر قبر اطہر کی تعمیر سے مزید تنگ ہو گیا' مگر بوجوہات خاص صدیقہ کو حجرہ کا چھوڑنا کسی حال بھی گوارا نہ ہوا۔

۱ - اولاً تو یہ آپ کے شرف زوجیت والی خاص قیام گاہ اور ذاتی ملکیت تھی۔

۲ - دوسری امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے حجرات و قیام گاہوں سے محفوظ و گھری ہوئی تھی۔

۳ - مذکورہ ظاہری حالات کے علاوہ انوار نبوت اور وحی الٰہی کی تجلیات اور اللہ تعالیٰ کی مخصوص ترین رحمت و برکات سے مستیز و مالا مال تھی۔

۴ - ایک اہم خوبی و کمال اس حجرہ شریف کو یہ بھی حاصل تھا کہ اس کا ایک دروازہ مسجد کی جانب اس مخصوص حصہ میں کھلتا ہے جو کہ رياض الجنة کی فضیلت سے سرفراز ہے۔

۵ - مذکورہ پر ہی بس نہیں بلکہ دروازہ کی وجہ سے نماز جماعت اور ذکر الٰہی کے نور و

سرور کا دائمی حظ و لطف حاصل تھا۔

۶ - یہ مقدس حجرہ وہ لاثانی و بے نظیر مدرسہ تھا کہ دروازہ پر پردہ حائل (لٹکا ہوا) ہے اور صدیقہ حجرہ ہی میں تشریف رکھتے ہوئے ریاض الجنۃ میں بیٹھے تشنگان علوم نبوی کو سیراب اور سائلین کو فتویٰ دے رہی ہیں۔

۷ - اس مقدس حجرہ سے علیحدگی صدیقہ کو اس لیے بھی ناگوار تھی کہ یہود و نصاریٰ کی قبرپرستی کا ہلاکت آفریں منظر آپ بچشم خود ملاحظہ فرما چکی تھیں۔

۸ - نہ صرف انبیاء کی قبروں کی پرستش کا منظر ہی آپ کے سامنے تھا بلکہ مرض الموت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری انتباہ ہی اعلان لعن اللہ الیہود والنصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجد ہیبت ناک اور گمراہ کن صورت میں آپ کے سامنے تھا۔

۹ - حتیٰ کہ اس آخری وصیت کا راز و فلسفہ خود آپ ہی تو رہتی دنیا تک کے مسلمانوں کو یوں بیان فرما رہی ہیں' ولو لا ذلک لا برز قبرہ۔

۱۰ - اسی پر بس نہیں بلکہ جہلا امت یا غالی قبورین کی شرارتوں' بدعات' فتنہ انگیزیوں کو آپ اپنے علم' فضل اور مشاہدہ کی روشنی میں دیکھتی ہوئیں۔ اعلان فرما رہی تھیں۔ غیر انی اخشی ان یتخذ مسجد بلوجود' پوری حفاظتی تدابیر کے مجھے تو خطرہ ہی خطرہ ہے کہ جہلاء امت (قبورین) کہیں قبر اطہر کو عبادت گاہ نہ بنا لیں۔

۱۱ - مذکورہ اور ان سے علاوہ دیگر خطرات کی پیش بندی کی غرض سے صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حجرۂ مقدس کا چھوڑنا کسی قیمت و کسی حال بھی گوارا نہ ہوا۔"

صدیقہ کی سکونت کا ظاہری نتیجہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہیبت و عظمت اور جلال و رعب کے نتیجہ میں عوام تو کیا خواص کو بھی یہ ہمت و جرات نہ ہوئی کہ وہ صدیقہ کے حجرہ میں بغرض زیارت آمد و رفت جاری رکھ سکیں۔

چنانچہ اس کا نمونہ آپ کے سامنے ہے۔ حضرت قاسم رحمتہ اللہ علیہ جو حضرت صدیقہؓ کے چھوٹے بھائی محمد کا جگر گوشہ یا آپ کا حقیقی بھتیجا ہے اور وہ ذیشان شاگرد

ہے، جو فقہا مدینہ منورہ کا ممتاز رکن، چوٹی کا مجتہد، فقیہ اور بے نظیر محدث ہے اور دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں اسے صدیقہ کے پاس جانے میں قطعاً" جھجک یا روک ٹوک نہیں۔

مگر بلوجود اس بے تکلفی اور آمد و رفت کے صدیقہ کی زندگی میں صرف ایک ہی مرتبہ قبور مطہرہ کی زیارت کی خواہش ہوئی ہے اور انتہائی ہیبت سے سہمے ہوئے مودبانہ عرض کررہا ہے کہ :

"یا اماہ اکشفی لی عن قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" الحدیث

حالانکہ بے تکلفی سے حجرہ کے اندر اپنی شفیق پھوپھی کے پاس ہی تو بیٹھا ہے مگر یہ ہمت و جرات نہیں کہ بغیر دکھلائے صدیقہ کے ازخود پردہ اٹھا کر قبور مطہرہ کی زیارت سے شرف حاصل کرسکے۔

پس جب کہ انتہائی لاڈلے شاگرد و بھتیجے کو از خود زیارت کی جرات نہیں تو دوسرے صحابہ یا تابعین رضی اللہ عنہم کو کیسے جرات ہو سکتی ہے کہ عام طور یا خاص کر زیارت کے لیے حجرہ میں رسائی حاصل کرپائیں۔

حسب تشریح فتح الباری، قاسم کی درخواست معاویہ کے عہد و زمانہ کی ہے گویا صدیقہؓ کے آخری ایام زندگی میں۔

چنانچہ تفصیل آ رہی ہے۔

حضرت صدیقہؓ نے اپنے سکونتی حصہ اور قبر اطہر کو الگ تھلگ کرلیا

صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدس میں سکونت پذیر ہونے کی مختصر وجوہات آپ ملاحظہ فرما چکے۔

مزید برآں کہ اہل کتاب کی قبر پرستی کے خطرہ سے حفاظت کی غرض سے بالقاء الٰہی مزید اہتمام یہ کیا کہ اپنی اقامت گاہ اور قبر اطہر کو مستقل طور پر دو حصوں میں تقسیم کرنے یا دو الگ تھلگ کمروں کی صورت میں بنانے کی غرض سے دروازہ مسجد کی قبلہ رخ والی دہلیز سے مغربی دیوار کی سیدھ میں کپڑے کا طویل و عریض پردہ حد فاصل

کے لیے لٹکا دیا۔

گویا کہ قبر اطہر کے حصہ کو الگ کردیا اور اپنی سکونت کے حصہ کو الگ اور دروازہ مسجد میں پردہ کی آڑ سے تشنگان علوم نبوی کو سیراب کرنے کی غرض سے درس کا افتتاح کردیا۔

صدیق اکبرؓ کی آخری آرام گاہ

قبر اطہر سے قبلہ رخ کا حصہ چونکہ حجرہ مقدس میں خالی تھا۔ بنا بریں جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو صدیقہ نے اپنے والد بزرگوار کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک میں دفن کروا دیا تاکہ رفیق زندگی و یار غار' مزار کی بہاریں بھی خوب کھل کر لوٹے۔

ملا مرتبہ کمال جس کو مل گیا

فاروق اعظمؓ کو بھی جگہ مل گئی

صدیقؓ کے نورانی مرقد کے بعد بھی چونکہ قبلہ رخ حجرہ میں کچھ جگہ باقی تھی' اس لیے صدیقہؓ اپنے دل میں اس کو اپنے لیے پسند کر رہی تھیں۔

ادھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس میں دفن ہونے کے لیے دل ہی دل میں بے تاب تھے۔ بالآخر جب کہ یہودی نے نماز فجر میں زہر آلود خنجر سے گہرا زخمی کردیا۔ شدت زخم سے نڈھال ہو گئے۔

کافی دیر بعد قدرے افاقہ ہوا اور یقین ہو چکا کہ اب چند لمحات ہی دنیا میں ہوں اور عنقریب اپنے پیش رو بزرگوں سے ملاقات ہونے والی ہے تو دل کے سربستہ راز کو اپنے خلف الصدق عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

"بیٹا! ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس جایئے اور ان سے درخواست کیجیے کہ عمر بن خطاب اپنے محترم رفقاء کے پاس دفن کی خواہش رکھتے ہیں۔"

چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ گئے۔ حسب فرمان ابا جان اصلیت عرض

کردی۔

اس کے جواب میں صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"کنت اریده لنفسی فلا ورثرنه الیوم علی نفسی فلما اقبل قاله مالد یک قال اذ نت لک یا امیر المومنین قال ما کان شئی اهم الی من ذ الک المضجع فاذا قبضت فاحتملو فی ثم سلموا ثم قل یستاذن عمر بن الخطاب وان اذنت فاذ فنونی والا فرد ونی الی مقابر المسلمین"

(صیح بخاری باب ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: یہ جگہ تو میں نے اپنے لیے منتخب کر رکھی تھی مگر اس وقت میں حضرت عمرؓ کو اپنے اوپر ترجیح دے کر اجازت دیتی ہوں۔ اس لیے کہ وہ اپنے محترم رفقاء کے پاس دفن ہونے کے زیادہ حق دار ہیں۔ ابن عمر جب واپس ہوئے تو باپ نے پوچھا:

"بیٹا! کیا جواب ملا؟"

عبداللہؓ نے عرض کیا:

"ابا جان! خوش ہو جاؤ' جگہ مل گئی۔"

یہ بشارت سن کر امیرالمومنینؓ نے فرمایا:

"میری تمام خواہشوں سے بڑھ کر یہی تمنا تھی کہ اپنے محترم رفقا کے پاس دفن ہونا میسر ہو جائے۔

بیٹا! یاد رکھو جب میری روح قبض ہو جائے تو غسل و کفن اور جنازہ سے فارغ ہو کر میری چارپائی اٹھا کر حجرہ صدیقہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر پھر دوبارہ گزارش کرنی ہوگی کہ عمر بن خطابؓ (اس میت) کو اپنے حجرہ مقدس میں دفن کرنے کی اجازت دیجئے۔

پس اگر تو صدیقہ بخوشی دفن کرنے کی اجازت دے دیں تو حجرہ میں دفن کردینا ورنہ وہاں سے لوٹ کر مسلمانوں کے قبرستان میں سپرد خاک کردینا۔"

پس حسب وصیت ابن عمر والد محترم کا جنازہ اٹھائے ہوئے حجرۂ صدیقہ کے دروازے پر پہنچے اور دوبارہ اجازت مانگی تو صدیقہ نے فرمایا کہ:

"میں تو پہلے ہی سے اجازت دے چکی ہوں۔"

بنا بریں حضرت عمر صدیق اکبرؓ سے قبلہ رخ ان کے گھٹنوں اور آنحضرت کے پائے مبارک کے برابر دفن کردیئے گئے۔

آپ کے پاؤں مغربی دیوار کی بنیاد کھود کر رکھے گئے۔ بنا بریں قبور ثلاثہ مطہرہ اور صدیقہ کی اقامت گاہ کا صحیح نقشہ اس صورت میں منتج ہوا۔

(عہد حاضرہ میں جالی کے اندر جو صورت نظر آ رہی ہے۔ ۸۸ھ عہد ولید کی تعمیر کا نتیجہ ہے)

حضرت صدیقہؓ کی حجرۂ مقدس میں سکونت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی درخواست اور صدیقہؓ کا اسے شرف قبولیت سے سرفراز کرنا' صدیقہؓ کی حجرہ میں اقامت و سکونت کا ثبوت ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں رطب اللسان ہیں:

"انما استاذنها عمر ان الموضع بيتها وكان فيه حق" (فتح الباری باب ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۳ ص ۱۹۸ مصری)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو درخواست اس لیے کرنی پڑی کہ حجرۂ مقدس صدیقہؓ کا سکونتی مکان اور ان کی ذاتی ملکیت تھی۔

مقصد و مدعا

یہ کہ صدیقہؓ نے پردہ کی آڑ (مثل دیوار) بنا کر اپنی اقامت گاہ یا سکونتی حصہ کو قبور مطہرہ کے حصہ سے بالکل علیحدہ کر رکھا تھا۔

ملک اشرف کی جالی

حضرت صدیقہؓ کی چار دیواری کا صحیح نقشہ اوپر ذکر ہو چکا۔ ۸۸ ہجری عہد ولید میں انجینیروں اور اکابر علماء و فقہاء کے مشورہ سے حجرۂ صدیقہؓ کے قبلہ رخ والی دیوار تو حسب سابق تعمیر کردی گئی مگر مشرقی و مغربی دیواروں کو قبلہ رخ کے الٹے رخ مثلث (تکون) شکل میں اس لیے طویل (لمبا) کردیا گیا کہ بوقت نماز قبور مطہرہ نمازیوں کے سامنے نہ آئیں اور دیواروں کو اس قدر بلند کردیا گیا کہ نظر انسانی ان کو پھاند کر قبور مطہرہ تک نہ پہنچ سکے۔

نیز لطف و کمال یہ کہ دیواروں کے اندر داخل ہونے کے لیے کوئی سراخ باقی نہ رکھا گیا۔ مسجد اور روضہ اطہر کی چھت کو ویسے ہی ایک کردیا گیا جیسا کہ اب ہے۔

خلیفہ نور الدین نے اپنے عہد میں ولید کی دیواروں کے گرد محصورہ دیوار بنوا دی جو پیتل کی جالی کے اندر ولیدی دیواروں کی مظہر ہے۔ اس میں بھی کوئی سوراخ باقی نہیں رکھا گیا۔

ریاض الجنتہ کی جانب جالی کا دروازہ

ملک اشرف کی نصب کردہ پیتل کی جالی میں مسجد نبوی کی طرف ریاض الجنتہ کی طرف کھلنے والے دروازے کا جو پورا پورا نشان دیا گیا ہے یہ دروازہ بزبان حال اعلان کررہا ہے:

۱۔ داخل ہوتے ہوئے قبلہ رخ یا دائیں جانب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر ہے اور پھر بالترتیب صاحبین کی قبور ہیں۔

۲۔ داخل ہوتے ہوئے بائیں جانب یا قبلہ کے الٹے رخ حجرۂ مقدس کا جو حصہ اب سونا یا خالی ہے۔ اس میں تاحین حیات، صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اقامت پذیر رہیں۔

صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات

باختلاف روایت ۵۷ یا ۵۸ ہجری مدینہ منورہ عہد معاویہ میں ہوئی اور آپ کا نورانی مرقد باقی امہات المومنین کے ہمراہ جنتہ البقیع میں ہے۔

چنانچہ "اکمال فی اسماء الرجال" ملحقہ مشکوۃ مطبوعہ نور محمدی ص ۶۱۲ میں ہے :

ما تت بالمدینہ سنة سبع و خمسین وقیل سنة ثمان و خمسین وکان یومئذ خلیفة مروان علی المدینہ فی ایام المعاویة"

حقیقت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوتے اور صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھتیجے اور شاگرد کو بھی جب کہ بلا اجازت قبور مطہرہ تک رسائی ناممکن ہے تو پھر کسی غیر محرم مرد یا عورت کو کیا مجال کہ صدیقہ کی رہائش گاہ یا سکونتی حصہ میں داخل ہو کر مرقد انور تک رسائی حاصل کر پائے۔

صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مقصد بھی یہی تھا کہ قبر اطہر عام زیارت گاہ نہ بن سکے اور ہوتے ہوتے کہیں انبیاء بنی اسرائیل کی طرح عبادت گاہ نہ بن جائے۔

حضرت امام ابوحنیفہ کے استاذ بھی قبور مطہرہ کو نہیں دیکھ پائے

مرقد انور صلی اللہ علیہ وسلم تک رسائی کوئی آسان امر نہیں۔ چنانچہ حضرت امام مالک باوجود انصاری اور خطیب و مدرس مسجد نبوی ہونے اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ ایسے مشہور ائمہ بلکہ ان کے استاذ بھی براہ راست مرقد انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہیں پائے۔

چنانچہ امام محمد روایت کرتے ہیں :

"قال اخبرنا ابوحنیفة عن حماد عن ابراهیم قال اخبرنی من رای قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم و قبر ابوبکر و عمر مسنمة ناشرة من الارض علیها فلق من مدر ابیض" (باب تسنیم القبور و تجصیصھا وکتاب الاثار امام محمد)

دوسرے تو کیا خود صدیقہؓ بھی گاہے ماہے ہی داخل ہوا کرتیں!

اپنے رہائشی حصہ اور قبر اطہر کے درمیان کپڑے کے پردہ کی آڑ چونکہ حضرت

صدیقہؓ نے اس لیے لگا رکھی تھی کہ میرے پاس آنے والے محرم مرد یا عورتوں کی نگاہ سے قبر اطہر محفوظ رہے۔ بنا بریں خود بھی کم ہی قبر اطہر والے حصہ میں داخل ہوتیں تاکہ کسی دوسرے کو ان کی دیکھا دیکھی قبر اطہر تک رسائی حاصل کرنے کا وہم و گمان (خیال) نہ ہو۔

چنانچہ یہ حقیقت حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بیان سے واضح ہے:

"کنت اد خل بیتی الذی فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رانی واضح ثوبی واقول انما ھو زوجی و ابی فلما اد فن عمر معھم فو اللہ ماد خلتہ الا رانا مشتد د ۃ علی ثابی حیاء من عمر (مشکوۃ ' دفن المیت)

ترجمہ: میں جب کبھی اپنے حجرہ کے اس حصہ میں داخل ہوتی جو پردہ کی آڑ سے قبر اطہر کو مخصوص کرنے کی غرض سے لگا رکھا تھا' تو یہ خیال کرتی ہوئی کہ میرے خاوند محترم اور شفیق ابا جان ہی تو ہیں' کپڑے وغیرہ کا عام حالات سے زیادہ احتیاط نہ کرتی۔ مگر جب حضرت عمرؓ بھی ان کے ساتھ دفن ہوگئے تو خدا کی قسم حضرت عمرؓ کے رعب و دبدبہ اور حیا سے متاثر پورے احتیاط (شدت) سے کپڑا سنبھال (چادر اوڑھ) کر داخل ہوتی۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا

کا بیان اس امر کا ثبوت ہے کہ انہوں نے قبور مطہرہ اور اپنی اقامت گاہ کے درمیان پردہ کی حد فاصل لگا رکھی تھی۔

جب تک تو فاروقی مرقد نہ بنا' صدیقہ ویسے ہی بلا تکلف پردہ اٹھا کر قبر اطہر والے حصے میں داخل ہوجاتیں۔ جیسا کہ بلا تکلف اپنے سکونتی حصہ میں ہوتیں' مگر جب فاروقی مرقد تعمیر ہوگیا تو اب قبور مطہرہ کے حصہ میں داخل ہونے کا قصد کرتیں تو پردہ کی آڑ اٹھانے سے پیشتر حضرت عمرؓ کے رعب و دبدبہ سے متاثر پوری احتیاط سے کپڑا لپیٹ کر داخل ہوتیں۔

عہد خیرالقرون میں زیارت کا عام رواج ہی نہ تھا

صحابہ رضی اللہ عنہم چوں کہ براہ راست جمال انور سے مستیز تھے' اس لیے ان کو قبر اطہر کی زیارت کا کچھ زیادہ خیال نہ ہوا۔ چنانچہ صدیقہ کا بیان اور حضرت قاسم رحمتہ اللہ علیہ کی درخواست کے واضح الفاظ اس کا ثبوت ہیں۔

رہا درودوسلام کا مسئلہ تو اس کے متعلق یہ مقدس ہستیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے خود اپنے کانوں بارہا سن چکی تھیں کہ شرقاً" غرباً" و شمالاً و جنوباً" جس حصہ ارض (زمین) میں کوئی مسلمان (رہتی دنیا تک کا امتی) درودوسلام عرض کرتا ہے یا کرے گا' اللہ تعالیٰ اسی وقت اس کا درود و سلام ہم تک پہنچا دیتے ہیں اور ہم اس درود و سلام کا جواب اسی وقت لوٹا دیتے ہیں۔

نہ صرف یہی بلکہ اللہ تعالیٰ کو درودوسلام کی آواز اس درجہ محبوب ہے کہ اس کی تلاش و سماعت کے لیے فرشتوں کی مخصوص و لاتعداد جماعت مقرر و مامور فرما رکھی ہے جو روئے زمین پر ہر آن درودوسلام کی تلاش و جستجو میں رواں و دواں چکر کاٹتے پھر رہے ہیں کہ جہاں کہیں کسی امتی کو درودوسلام کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے دیکھیں' فوراً قبر اطہر پر عرض کردیں۔

چنانچہ احادیث کے الفاظ یہ ہیں:

۱ - "مامن احد یسلم علی الارد اللّٰہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام

(مشکوۃ باب صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: جو مسلمان ہم پر درودوسلام عرض کرتا ہے عین اسی وقت اللہ تعالیٰ من و عن ہم تک پہنچا دیتے ہیں اور ہم درود و سلام عرض کرنے والے کو جواب بھی دے دیتے ہیں۔

۲ - "ان اللّٰہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام

(حوالہ مذکور)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی مخصوص تعداد اس پر مامور فرما رکھی ہے کہ وہ

دن رات درود و سلام پڑھنے والوں کی تلاش میں رواں و دواں رہتی ہے۔ جہاں کوئی درود و سلام پڑھنے والا ان کو مل جاتا ہے' اس کا درود و سلام فوراً ہم تک وہ پہنچا دیتے ہیں۔

مذکورہ وجوہات

کی بنا پر عہد خیرالقرون میں مرقد انور پر حاضر ہو کر درود و سلام عرض کرنے کا رواج و چرچا عام نہ ہوا بلکہ وہ مقدس ہستیاں حضور کے فرمان اور اہل کتاب کی قبر پرستی سے خائف قبر اطہر پر حاضری دینے سے اس لیے بھی محترز رہیں کہ ہماری دیکھا دیکھی بعد میں آنے والی نسلیں یوں ہی مبتلا شرک نہ ہو جائیں جیسا کہ قوم نوح کا حشر ہوا۔

اکشفی لی کا معنی اراکین مذہب حنفی کی قلم سے

قبروں پر اچھاڑ چڑھانے کے مدعی کو چونکہ صرف "اکشفی لی" کا معنی سمجھنے میں دھوکہ ہوا یا پھر اس نے مجاورین اور قبرپرست برادری سے خراج تحسین اور نذرانے وصول کرنے کی غرض سے عمداً قبروں کا اچھاڑ" معنی کیے۔

حالانکہ عہد خیرالقرون سے عہد حاضرہ تک کے شیوخ حدیث و شارحین حدیث میں سے کسی ایک نے بھی اکشفی لی اچھاڑ کا معنی مراد نہیں لیا بلکہ عہد خیرالقرون اور آج سے دو سو سال قبل تک کے اہل علم بالاتفاق اکشفی لی سے وہ پردہ مراد لیتے یا معنی کرتے آئے ہیں جو صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی رہائش (اقامت گاہ) اور قبور ثلاثہ مطہرہ کو جدا جدا دو حصوں میں تقسیم کرنے کی غرض سے بجائے کسی دیوار وغیرہ کے کپڑے کا طویل و عریض پردہ حائل کر کے مستقل دو کمرے کر رکھے تھے۔

سرخیل احناف ملا علی قاری

قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ متاخرین احناف کے سرخیل مانے جاتے ہیں۔ جن کا سب سے بڑا شاہکار مرقاۃ شرح مشکوۃ کی صورت میں احناف کا آخری سہارا ہے۔

نہ صرف یہی بلکہ مرقاۃ کی تمہید میں خود قاری صاحب نے بڑے فخر و طمطراق سے لکھا ہے کہ:

"مرقاۃ کی تصنیف سے حنفی مذہب کو حق و صواب ثابت کرنا ہے۔"

چنانچہ قاری صاحب رحمۃ اللہ اکشفی لی کا مطلب و مراد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اے اظھری وارفعی الستارۃ عن قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم"

(مرقاۃ جلد ۲ ص ۴۷۹، باب دفن المیت فصل ثانی)

ترجمہ: ستارہ اٹھا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحبین رضی اللہ عنہما کی قبروں کی زیارت سے مشرف فرمائیے۔

قاری صاحب

نے اکشفی لی کا معنی "غلاف" نہیں بلکہ "ستارہ" کیا ہے جس سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ اگر قبور ثلاثہ مطہرہ سے اچھاڑ اٹھانا مقصود ہوتا تو قاری صاحب اس کا معنی "غلاف قبر" کرتے۔

لیکن اس کے برعکس "ستارہ" کے معنی اعلان کر کے قاری صاحب نے پورے دعوے سے یہ ثابت کر دیا کہ:

"اس سے مراد قبروں کا غلاف نہیں بلکہ قبور ثلاثہ اور سکونتی حصہ کے درمیان جو پردہ تھا، حضرت قاسم نے اس کے اٹھانے اور قبروں کی زیارت کی درخواست کی ہے۔"

مجمع البحار سے "ستارہ" کا معنی سنئے!

مجمع البحار لغت حدیث کی مسلمہ کتاب ہے جس کے مصنف ہندوستانی مشاہیر احناف سے ہیں۔ جن کا نام نامی "محمد طاہر پٹنی حنفی گجراتی (کاٹھیا وار) ہے۔ ان کی پیدائش ۹۱۴ھ اور وفات ۹۸۶ھ ہے۔

گویا کہ آپ حضرت ملا علی قاری سے بعد آنے والوں سے ہیں۔ مجمع البحار کی تصنیف سے حضرت العلام نے اہل اسلام پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ یعنی کتب احادیث میں وار وہ الفاظ حدیث کا معنی قرآن مجید کے الفاظ یا پھر خود احادیث کے واضح الفاظ سے کرتے ہوئے کتب لغت عربی سے بھی استشہاد کیا ہے۔

غرضیکہ اس احتیاط و خوبی سے معنی کو بیان کیا ہے کہ کتب شروح و لغت وغیرہ کے حوالے بھی ذکر کردیئے گئے ہیں۔

ایسے ذی شان و نامور محقق نے قاری صاحب کے بیان کردہ لفظ "ستارہ" کا معنی جس خوبی و کمال سے بیان کیا ہے' وہ حسب ذیل ہے:

الف - کشف الستارة هو بكسر سين مستر يكون على باب الدار

(مجمع البحار جلد ۲ ص ۹۵ مطبوعہ نو لکشور)

ترجمہ: ستارہ سین کی کسر سے پڑھا جاتا ہے اور اس کا معنی وہ کپڑے وغیرہ کا پردہ ہے جو کہ مکانوں کے دروازوں پر حائل کیا یا لٹکایا جاتا ہے۔

ب - مزید صراحت کے لیے حنفی بزرگ رقمطراز ہیں:

"سترت علی بابی درنوکا"

ترجمہ: میں نے اپنے دروازہ پر درنوکی پردہ حائل کیا (لٹکایا)

صحیح بخاری شریف

حضرت انس رضی اللہ عنہ واقعہ مرض الموت بیان کرتے ہوئے رطب اللسان ہیں:

"قد كشف ستر حجرة عائشة ننظر اليهم ثم دخل الحجرة وارخى السترة (صحیح البخاری کتاب المغازی باب وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرۂ صدیقہ کے دروازہ پر حائل شدہ (لٹکائے ہوئے) پردہ کو اٹھا کر مسجد کے نمازیوں کی نماز با جماعت کا پرکیف منظر ملاحظہ فرمایا اور پوری مسرت سے مسکرائے۔ پھر دروازہ پر لٹکائے ہوئے پردہ کو حسب حال لٹکا کر حجرہ

میں واپس تشریف فرما ہوئے۔

حنفی محقق اور حدیث

کے الفاظ سے اظہر من الشمس ہو گیا کہ احادیث میں وارده لفظ "ستاره" (ستر) کا معنی یا مراد:

"کپڑے وغیرہ کا وہ پردہ ہے جو کہ دروازہ وغیرہ پر لٹکایا جاتا ہے۔"

دوسرا معنی

حنفی محقق نے ستارہ یا ستر کا دوسرا معنی حدیث کے مصرح الفاظ سے یوں نقل کیا ہے:

الف - "فجعلت سترة بينه وبين بول۔" (حوالہ مذکور)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے میں نے پیشاب کی جگہ مخصوص و متعین کرنے کی غرض سے اپنے اور ان کے درمیان پردہ حائل کر دیا۔

ب - فاضتسلت و بيننا و بينها ستر يستر فا فلها" (حوالہ مذکور)

ترجمہ: غسل کرتے وقت اس کے اور اپنے درمیان کپڑے کا پردہ حائل کر "لٹکا دیا" تاکہ بدن کا نچلا حصہ پردہ کی آڑ میں رہے (دکھائی نہ دے)

حدیث کے الفاظ اور اراکین مذہب حنفی کی قلم سے

روز روشن کی طرح ظاہر و آشکار ہو گیا کہ:

"ستارہ کپڑے وغیرہ کے اس پردہ کو کہتے ہیں جو مکانوں کے دروازہ پر یا اپنے اور دوسرے کے درمیان یا پھر مکان کو الگ تھلگ یا جدا جدا دو حصوں یا دو کمروں میں تقسیم کرنے کی بنا پر مثل دیوار حد فاصل کی غرض سے لٹکایا جاتا ہے۔"

اکشفی لی سے مراد درمیانہ پردہ ہے

اگر کوئی غیر محرم اکشفی لی کی درخواست کرتا تو اس سے مراد وہ پردہ ہوتا ہے جو کہ مسجد کی طرف والے دروازہ پر حائل تھا۔ مگر یہاں یہ مراد نہیں۔ اس لیے کہ حضرت قاسم رحمتہ اللہ علیہ آپ کے محرم بھتیجے اور ذیشان شاگرد بھی ہیں۔ جو حجرہ اقدس کے اندر صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرزند ارجمند کی حیثیت سے تشریف فرما ہیں۔ بنا بریں اکشفی لی کا معنی و مراد "درمیانی پردہ ہی ہے۔"

آخری ضرب

مضمون ماسبق میں جو کچھ ذکر ہو چکا' اگرچہ مومن صادق کے لیے کافی ہے' تاہم ضدی دوستوں کی فہمائش کے لیے حضرت قاسم کی درخواست سے سالہا سال پورے تیس سال بعد عام واقعہ ذکر کیا جاتا ہے۔ جو کہ تمام باطل شبہات و توہمات پر ایسی کاری ضرب ہے کہ فرضی و من گھڑت افسانہ اجھاڑ کی تار عنکبوت ہمیشہ کے لیے ھباء منثورا تو کیا خاک میں مل کر رہ جاتی ہے۔

یعنی حسب تصریح فتح الباری حضرت قاسم کی درخواست کا واقعہ عہد معاویہؓ کے آخری ایام میں پیش آیا ہے یا پھر یوں سمجھئے کہ قاسم نے حضرت صدیقہ کے آخری ایام زندگی میں درخواست کی ہے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۵۷ ' ۵۸ھ آخری عہد معاویہؓ میں ہوئی ہے۔

لیکن آخری ضرب کا عام تاریخی واقعہ ۸۸ھ عہد ولید بن عبدالملک کی حکومت کا واقعہ ہے۔

جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب توسیع و تعمیر مسجد نبوی کے سلسلہ میں سوائے حجرۂ اقدس کے باقی تمام امہات المومنین کے حجرے قیمتاً" خرید کر شامل مسجد کرنے کی غرض سے شہید کر دیئے گئے اور ان کی دیواروں کے گرنے وغیرہ کی وجہ سے حجرہ اقدس کی مغربی دیوار کو شدید ضعف پہنچا اور وہ خود بخود گر گئی۔

بنا بریں حجرہ اقدس کی چار دیواری کو از سر نو پختہ کرنے کے لیے پوری کی پوری سابقہ چار دیواری شہید کر دی گئی۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پورے اہل مدینہ کو قبور مطہرہ کی زیارت کا عام شرف حاصل ہوا۔ چنانچہ فتح الباری کے بالکل الفاظ یہ ہیں:

"نظهرت القبور ثلاثة وكان الرسل الذى عليها قد انهار (فتح الباری باب ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۳ ص ۱۹۹ مصری)

ثلاثہ قبور مطہرہ اپنی اصلی شکل میں کھل کر عوام کو دکھائی دے رہی تھیں (مدعی اجھاڑ کی بڑ کے مطابق اجھاڑ کا نام و نشان تک بھی نہ تھا) بلکہ اوپر پڑی ہوئی ریت بھی نمایاں تھی۔

زیارت کا یہ عوامی واقعہ اور اس کے دوسرے شواہد

قبر اطہر پر اجھاڑ کا ثبوت تو عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے چاہیے بمصداق "مدعی سست و گواہ چست" اگر عہد تابعین سے بھی ثبوت مل جاتا کہ:

"قبر شریف پر اجھاڑ تھا"

تو ایک بات تھی مگر یہاں تو معاملہ صاف ہے کہ صحابہ سے تو نام و نشان نہیں ملتا اور نہ ہی کبار تابعین قبر اطہر کی زیارت سے شرف یاب ہونے کا ذکر کرتے وقت اجھاڑ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ۸۸ھ کا عوامی واقعہ بھی اجھاڑ کے ذکر و نشان سے عاری ہے۔

اس لیے اظہر من الشمس ہے کہ:

"قبر اطہر پر اجھاڑ کے مدعی کا افسانہ سراسر فرضی، من گھڑت اور بالکل جھوٹا ہے۔"

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے فرضی اور من گھڑت مسائل ایجاد کرنے والے ملاؤں کے شر و فتنہ سے محفوظ رکھے اور صراط المستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔